

يَعْتَذِرُونَ إِلَيْكُمْ إِذَا رَجَعْتُمْ إِلَيْهِمْ قُلْ لَا تَعْتَذِرُوا لَنْ تُؤْمِنَ
لَكُمْ قَدْ نَبَّأَنَا اللَّهُ مِنْ أَخْبَارِكُمْ وَسَيَرَى اللَّهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ
ثُمَّ تَرْدُّونَ إِلَى عِلْمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ
تَعْمَلُونَ ﴿٥٥﴾ سَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَكُمْ إِذَا انْقَلَبْتُمْ إِلَيْهِمْ لَتُعَرِّضُوا عَنْهُمْ
فَاعْرِضُوا عَنْهُمْ إِنَّهُمْ رَجَسٌ وَمَا لَهُمْ جَهَنَّمَ جَزَاءً بِمَا كَانُوا
يَكْسِبُونَ ﴿٥٦﴾ يَحْلِفُونَ لَكُمْ لَتَرْضُوا عَنْهُمْ فَإِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ
فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَرْضَىٰ عَنِ الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ ﴿٥٧﴾

جب تم لوٹ کر ان کے پاس پہنچو گے تو یہ تمہارے سامنے آ کر عذر معذرت پیش کرنے لگیں گے تو کہہ دو کہ عذر معذرت کی باتیں نہ بناؤ۔ ہم تمہاری ان باتوں کا یقین ہرگز نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے کچھ احوال ہمیں بتلا دیئے ہیں اب تمہارے اگلے اعمال اللہ آپ دیکھ لے گا اور اس کا رسول بھی۔ پھر تم اس اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے جو غائب حاضر سب کا جاننے والا ہے۔ پھر وہ آپ تمہیں تمہارے تمام کرکوتوں سے آگاہ کرے گا یہ لوگ تو تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھائے لگیں گے۔ جب کہ تم ان کے پاس واپس پہنچو گے اس لئے کہ تم ان سے چشم پوشی کر لو! اچانک انہیں منہ لگا تا چھوڑ دو۔ یہ بڑے گندے لوگ ہیں۔ ان ٹھکانہ جنم ہے جو بدلہ ہے ان کا مومن کا جو یہ کرتے رہے ﴿۵۵﴾ یہ تمہیں راضی کرنے کے لئے تمہارے سامنے قسمیں کھا رہے ہیں۔ تو اگر ان سے راضی ہو بھی جاؤ تو اللہ تعالیٰ تو نا فرمان ہے حکم لوگوں سے کبھی بھی راضی نہیں ہوتا ﴿۵۶﴾

فاسق اور چوہے کی مماثلت: ☆ ☆ (آیت ۹۲-۹۶) اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب تم میدان جہاد سے واپس مدینے پہنچو گے تو کبھی منافق عذر و معذرت کرنے لگیں گے۔ تم ان سے صاف کہہ دینا کہ ہم تمہاری ان باتوں میں نہیں آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہاری نیتوں سے ہمیں خبردار کر دیا ہے۔ دنیا میں ہی اللہ تعالیٰ تمہارے کرکوت سب لوگوں کے سامنے کھول کر رکھ دے گا۔ پھر آخرت میں تو تمہیں اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونا ہی ہے۔ وہ ظاہر و باطن کا جاننے والا ہے۔ تمہارے ایک ایک کام کا بدلہ دے گا۔ خیر و شر کی جزا سزا سب کو جھگھکتی پڑے گی۔

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ یہ لوگ تم کو راضی کرنے کے لئے اپنی معذوری اور مجبوری کو کچھ ثابت کرنے کے لئے قسمیں تک کھائیں گے۔ تم انہیں منہ بھی نہ لگنا۔ ان کے اعتقاد نجس ہیں۔ ان کا باطن باطل ہے۔ آخرت میں ان کا ٹھکانا جہنم ہے جو ان کی خطاؤں اور گناہوں کا بدلہ ہے۔ سنو کہ ان کی خواہش صرف تمہیں رضامند کرنا ہے اور بالفرض تم ان سے راضی ہو بھی جاؤ تو بھی اللہ تعالیٰ ان بدکاروں سے کبھی راضی نہیں ہوگا۔

یہ اللہ و رسول کی اطاعت سے باہر ہیں۔ شریعت سے خارج ہیں۔ چوہا چونکہ بل سے بگاڑ کرنے کے لئے نکلتا ہے اس لئے عرب اسے فوسقہ کہتے ہیں۔ اسی طرح خوشے سے جب تری ظاہر ہوتی ہے تو کہتے ہیں فسقت الرطبة پس یہ چونکہ اللہ و رسول کی اطاعت سے نکل جاتے ہیں اس لئے انہیں فاسق کہتے ہیں۔

الْأَعْرَابُ أَشَدُّ كُفْرًا وَنِفَاقًا وَأَجْدَرُ أَلَّا يَعْلَمُوا حُدُودَ مَا
 أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝ وَمِنَ الْأَعْرَابِ مَنْ
 يَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا وَيَتَرَبَّصُّ بِكُمْ الدَّوَائِرَ عَلَيْهِمْ دَائِرَةُ
 السَّوْءِ ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ وَمِنَ الْأَعْرَابِ مَنْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ
 وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرْبًا عِنْدَ اللَّهِ وَصَلَوَاتُ
 الرَّسُولِ إِلَّا أَنَّهُمْ قُرْبَةً لَهُمْ سَيَدْخِلُهُمُ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ إِنَّ
 اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝

گوارخت منکر و منافق ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جو احکام شریعت اپنے رسول پر نازل فرمائے ہیں یا اس کے سمجھنے کے بالکل ہی اہل نہیں ہیں، اللہ بہت دانا اور بڑا باہمت ہے۔ ان بادہ نشینوں میں ایسے بھی ہیں کہ اللہ کی راہ کے خرچ کو نفاق کا تادان شمار کرتے ہیں اور تم پر مصیبتوں کے آنے کے خطر ہیں۔ بدترین مصیبت انہی کے لئے ہے۔ اللہ تعالیٰ خوب سننے جانتے والا ہے۔ ہاں! ان دیہاتیوں میں وہ بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور اپنی خیر خیرات کو اللہ کی نزدیکی کا اور رسول کی دعاؤں کا ذریعہ سمجھ رہے ہیں ہاں ہاں یہ ان کے لئے اللہ کی نزدیکی ہے۔ اللہ انہیں رحمت میں داخل کرے گا۔ یقیناً اللہ بڑا ہی بخشنے والا مہربان ہے۔

دیہات، صحرا اور شہر ہر جگہ انسانی فطرت کیساں ہے: ☆☆☆ (آیت: ۹۷-۹۹) اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ دیہاتیوں اور صحرائین بدوں میں کفار و منافق بھی ہیں اور مومن مسلمان بھی ہیں۔ لیکن کافروں اور منافقوں کا کفر و نفاق نہایت سخت ہے۔ ان میں اس بات کی مطلقاً اہلیت نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ان حدود کا علم حاصل کریں جو اس نے اپنے رسول ﷺ پر نازل فرمائی ہیں چنانچہ ایک اعرابی حضرت زید بن صوحان کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اس وقت یہ اس مجلس میں لوگوں کو کچھ بیان فرما رہے تھے۔ نہاد وند والے دن ان کا ہاتھ کٹ گیا تھا۔ اعرابی بول اٹھا کہ آپ کی باتوں سے تو آپ کے لیے محبت میرے دل میں پیدا ہوتی ہے لیکن تمہارا یہ کٹا ہوا ہاتھ مجھے اور یہی شبہ میں ڈالتا ہے۔ آپ نے فرمایا اس سے تمہیں کیا شک ہوا۔ یہ تو بابا یاں ہاتھ ہے۔ تو اعرابی نے کہا واللہ مجھے نہیں معلوم کہ دایاں ہاتھ کاٹنے میں بابا یاں؟ انہوں نے فرمایا اللہ عز وجل نے سچ فرمایا کہ اعراب بڑے ہی سخت کفر و نفاق والے اور اللہ کی حدود کے بالکل ہی نہ جاننے والے ہیں۔

مسند احمد میں ہے جو بادہ نشین ہوا اس نے ظلم و جفا کی۔ اور جو شکار کے پیچھے پڑ گیا اس نے غفلت کی۔ اور جو بادشاہ کے پاس پہنچا وہ فتنے میں پڑا۔ ابوداؤد ترمذی اور نسائی میں بھی یہ حدیث ہے۔ امام ترمذی اسے حسن غریب کہتے ہیں۔ چونکہ صحرائینوں میں عموماً سختی اور بد خلقی ہوتی ہے اللہ عز وجل نے ان میں سے کسی کو اپنی رسالت کے ساتھ ممتاز نہیں فرمایا بلکہ رسول ہمیشہ شہری لوگ ہوتے رہے۔ جیسے فرمان الہی ہے۔ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رَجُلًا نُوْحِيْ اِلَيْهِمْ مِنَ اٰخْلِ الْاَرْضِ ہم نے تجھ سے پہلے جتنے بھی رسول بھیجے سب انسان مرد تھے جن کی طرف ہم وحی نازل فرماتے تھے۔ وہ سب متہدن بتیوں کے لوگ تھے۔ ایک اعرابی نے رسول اللہ ﷺ کو کچھ ہدیہ پیش کیا۔ آپ نے اس کے ہدیہ سے کئی گنا زیادہ انعام دیا جب جا کر بمشکل تمام راضی ہوا۔ آپ نے فرمایا اب اسے میں نے قصد کیا ہے کہ سوائے قریشی ثقفی انصاری یا دوسی کے کسی کا تحفہ قبول نہ کروں گا۔ یہ اس لئے کہ یہ چاروں شہروں کے رہنے والے تھے۔ مکہ طائف مدینہ اور یمن کے لوگ

تھے۔ پس یہ فطرت ان بادیہ نشینوں کی نسبت سے نرم اخلاق اور دور اندیش لوگ تھے ان میں اعراب جیسی سختی اور کھر درا پین نہ تھا۔ اللہ خوب جانتا ہے کہ ایمان و علم عطا فرمائے جانے کا اہل کون ہے؟ وہ اپنے بندوں میں ایمان و کفر، علم و جہل، نفاق و اسلام کی تقسیم میں با حکمت ہے۔ اس کے زبردست علم کی وجہ سے اس کے کاموں کی باز پرس اس سے کوئی نہیں کر سکتا۔ اور اس کی حکمت کی وجہ سے اس کا کوئی کام بے جا نہیں ہوتا۔ ان بادیہ نشینوں میں وہ بھی ہیں جو اللہ کی راہ کے خرچ کو ناواقف یا نادان اور اپنا صرغ نقصان جانتے ہیں اور ہر وقت اسی کے منتظر رہتے ہیں کہ تم مسلمانوں پر کب بلا و مصیبت آئے۔ کب تم کو حادث و آفات میں گھر جاؤ لیکن ان کی یہ بدخواہی انہی کے آگے آئے گی۔ انہی پر برائی کا زوال آئے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی دعاؤں کا سننے والا ہے۔ اور خوب جانتا ہے کہ ستم ادا کون ہے اور ذلت کے لائق کون ہے۔

دعاؤں کے طلب کا رتبہ ہیں مبتدع نہیں: ☆☆ اعراب کی اس قسم کو بیان فرما کر اب ان میں سے بھلے لوگوں کا حال بیان ہو رہا ہے۔ وہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں۔ آخرت کو مانتے ہیں۔ راہ اللہ میں خرچ کر کے اللہ کی نزدیکی تلاش کرتے ہیں۔ ساتھ ہی رسول اللہ ﷺ کی دعائیں لیتے ہیں۔ بے شک ان کو اللہ کی قربت حاصل ہے۔ اللہ انہیں اپنی رحمتیں عطا کر دے گا۔ وہ بڑا ہی مغرور ورجیم ہے۔

وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ
اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ
تَجْرِي تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ

جو لوگ سبقت کرنے والے اول والے ہیں، مہاجرین میں سے اور انصار میں سے اور جو ایک کاموں میں ان کی پیروی کرنے والے ہیں اللہ ان سب سے خوش ہے اور وہ سب اللہ سے راضی ہیں۔ ان کے لئے اس نے وہ جہنمیں مہیا کر رکھی ہیں جن کے نیچے نہریں بہا رہی ہیں جہاں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ یہ ہے پوری

پوری کامیابی ○

سابقون کو بشارت: ☆☆ (آیت: ۱۰۰) اس مبارک آیت میں اللہ تبارک و تعالیٰ ان مہاجرین و انصار سے جو سبقت لے جانے والوں میں اولین تھے اور ان کی تابعداری کرنے کی وجہ سے انہیں اپنی رضامندی کا اظہار فرما رہا ہے کہ انہیں نعمتوں والی ابدی جہنمیں اور ہمیشہ کی نعمتیں ملیں گی۔ صحتی کہتے ہیں ان سے مراد وہ مہاجر و انصار ہیں جو حدیبیہ والے سال بیعت الرضوان میں شریک تھے۔ لیکن حضرت ابوموسیٰ اشعری وغیرہ سے مروی ہے کہ جنہوں نے دونوں قبیلوں کی طرف نماز پڑھی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو اس آیت کی تلاوت کرتے ہوئے سن کر اس کا ہاتھ پکڑ کر دریافت فرمایا کہ تمہیں یہ آیت کس نے پڑھائی ہے؟ اس نے کہا، حضرت ابی بن کعب نے۔ آپ نے فرمایا، تم میرے ساتھ ان کے پاس چلو۔ جب ان کے پاس پہنچے تو آپ نے پوچھا، تم نے اسے یہ آیت اسی طرح پڑھائی ہے؟ آپ نے فرمایا، ہاں آپ نے پوچھا کیا تم نے رسول اللہ ﷺ سے اسے سنا ہے؟ انہوں نے جواب دیا ہاں۔ آپ نے فرمایا، میرا تو خیال تھا کہ جس بلند درجے پر ہم پہنچے ہیں اس پر ہمارے بعد کوئی نہ پہنچے گا۔ حضرت ابی نے فرمایا، اس آیت کی تصدیق سورہ جمعہ کی آیت وَآخِرِينَ مِنْهُمْ الخ سے اور سورہ شہر کی آیت وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ الخ سے اور سورہ انفال کی آیت وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا مَعَكُمْ سے بھی ہوتی ہے۔ حضرت حسن وَالْأَنْصَارِ پڑھتے تھے اور وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ پر عطف ڈال کر پڑھتے۔ اللہ تعالیٰ عظیم و کبیر خیر دیتا ہے کہ وہ سابقین اولین مہاجر و انصار سے خوش ہے اور ان سے بھی خوش جو احسان کے ساتھ ان کے قریب ہیں۔ افسوس ان پر ہے خانہ خراب وہ ہیں جو ان سے دشمنی رکھیں۔ انہیں برا کہیں۔ یا ان میں سے کسی ایک کو بھی برا کہیں یا اس سے دشمنی رکھیں۔ خصوصاً تمام صحابہ انصار و مہاجرین کے سردار سب

سے بہتر و افضل صدیق اکبر خلیفہ اعظم حضرت ابوبکر بن ابی قافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو بھی بغض رکھے یا ان کی شان میں کوئی گستاخی کا کلمہ بولے اللہ اس سے ناراض ہے۔ رسوائے مخلوق راضیوں کا بدترین گروہ افضل صحابہ کو برا کہتا ہے ان سے دشمنی رکھتا ہے۔ اللہ اس سے اپنی پناہ میں رکھے۔ یہی بات دلیل ہے اس پر کہ ان کی عقلیں الٹی ہیں اور ان کے دل اونٹ سے ہیں۔ انہیں قرآن پر ایمان کہاں ہے؟ جب کہ یہ ان پر تبرا بھیجے ہیں جن کی بابت قرآن اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا اظہار کھلے لفظوں میں بیان کرتا ہے۔ رضی اللہ عنہم! جمیع۔ ہاں اہلسنت ان سے خوش ہیں جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہے۔ اور ان کو برا کہتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے برا کہا ہے۔ اللہ کے دوستوں سے وہ محبت کرتے ہیں۔ اللہ کے دشمنوں کے وہ بھی دشمن ہیں۔ وہ توجع ہیں مبتدع نہیں۔ وہ پیروی اور اقتدا کرتے ہیں۔ نافرمانی اور خلاف نہیں کرتے۔ یہی جماعت اللہ تعالیٰ سے کامیابی حاصل کرنے والی ہے اور یہی اللہ کے بچے بندے ہیں۔ کثر ہم اللہ

وَمِمَّنْ حَوْلَكُم مِّنَ الْأَعْرَابِ مُنْفِقُونَ ۖ وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ
مَرَدُّوْا عَلَى الْبَيْتِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْرُبُ نَعْلَمُهُمْ سَنُعَذِّبُهُمْ
مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ إِلَىٰ عَذَابٍ عَظِيمٍ ﴿۱۰۱﴾

تمہارے آس پاس کے بادیہ نشینوں میں منافق ہیں اور بعض اہل مدینہ بھی نفاق پرائے ہوئے ہیں۔ انہیں تو نہیں جانتا ہم انہیں بخوبی جانتے ہیں۔ ہم انہیں دو مرتبہ عذاب دیں گے۔ پھر بہت بڑے عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے ○

منافقت کے خوگر شہری: ☆ ☆ (آیت: ۱۰۱) اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلوات اللہ وسلامہ علیہ کو بتلاتا ہے کہ ”مدینے کے ارد گرد رہنے والے گنواروں میں اور خود اہل مدینہ میں بہت سے منافق ہیں جو برابر اپنے نفاق کے خوگر ہو چکے ہیں۔“ تمر د فلان علی اللہ اس وقت کہتے ہیں جب کوئی اللہ تعالیٰ کے سامنے سرکشی اور نافرمانی کرے۔

پھر فرماتا ہے کہ ”تم تو انہیں جانتے نہیں۔ ہم جانتے ہیں۔“ اور آیت میں ہے ”اگر ہم چاہیں تو ان کو تجھے دکھا دیں اور تو ان کی علامات اور چہروں سے انہیں پہچان لے۔ یقیناً تو انہیں ان کی باتوں کے لب و لہجے سے جان لے گا۔ غرض ان دونوں آیتوں میں کوئی فرق نہ سمجھنا چاہئے۔ نشانوں سے پہچان لینا اور بات ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف کا قطعی علم کہ فلاں فلاں منافق ہے یہ اور چیز ہے۔ پس بعض منافق لوگوں کی منافقت حضرت محمد ﷺ پر کھل گئی تھی مگر آپ کا تمام منافقوں کو جاننا ممکن نہ تھا۔ آپ تو صرف اتنا جانتے تھے کہ مدینے میں بعض منافق ہیں۔ صبح و شام وہ دربار رسالت میں حاضر رہا کرتے تھے اور آپ کی نگاہوں کے سامنے تھے۔ اس قول کی صحت مسند احمد کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ حضرت جبیر بن معین رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ آپ سے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ تم کا ہمارا کوئی اجر نہیں۔ آپ نے فرمایا تمہارے پاس تمہارے اجر ابھی جائیں گے گوتم لومزی کے بھٹ میں ہو۔ پھر آپ نے ان کے کان سے اپنا منہ لگا کر فرمایا کہ میرے ان ساتھیوں میں بھی منافق ہیں۔

پس مطلب یہ ہوا کہ بعض منافق الٰہی سلسلے باتیں بک دیا کرتے ہیں۔ یہ بھی ایسی ہی بات ہے۔ آیت وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا کی تفسیر میں ہم کہہ آئے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو بارہ یا پندرہ منافقوں کے نام بتلائے تھے۔ پس اس سے بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ایک ایک کر کے تمام منافقوں کا آپ کو علم تھا۔ نہیں بلکہ چند مخصوص لوگوں کا اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم کر دیا تھا۔ واللہ اعلم۔ ابن عساکر میں ہے کہ حرمہ نامی ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا ”ایمان تو یہاں ہے اور اپنی زبان کی طرف اشارہ کیا۔ اور

نفاق یہاں ہے اور ہاتھ سے اپنے دل کی طرف اشارہ کیا اور نہیں ذکر کیا اللہ کا مگر تھوڑا۔ پس رسول اللہ ﷺ نے دعا کی، اے اللہ اسے ذکر کرنے والی زبان، شکر کنے والے والد دل دے اور اسے میری اور مجھ سے محبت رکھنے والوں کی محبت عنایت فرما اور اس کے کام کا انجام بخیر کر۔ اب تو وہ کہنے لگا، یا رسول اللہ ﷺ میرے ساتھی اور بھی ہیں جن کا میں سردار تھا۔ وہ سب بھی منافق ہیں۔ اگر اجازت ہو تو انہیں بھی لے آؤں۔ آپ نے فرمایا، سو جو ہمارے پاس آئے گا، ہم اس کے لئے استغفار کریں گے اور جو اپنے دین (نفاق) پر اڑا رہے گا، اللہ ہی اس کے ساتھ اولیٰ ہے۔ تم کسی کی پردہ دوری نہ کرو۔ حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں، لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ تکلف سے اوروں کا حال بیان کرنے بیٹھ جاتے ہیں کہ فلاں بھتی ہے اور فلاں دوزخی ہے۔ اس سے خود اس کی حالت پوچھو تو یہی کہے گا کہ میں نہیں جانتا۔ حالانکہ انسان اپنی حالت سے بہ نسبت اوروں کی حالت کے زیادہ عالم ہوتا ہے۔ یہ لوگ وہ تکلف کرتے ہیں جو تکلف انبیاء علیہم السلام نے بھی نہیں کیا۔ نبی اللہ حضرت نوح علیہ السلام کا قول ہے وَمَا عَلِمِيْ بِمَا تَكَاوُلُوْا يَعْمَلُوْنَ ان کے اعمال کا مجھے علم نہیں۔ نبی اللہ حضرت شعیب علیہ السلام فرماتے ہیں وَمَا اَنَا عَلَيْهِمْ بِخَفِيْظٍ میں تم پر کوئی نگہبان نہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ سے فرماتا ہے لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ تو انہیں نہیں جانتا۔ ہم ہی جانتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ جمعہ کے خطبے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے فلاں تو نکل جا۔ تو منافق ہے اور اے فلاں تو بھی یہاں سے چلا جا۔ تو منافق ہے۔ پس بہت سے لوگوں کو آپ ﷺ نے مسجد سے چلے جانے کا حکم فرمایا ان کا کفاق مسلمانوں پر کھل گیا۔ یہ پورے رسوا ہوئے۔ یہ تو مسجد سے نکل کر جا رہے تھے اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ آ رہے تھے۔ آپ ان سے ذرا کتر اگئے یہ سمجھ کر کہ شاید نماز ہو چکی اور یہ لوگ فارغ ہو کر جا رہے ہیں اور میں غیر حاضر رہ گیا۔ اور وہ لوگ بھی آپ سے شرمائے یہ سمجھ کر کہ ان پر بھی ہمارا حال کھل گیا ہوگا۔ اب مسجد میں آ کر دیکھا کہ ابھی نماز تو ہوئی نہیں۔ تو ایک شخص نے آپ کو کہا، لیجئے خوش ہو جائیے۔ آج اللہ نے منافقوں کو خوب شرمندہ درسا کیا۔ یہ تو تھا پہلا عذاب جب کہ حضور نے انہیں مسجد سے نکلوا دیا۔ اور دوسرا عذاب عذاب قبر ہے۔ دوسرے کے عذاب سے مجاہد کے نزدیک مراد قتل و قید ہے۔ اور روایت میں بھوک اور قبر کا عذاب ہے۔ ابن جریج فرماتے ہیں عذاب دنیا اور عذاب قبر مراد ہے عبدالرحمن بن زید فرماتے ہیں دنیا کا عذاب تو مال و اولاد ہے۔ جیسے قرآن ان میں سے وَلَا تُعْجِبْكَ أَمْوَالُهُمْ وَأَوْلَادُهُمْ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُعَذِّبَهُمْ بِهَا فَيُهْطِلُوا فِي الدُّنْيَا لِعَذَابِهِ لَعَنَ اللَّهُ الْفَاسِقِينَ۔ تعجب ان کا مال اور ان کی اولاد میں سے اچھی نہ لگنی چائیں۔ اللہ کا ارادہ تو ان کی وجہ سے انہیں دنیا میں عذاب دینا ہے، پس یہ مصیبتیں ان کے لئے عذاب ہیں ہاں مومنوں کے لئے اجر و ثواب ہیں۔ اور دوسرا عذاب جہنم کا آخرت کے دن ہے۔ محمد بن اسحاق فرماتے ہیں پہلا عذاب تو یہ کہ اسلام کے احکام بظاہر ماننے پڑے۔ اس سے مطابق عمل کرنا پڑا جو دلی فتنہ کے خلاف ہے۔ دوسرا عذاب قبر کا۔ پھر ان دونوں کے سوا دوسری جہنم کا عذاب۔“ قنادہ کہتے ہیں عذاب دنیا اور عذاب قبر پر عذاب عظیم کی طرف لوٹایا جاتا ہے۔“ مذکور ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے پوشیدہ طور پر بارہ منافقوں کے نام بتائے تھے۔ اور فرمایا تھا کہ ان میں سے چھ دویلہ کافی ہوگا جو جہنم کی آگ کا انگارا ہوگا۔ جو ان کے شانے پر ظاہر ہوگا اور سینے تک پہنچ جائے گا۔ اور چھ بری موت مرے گئے۔ یہی وجہ تھی کہ جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب دیکھتے کہ کوئی ایسا بدانداز شخص مرا ہے تو انتظار کرتے کہ اس کے جنازے کی نماز حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ پڑھتے ہیں یا نہیں؟ اگر وہ پڑھتے تو آپ بھی پڑھتے ورنہ نہ پڑھتے۔ مردی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ کیا میں بھی ان میں ہوں؟ انہوں نے جواب دیا نہیں۔ آپ ان منافقوں میں نہیں۔ اور آپ کے بعد مجھے اس سے کسی پرے خوفی نہیں۔

وَآخِرُونَ اعْتَرَفُوا بِذُنُوبِهِمْ خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا وَآخِرَ سَيِّئًا
عَسَىٰ اللَّهُ أَن يَتُوبَ عَلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ٥٠

اور دوسرے وہ ہیں جنہوں نے اپنے گناہوں کا خود اقرار کر لیا ہے۔ انہوں نے نیک عمل کو دوسرے برے عمل سے غلط ملا کر دیا ہے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول کر لے یہ شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے ○

تسابل اور سستی سے بچو: ☆ (آیت: ۱۰۳) منافقوں کا حال اوپر کی آیتوں میں بیان فرمایا جو اللہ کی راہ کے جہاد سے بے ایمانی، شک اور جھٹلانے کے طور پر جی چراتے ہیں اور شامل نہیں ہوتے۔ اس آیت میں ان کا بیان ہو رہا ہے جو ہیں تو ایمان دار اور سچے یکے مسلمان لیکن سستی اور طلب راحت کی وجہ سے جہاد میں شامل نہ ہوئے۔ انہیں ایک تو اپنے گناہوں کا اقرار ہے اللہ کے سامنے اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ ان کی نیکیاں بھی ہیں۔ پس یہ نیکی بدی والے لوگ اللہ تعالیٰ کے حوالے ہیں۔ اس کی معافی اور درگزر کے ماتحت ہیں۔ یہ آیت کو معین لوگوں کے بارے میں ہے لیکن حکم کے اعتبار سے عام ہے۔ ہر مسلمان جو نیکی کے ساتھ بدی میں بھی ملوث ہو وہ اللہ کے سپرد ہے۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابولہب رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ آیت اتری ہے جب کہ انہوں نے بنو قریظہ سے کہا تھا کہ ذبح ہے اور اپنے ہاتھ سے اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا تھا۔ اور روایت میں ہے کہ ان کے ساتھیوں کے بارے میں یہ آیت اتری ہے۔ یہ لوگ غزوہ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے۔ حضرت ابولہبؓ کے ساتھ اور بھی پانچ یا سات یا نو آدمی تھے۔ جب آنحضرت ﷺ واپس تشریف لائے تو ان بزرگوں نے اپنے آپ کو مسجد نبویؐ کے ستونوں سے باندھ دیا تھا کہ جب تک خود رسول اللہ ﷺ اپنے دست مبارک سے نہ کھولیں گے ہم اس قید سے آزاد نہ ہوں گے۔ جب یہ آیت اتری حضورؐ نے خود آپ ان کے بندھن کھولے اور ان سے درگزر فرمایا۔ بخاری شریف میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں میرے پاس آج رات کو دو آنے والے آئے۔ جو مجھے اٹھا کر لے چلے ہم ایک شہر میں پہنچے جو سونے چاندی کی اینٹوں سے بنا ہوا تھا وہاں ہمیں چند ایسے لوگ ملے جن کا آدھا دھڑ تو بہت ہی سڈول نہایت خوشنما اور خوبصورت تھا اور آدھا نہایت ہی برا اور بد صورت۔ ان دونوں نے ان سے کہا جاؤ اور اس نہر میں غوطہ لگاؤ۔ وہ گئے اور غوطہ لگا کر واپس آئے تو وہ برائی ان سے دور ہو گئی تھی اور وہ نہایت خوبصورت اور اچھے ہو گئے تھے۔ پھر ان دونوں نے مجھ سے فرمایا کہ یہ جنت عدن ہے۔ یہی آپ کی منزل ہے۔ اور جنہیں آپ نے ابھی دیکھا یہ وہ لوگ ہیں جو نیکیوں کے ساتھ بدیاں بھی ملائے ہوئے تھے اللہ تعالیٰ نے ان سے درگزر فرمایا اور انہیں معاف فرمایا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی تفسیر میں اس حدیث کو اسی طرح مختصر اُسی روایت کیا ہے۔

خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا وَصَلَّ
عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَهُمْ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ٥١
إِنَّ اللَّهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَأْخُذُ الصَّدَقَاتِ وَإِنَّ
اللَّهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ٥٢

ان کے مال سے صدقہ لے کہ اس سے تو انہیں پاک صاف کر دے اور ان کے لئے دعائے خیر کر، زکریٰ و دعائے کے لئے تسکین و آرام ہے اللہ تعالیٰ خوب سنتا جانتا ہے ○ کیا یہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور وہی صدقہ لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ تو پہ قبول کرنے والا مہربان ہے ○

صدقہ مال کا ترکیب ہے: ☆ (آیت: ۱۰۳-۱۰۴) اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کو حکم فرماتا ہے کہ آپ ان کے مالوں کا صدقہ لیا کریں۔ تاکہ اس وجہ سے انہیں پاکی اور سترائی حاصل ہو۔ اس کی ضمیر کا مرجع بعض کے نزدیک وہ مسلمان ہیں جنہوں نے اپنی نیکیوں کے ساتھ کچھ برائیاں بھی کر لی تھیں۔ لیکن حکم اس کا عام ہے۔ عرب کے بعض قبیلوں کو اسی سے دھوکا ہوا تھا کہ یہ حکم خاص ہے آنحضرت ﷺ کے ساتھ اسی وجہ سے انہوں نے خلیفہ برحق حضرت ابوبکر صدیق کو (زکوٰۃ کو فرض کیا کہ ان کے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تھا۔ جس پر آپ نے معاف کر دیا) کے ان سے لڑائی کی کہ وہ زکوٰۃ خلیفہ الرسول کو اسی طرح ادا کریں جس طرح رسول اللہ ﷺ کو ادا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ اگر وہ ایک بچہ اونٹنی کا یا ایک رسی بھی نہ دیں گے تو بھی میں ان سے لڑائی جاری رکھوں گا۔ حکم ہوتا ہے کہ ان سے زکوٰۃ لے اور ان کے لئے دعا کریں۔

چنانچہ صحیح مسلم شریف میں ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کے والد آپ کے پاس اپنا صدقہ لے کر آئے تو حسب عادت آپ نے دعا کی کہ اے اللہ! ابی اوفی پر اپنی رحمتیں نازل فرما۔ اسی طرح جب آپ کے پاس کسی قوم کا صدقہ آتا تو آپ ان کے لئے دعا فرماتے۔ ایک عورت نے آپ سے آ کر درخواست کی کہ یا رسول اللہ میرے لئے اور میرے خاوند کے لئے دعا کیجئے۔ آپ نے فرمایا صلی اللہ علیہ وعلیٰ زوجک صَلَوَاتُکَ کی اور قرات صَلَوَاتُکَ ہے۔ پہلی قرات مفرد کی ہے دوسری جمع کی ہے۔ فرماتا ہے کہ تیری دعا ان کے لئے اللہ کی رحمت کا باعث ہے۔ اور ان کے وقار و عزت کا سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ تیری دعاؤں کا سننے والا ہے۔ اور اسے بھی وہ بخوبی جانتا ہے کہ کون ان دعاؤں کا مستحق ہے اور کون اس کا اہل ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی کے لئے دعا کرتے تو اسے اور اس کی اولاد کو اور اس کی اولاد کی اولاد کو بخشتی تھی۔ پھر فرمایا: کیا انہیں اتنا بھی علم نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرمانے والا ہے اور وہی ان کے صدقات لیتا ہے اس میں بندوں کو توبہ اور صدقے کی طرف بہت زیادہ غمت دلاتی ہے۔ یہ دونوں چیزیں گناہوں کو دور کر دینے والی انہیں معاف کرانے والی اور ان کو مٹا دینے والی ہیں۔ توبہ کرنے والوں کی توبہ اللہ عز وجل قبول فرماتا ہے۔ اور حلال کمائی سے صدقہ دینے والوں کا صدقہ اللہ تعالیٰ اپنے دائیں ہاتھ میں لے کر صدقہ کرنے والے کے لئے اسے پالتا ہے۔ یہاں تک کہ ایک کھجور کو واحد کے پہاڑ کے برابر کر دیتا ہے۔

چنانچہ ترمذی وغیرہ میں ہے رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ صدقہ قبول فرماتا ہے۔ اپنے دائیں ہاتھ میں اسے لیتا ہے اور جس طرح تم پنے کو پالنے ہو اسی طرح اللہ تعالیٰ اسے بڑھاتا رہتا ہے یہاں تک کہ ایک ایک کھجور واحد پہاڑ کے برابر ہو جاتی ہے۔ اس کی تصدیق اللہ تعالیٰ عز وجل کی کتاب میں بھی موجود ہے۔ پھر اسی آیت کا یہی جملہ آپ نے تلاوت فرمایا۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی۔ يَمْحَقُ اللَّهُ الْرِّبَا وَيَرْبِّي الصَّدَقَاتِ یعنی سود کو اللہ تعالیٰ مٹاتا ہے اور صدقہ کو بڑھاتا ہے۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں صدقہ اللہ عز وجل کے ہاتھ میں جاتا ہے اس سے پہلے کہ وہ سائل کے ہاتھ میں جائے۔ پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت کی۔ ابن عساکر میں ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مسلمانوں نے جہاد کیا جس میں ان پر حضرت عبدالرحمن بن خالد امام تھے۔ مسلمانوں میں سے ایک شخص نے مال غنیمت میں سے ایک سو روپیہ دینار چرائے۔ جب لشکر وہاں سے لوٹ کر واپس آ گیا تو اسے سخت ندامت ہوئی۔ وہ ان دیناروں کو لے کر امام کے پاس آیا لیکن انہوں نے ان کے لینے سے انکار کر دیا کہ میں اب لے کر کیا کروں؟ لشکر تو محترق ہو گیا۔ کیسے بانٹ سکتا ہوں؟ اب تو تو اسے اپنے پاس ہی رہنے دے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے پاس

ہی لانا۔ اس نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے پوچھا شروع کیا لیکن ہر ایک یہی جواب دیتا رہا۔ یہ مسکین ان دیناروں کو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس لایا اور ہر چند کہا کہ آپ انہیں لے لیجئے لیکن آپ نے بھی نہ لئے۔ اب تو یہ روتا پیٹتا وہاں سے نکلا۔ راستے میں اسے حضرت عبداللہ بن شاعر سلسکی رحمۃ اللہ علیہ ملے۔ یہ مشہور دمشق میں اور اصل میں حمص کے ہیں۔ یہ بہت بڑے فقیہ تھے۔ انہوں نے پوچھا کہ کیوں رورہے ہو؟ اس شخص نے اپنا تمام واقعہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا جو میں کہوں گا وہ کرو گے بھی؟ اس نے کہا یقیناً۔ آپ نے فرمایا جاؤ اور میں تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو دے آؤ۔ یعنی میں دینار۔ اور باقی کے اسی دینار اللہ کی راہ میں اس پورے لشکر کی طرف سے خیرات کر دو۔

اللہ تعالیٰ ان سب کے نام اور مکان جانتا ہے۔ اور وہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے۔ اس شخص نے یہی کیا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو جب یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا واللہ مجھے اگر یہ مسئلہ سوجھ جاتا اور میں اسے یہ فتویٰ دے دیتا تو مجھے اپنی ساری سلطنت اور ملکیت سے زیادہ محبوب تھا۔ اس نے نہایت اچھا فتویٰ دیا۔

**وَقُلْ اَعْمَلُوا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ عَمَلَکُمْ وَرِسُوْلُهُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَاسْتَرْدُّوْنَ
اِلَیْ عَلِمِ الْغِیْبِ وَالشَّہَادَةِ فِیْ نَبِیِّکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۱۰۵**

کہہ دے کہ تم عمل کئے جاؤ۔ تمہارے عمل اللہ آپ دیکھ لے گا اور اس کا رسول اور ایماندار بھی پتھر میں سب اس کی طرف لوٹاے گا جو مجھے کھلے کا جانے والا ہے۔ وہ جسیں جنادے گا جو کچھ تم کرتے رہے تھے ○

اپنے اعمال سے ہوشیار رہو ☆ (آیت: ۱۰۵) جو لوگ اللہ تعالیٰ کے حکموں کی مخالفت کرتے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ ڈرارہا ہے کہ ان کے اعمال اللہ کے سامنے ہیں۔ اور اس کے رسول اور تمام مسلمانوں کے سامنے قیامت کے دن کھلنے والے ہیں۔ چھوٹے سے چھوٹا اور پوشیدہ سے پوشیدہ عمل بھی اس دن سب پر ظاہر ہو جائے گا۔ تمام اسرار کھل جائیں گے۔ دلوں کے بھید ظاہر ہو جائیں گے۔ اور یہ بھی ہوتا ہے کہ کبھی کبھی اللہ تبارک و تعالیٰ لوگوں پر بھی ان کے اعمال دنیا میں ہی ظاہر کر دیتا ہے۔ چنانچہ مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر تم میں سے کوئی کسی خوس پتھر میں گھس کر جس کا نہ دروازہ ہو نہ اس میں کوئی سوراخ ہو کوئی عمل کرے اللہ تعالیٰ اس کے عمل کو لوگوں کے سامنے ظاہر کر دے گا خواہ کیسا ہی عمل ہو۔

ابوداؤد طیحاکی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ زندوں کے اعمال ان کے قبیلوں اور برادر یوں پر پیش کئے جاتے ہیں۔ اگر وہ اچھے ہوتے ہیں تو وہ لوگ اپنی قبروں میں خوش ہوتے ہیں اور اگر وہ برے ہوتے ہیں تو وہ کہتے ہیں الہی انہیں توفیق دے کہ یہ تیرے فرمان پر عامل بن جائیں۔ مسند احمد میں بھی یہی فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ تمہارے اعمال تمہارے خویش و اقارب مردوں کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔ اگر وہ نیک ہوتے ہیں تو وہ خوش ہو جاتے ہیں اور اگر اس کے سوا ہوتے ہیں تو وہ کہتے ہیں یا اللہ انہیں موت نہ آئے جب تک کہ تو انہیں ہدایت عطا نہ فرما جیسے کہ تو نے ہمیں ہدایت دی (لیکن ان روایتوں کی سندیں قابل غور ہیں)۔

صحیح بخاری شریف میں ہے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب تجھے کسی شخص کے نیک اعمال بہت اچھے لگیں تو تو کہہ دے کہ اچھا ہے۔ عمل کئے چلے جاؤ۔ اللہ اور اس کا رسول اور مومن تمہارے اعمال عنقریب دیکھ لیں گے۔ ایک مرفوع حدیث بھی اسی مضمون کی آئی

ہے۔ اس میں ہے کسی کے اعمال پر خوش نہ ہو جاؤ جب تک یہ نہ دیکھ لو کہ اس کا خاتمہ کس پر ہوتا ہے؟ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان ایک زمانہ دراز تک نیک عمل کرتا رہتا ہے کہ اگر وہ اس وقت مرتا تو قطعاً جنتی ہو جاتا۔ لیکن پھر اس کی حالت بدل جاتی ہے اور وہ بد اعمالیوں میں پھنس جاتا ہے۔ اور بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان ایک لمبی مدت تک برائیاں کرتا رہتا ہے کہ اگر اسی حالت میں مرے تو جہنم میں ہی جائے لیکن پھر اس کا حال بدل جاتا ہے اور نیک عمل شروع کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کے ساتھ بھلا ارادہ کرتا ہے تو اسے اس کی موت سے پہلے عامل بنادیتا ہے۔ لوگوں نے کہا ہم اس کا مطلب نہیں سمجھے آپ نے فرمایا مطلب یہ ہے کہ اسے توفیق خیر عطا فرماتا ہے اور اس پر اسے موت آتی ہے۔

وَاٰخَرُونَ مُّرْجُوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ اِمَّا يَعَذِّبُهُمْ وَيَاْمَنُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضُرَارًا وَكُفْرًا وَتَفْرِيقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَارْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ مِنْ قَبْلُ ۝ وَلِيَحْلِفُوْا اِنْ اَرَدْنَا اِلَّا الْحُسْنٰى وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكَاذِبُوْنَ ۝

اور دوسری قسم کے وہ لوگ ہیں کہ ان کا کام ڈھیل میں پڑا ہوا ہے اللہ تعالیٰ کے حکم پر کہ وہ یا تو انہیں عذاب کرے یا انہیں معاف فرمادے اللہ تعالیٰ کا علم وحکمت والا ہے ۝ جن لوگوں نے مسجد بنائی ہے تکلیف پہنچانے اور کفر کرنے اور مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے اور شروع سے جو اللہ اور اس کے رسول سے لڑ رہے ہیں انہیں گھات لگانے کا موقع دینے کے لئے وہ ضرورتیں کھائیں گے کہ ہمارا ارادہ صرف بھلائی کا تھا لیکن اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ بے شک وہ جھٹ جھوٹے ہیں ۝

(آیت: ۱۰۶) اس سے مراد وہ تین بزرگ صحابہ ہیں جن کی توبہ ڈھیل میں پڑ گئی تھی۔ حضرت مرادہ بن ربیع حضرت کعب بن مالک حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ یہ جنگ جوک میں شریک نہیں ہوئے تھے۔ شک اور نفاق کے طور پر نہیں۔ بلکہ سستی راحت طلبی پھلوں کی چنگلی سائے کے حصول وغیرہ کے لئے۔ ان میں سے کچھ لوگوں نے تو اپنے تئیں مسجد کے ستونوں سے باندھ لیا تھا جیسے حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی۔ اور کچھ لوگوں نے ایسا نہیں کیا تھا ان میں یہ تینوں بزرگ تھے۔ پس اوروں کی توبہ قبول ہو گئی اور ان تینوں کا کام پیچھے ڈال دیا گیا یہاں تک کہ آیت لَقَدْ تَابَ اللّٰهُ الْخِ نَازِل ہوئی جو اس کے بعد آ رہی ہے۔ اور اس کا پورا بیان بھی حضرت کعب بن مالک کی روایت میں آ رہا ہے۔ یہاں فرماتا ہے کہ وہ اللہ کے ارادے پر ہیں اگر چاہے سزا دے اگر چاہے معافی دے۔ لیکن ظاہر ہے کہ اس کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے۔ وہ خوب جانتا ہے کہ سزا کے لائق کون ہے۔ اور مستحق معافی کون ہے؟ وہ اپنے اقوال و افعال میں حکیم ہے۔ اس کے سوا نہ تو کوئی معبود نہ اس کے سوا کوئی مربی۔

ایک قصہ ایک عبرت، مسجد ضرار: ☆☆ (آیت: ۱۰۷) ان پاک آجوں کا سبب نزول سنئے! رسول اللہ ﷺ کے شریف سے ہجرت کر کے مدینے پہنچے۔ اس سے پہلے مدینے میں ایک شخص تھا جس کا نام ابوعمر راءب تھا۔ یہ خزرج کے قبیلے میں سے تھا۔ جاہلیت کے زمانے میں نصرانی بن گیا تھا اہل کتاب کا علم بھی پڑھا تھا۔ عابد بھی تھا۔ اور قبیلہ خزرج اس کی بزرگی کا قائل تھا۔ جب حضور ﷺ یہاں آئے مسلمانوں کا اجتماع آپ کے پاس ہونے لگا یہ قوت پکڑنے لگے یہاں تک کہ بدر کی لڑائی ہوئی اور اس میں بھی اللہ تعالیٰ نے انہیں غالب رکھا تو یہ جل بھن گیا۔ حکم کھلا مخالفت و عداوت کرنے لگا اور یہاں سے بھاگ کر کفار مکہ سے مل گیا۔ اور انہیں مسلمانوں سے لڑائی کرنے پر آمادہ کرنے

لگا۔ یہ تو عداوت اسلام میں پاگل ہو رہے تھے۔ تیار ہو گئے اور اپنے ساتھ عرب کے اور بھی بہت سے قبائل کو ملا کر جنگ کے ارادے سے نکل کھڑے ہوئے اور میدان احد میں جم کر لڑے۔ اس لڑائی میں مسلمانوں کا جو حال ہوا وہ ظاہر ہے۔ ان کا پورا امتحان ہو گیا۔ گوانجام کار مسلمانوں کا ہی بھلا ہو۔ اور عاقبت اللہ سے ڈرنے والوں کے لئے ہی ہے۔ اسی فاسق نے مسلمانوں اور کافروں کے درمیان بہت سے گڑھے کھود رکھے تھے جن میں سے ایک میں اللہ کے رسول محترم ﷺ گر پڑے۔ چہرے پر زخم آئے۔ سامنے سے نیچے کی طرف کے چار دانت ٹوٹ گئے۔ سر بھی زخمی ہوا۔ صلوات اللہ وسلامہ علیہ۔ شروع لڑائی کے وقت ہی ابو عامر فاسق اپنی قوم کے پاس گیا اور بہت ہی خوشامد اور چال چلپی کی کہ تم میری مدد و موافقت کرو۔ لیکن انہوں نے بالاقفاق جواب دیا کہ اللہ تیری آنکھیں کھنڈی نہ کرے۔ تو نامراد رہے۔ اے بدکارا! اللہ کے دشمن تو ہمیں راہ حق سے بہکا نے کو آیا ہے؟ الغرض برا بھلا کہہ کر نامید کر دیا گیا۔ یہ لوٹا اور یہ کہتا ہوا کہ میری قوم تو میرے بعد بہت ہی شریر ہو گئی ہے۔ مدینے میں اس ناخبراک کو رسول اللہ ﷺ نے بہت سمجھا تھا۔

قرآن پڑھ پڑھ کر نصیحت کی تھی اور اسلام کی رغبت دلائی تھی لیکن اس نے نہ مانا تھا۔ تو حضور ﷺ نے اس کے لئے بدوعا کی تھی کہ اللہ تعالیٰ اسے کہیں دور دراز ذلت و حقارت کے ساتھ موت دے۔ جب اس نے دیکھا کہ احد میں بھی اس کی چاہت پوری نہ ہوئی اور اسلام کا کلمہ بلندی پر ہی ہے تو یہ یہاں سے شاہ روم ہرقل کے پاس پہنچا اور اسے رسول اللہ ﷺ سے لڑائی کے لئے آدہ کیا۔ اس نے بھی اس سے وعدہ کر لیا اور تمنا کیں دلائیں۔ اس وقت اس نے اپنے ہم خیال لوگوں کو جو منافقانہ رنگ میں مدینے شریف میں رہتے سہتے تھے اور جن کے دل اب تک شک و شبہ میں تھے، لکھا کہ اب میں مسلمانوں کی جزیں کاٹ دوں گا۔ میں نے ہرقل کو آدہ کر دیا ہے۔ وہ لشکر جرار لے کر چڑھائی کرنے والا ہے۔ مسلمانوں کو ناکوں پہنے چہوداے گا اور ان کا جج بھی باقی نہ کرے گا۔ تم ایک مکان مسجد کے نام سے تعمیر کرو تا کہ میرے قاصد جو آئیں وہ وہیں ٹھہریں۔ وہیں مشورے ہوں اور ہمارے لئے وہ پناہ کی اور گھات لگانے کی محفوظ جگہ بن جائے۔ انہوں نے مسجد قبا کے پاس ہی ایک اور مسجد کی تعمیر شروع کر دی اور تبوک کی لڑائی کے لئے آنحضرت ﷺ کی روانگی سے پہلے ہی اسے خوب مضبوط اور پختہ بنالیا۔ اور آ کر آنحضرت ﷺ سے کہنے لگے کہ آپ ہماری مسجد میں تشریف لائیے اور نماز ادا کیجئے۔ تا کہ ہمارے لئے یہ بات حجت ہو جائے اور ہم وہاں نماز شروع کر دیں۔ ضعیف اور کمزور لوگوں کو دور جانے میں بڑی تکلیف ہوتی تھی۔ خصوصاً جاڑے کی راتوں میں کمزور اور بیمار اور معذور لوگ دور دراز کی مسجد میں بڑی دقت سے پہنچتے ہیں۔ اس لئے ہم نے قریب ہی یہ مسجد بنالی ہے۔ آپ نے فرمایا اس وقت تو سفر در پیش ہے پابہ رکاب ہوں ان شاء اللہ والہی میں سہی۔ اس طرح اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے نبی کو اس کفر کے مورچے سے بچالیا۔ جب میدان تبوک سے آپ ﷺ سلامتی اور غنیمت کے ساتھ واپس لوٹے۔

لَا تَقُمْ فِيهِ أَبَدًا لِمَسْجِدٍ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَىٰ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ
أَقْبَحُ أَنْ تَقُومَ فِيهِ ۚ فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا ۚ وَاللَّهُ
يُحِبُّ الْمُطَهَّرِينَ ۝

دیکھو اس میں کبھی کمزور نہ ہونا جس مسجد کی بنیاد اول دن سے ہی پرہیز گاری پر رکھی گئی ہے وہی زیادہ حقدار ہے کہ وہاں کمزور ہو۔ اس میں وہ لوگ ہیں جو پاکیزگی کو

پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بھی پاک رہنے والوں سے محبت رکھتا ہے ○

(آیت: ۱۰۸) ابھی مدینے شریف سے ایک دن یا کچھ کم کے فاصلے پر تھے کہ وحی اللہ نازل ہوئی اور اس مسجد ضرار کی حقیقت آپ پر ظاہر کر دی گئی۔ اور اس کے بانیوں کی نیت کا بھی علم آپ کو کر دیا گیا۔ اور وہاں کی نماز سے روک کر مسجد قبا میں جس کی بنیاد خوف الہی پر رکھی گئی تھی نماز پڑھنے کا حکم صادر ہوا۔ پس آپ نے وہیں سے مسلمانوں کو بھیج دیا کہ جاؤ میرے پیچھے سے پہلے اس مسجد کو توڑ دو۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں ابو عامر خثیبہ ان النصار یوں سے کہہ گیا تھا کہ تم مسجد کے نام سے عمارت بنا لو اور جو تم سے ہو سکے تیاری کر رکھو۔ ہتھیار وغیرہ مہیا کر لو۔ میں شاہ روم قیصر کے پاس جا رہا ہوں اور اس سے مدد لے کر محمد اور اس کے ساتھیوں کو یہاں سے نکال دوں گا۔ پس یہ لوگ جب یہ مسجد تیار کر چکے، حضورؐ سے کہا کہ ہماری چاہت ہے کہ آپ ہماری اس مسجد میں تشریف لاویں۔ وہاں نماز پڑھیں اور ہمارے لئے برکت کی دعا کریں پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری کہ اس مسجد میں ہرگز کھڑے بھی نہ ہوتا۔ اور روایت میں ہے کہ جب آپ ذی ادان میں اترے اور مسجد کی اطلاع ملی تو آپ نے مالک بن خثیم رضی اللہ عنہ اور معن بن عدی رضی اللہ عنہ کو بلوایا۔ ان کے بھائی عمر بن عدی کو بلوایا اور حکم دیا کہ ان خالموں کی مسجد میں جاؤ اور اسے گزادو بلکہ جلا دو۔ یہ دونوں بزرگ تابز توڑ جلدی جلدی چلے۔ سالم بن عوف کے محلے میں جا کر حضرت مالکؓ نے حضرت معنؓ سے فرمایا آپ یہیں ٹھہریے۔ یہ میرے قبیلے کے لوگوں کے مکان ہیں۔ یہاں سے آگ لاتا ہوں۔ چنانچہ گئے اور ایک کھجور کا سلگنا ہواتا لے آئے اور سیدھے اس مسجد ضرار میں پہنچ کر اس میں آگ لگا دی اور کدال چلائی شروع کر دی وہاں جو لوگ تھے ادھر ادھر بھاگ گئے اور ان بزرگوں نے اسی عمارت کو جڑ سے کھود ڈالا۔

پس اس بارے میں یہ آیتیں اتری ہیں۔ اس کے بانی بارہ شخص تھے۔ خدام بن خالد بنوعبید بن زید میں سے جو بنی عمرو بن عوف میں سے ہیں۔ اسی کے گھر میں سے مسجد شقاق نکلی تھی۔ اور ثعلبہ بن حاطب جو بنی عبید میں سے تھا اور بنو عامیہ کے موالی جو ابولہبہ بن عبدالمندر کے قبیلے میں سے تھے۔ قرآن فرماتا ہے کہ یہ لوگ قسمیں کھا کھا کر کہیں گے کہ ہماری نیت نیک تھی۔ لوگوں کے آرام کی غرض سے ہم نے اسے بنایا ہے۔ لیکن اللہ کی گواہی ہے کہ یہ جھوٹے ہیں۔ بلکہ انہوں نے مسجد قبا کو ضرر پہنچانے اور اللہ کے ساتھ کفر کرنے اور مومنوں میں جدائی ڈالنے اور اللہ اور رسولؐ کے دشمنوں کو پناہ دینے کے لئے اسے بنایا ہے۔ یہ کیمن گاہ ہے ابو عامر فاسق کی جو لوگوں میں راہب مشہور ہے۔ اللہ کی لعنتیں اس پر نازل ہوں۔ فرمان ہے ”کہ تو ہرگز اس مسجد میں نہ کھڑا ہوتا۔“ اس فرمان میں آپ کی امت بھی داخل ہے۔ انہیں بھی اس مسجد میں نماز پڑھنی حرام قرار دی گئی۔ پھر رغبت دلانی جاتی ہے کہ مسجد قبا میں نماز ادا کرو۔ جس کی بنیاد اللہ کے ڈر پر اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت پر رکھی گئی ہے اور مسلمانوں کے اتفاق پر اور ان کی خیر خواہی پر بنائی گئی ہے۔ اسی مسجد میں تمہارا نماز پڑھنا درست اور حق بجانب ہے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوار اور پیدل اس مسجد میں آیا کرتے تھے۔ اور حدیث میں ہے کہ جب آپ ہجرت کر کے مدینے شریف پہنچے اور بنی عمرو بن عوف میں ٹھہرے اور اس پاک مسجد کی نور کھی اس وقت خود حضرت جبریل علیہ السلام نے قبلہ کی جہت معین کی تھی۔ واللہ اعلم۔

ابوداؤد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں آیت فبہ رجال مسجد قبا والوں کے بارے میں اتری ہے۔ وہ پانی سے استنجا کیا کرتے تھے۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ امام ترمذی اسے غریب بتلاتے ہیں۔ طبرانی میں ہے اس آیت کے نازل ہونے کے بعد آپؐ نے عویم بن ساعدہ کے پاس آدی بھیج کر دریافت فرمایا کہ آخر یہ کیوں سی طہارت ہے جس کی ثنا اللہ رب العزت بیان فرما رہا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم میں سے جو مرد و عورت پاخانے سے نکلتا ہے وہ پانی سے استنجا کیا کرتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا بس یہی وہ طہارت ہے۔ مسند احمد

میں ہے کہ آنحضرت ﷺ ان کے پاس مسجد قبا میں تشریف لائے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہاری مسجد کے بیان میں تمہاری طہارت کی آج تعریف کی ہے تو بتلاؤ کہ تمہاری وہ طہارت کیسے ہے؟ انہوں نے کہا یا رسول اللہ ہمیں اور تو کچھ معلوم نہیں۔ ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ ہم نے اپنے پڑوسی یہودیوں کی نسبت جب سے یہ معلوم کیا کہ وہ پاخانے سے نکل کر پانی سے پاکی کرتے ہیں ہم نے اس وقت سے اپنا یہی طریقہ کر لیا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے یہ سوال حضرت عویم بن عدی رضی اللہ عنہ سے کیا تھا۔ حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ پانی سے طہارت کرنا ہی وہ پاکیزگی تھی جس کی تعریف اللہ عزوجل نے کی۔ اور روایت میں ان کے جواب میں ہے کہ ہم تو راقۃ کے حکم کی رو سے پانی سے استنجا کرنا لازمی سمجھتے ہیں۔ الغرض جس مسجد کا اس آیت میں ذکر ہے وہ مسجد قبا ہے۔ اس کی تصریح بہت سے سلف صالحین نے کی ہے۔ لیکن ایک صحیح حدیث میں یہ بھی ہے کہ تقویٰ پر بننے والی مسجد مسجد نبوی ہے جو مدینے شریف کے درمیان ہے۔ غرض ان دونوں باتوں میں کوئی اختلاف نہیں جب کہ مسجد قبا شروع دن سے تقویٰ کی بنیادوں پر ہے تو مسجد نبوی اس وصف کی اس سے بھی زیادہ مستحق ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ جو مسجد اللہ کے ڈر پر بنائی گئی ہے وہ یہ میری مسجد ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ دو شخصوں میں اس بارے میں اختلاف ہوا کہ اس آیت میں کوئی مسجد مراد ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ میری یہ مسجد ہے۔ ان دونوں میں سے ایک کا قول تھا کہ یہ مسجد مسجد قبا ہے اور دوسرے کا قول تھا کہ یہ مسجد مسجد نبوی ہے۔ یہ حدیث ترمذی، نسائی وغیرہ میں ہے۔ ان دونوں شخصوں میں سے ایک تو بخود رخہ قبیلہ کا تھا اور دوسرا بنو عمرو بن عوف میں سے تھا۔ خدری کا دعویٰ تھا کہ یہ مسجد نبوی ہے اور عمری کہتا تھا مسجد قبا ہے۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر جا کر در یافت فرماتے ہیں کہ وہ مسجد کہاں ہے جس کی بنیادیں شروع سے ہی پرہیزگاری پر ہیں۔ آپؐ نے کچھ کنکر اٹھا کر انہیں زمین پر پھینک کر فرمایا وہ تمہاری یہی مسجد ہے۔ یہ حدیث صحیح مسلم شریف میں بھی ہے۔ سلف کی اور خلف کی ایک جماعت کا قول یہ بھی ہے (اس سے مراد یہ دونوں مسجد ہیں۔ واللہ اعلم) اللہ تعالیٰ کی اس فرمان سے ثابت ہوا کہ جن اگلی مسجدوں کی پہلے دن سے بنیاد اللہ کے تقویٰ پر رکھی گئی ہو وہاں نماز پڑھنا مستحب ہے۔ اور جہاں اللہ کے نیک بندوں کی جماعت ہو جو دین کے حامل ہوں وضو اچھی طرح کرنے والے ہوں کامل طہارت کے ساتھ رہنے والے ہوں گندگیوں سے دور ہوں ان کے ساتھ نماز پڑھنا مستحب ہے۔

مسند کی حدیث میں ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو صبح کی نماز پڑھائی جس میں سورہ روم پڑھی۔ اس میں آپؐ کو کچھ دہم سا ہو گیا۔ نماز سے فارغ ہو کر آپؐ نے فرمایا قرآن کریم کی قرات میں غلط ملط ہو جانے کا باعث تم میں سے وہ لوگ ہیں جو ہمارے ساتھ نماز میں شامل ہوتے ہیں لیکن وضو اچھی طرح نہیں کرتے۔ ہمارے ساتھ کے نمازیوں کو وضو نہایت عمدہ کرنا چاہئے۔ اس حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ طہارت کا کمال اللہ کی عبادتوں کے بجالانے انہیں پوری کرنے اور کامل کرنے اور شرعی حیثیت سے بجالانے میں سہولت پیدا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ پاک رہنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔ حضرت ابو العالیہ فرماتے ہیں کہ پانی سے استنجا کرنا بے شک طہارت ہے۔ لیکن اعلیٰ طہارت گناہوں سے بچنا ہے۔ حضرت امش فرماتے ہیں گناہوں سے توبہ کرنا اور شرک سے بچنا پوری پاکیزگی ہے۔ اوپر حدیث گزر چکی کہ جب اہل قبا سے ان کی اس اللہ کی پسندیدہ طہارت کی نسبت رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا تو انہوں نے اپنے جواب میں پانی سے استنجا کرنا بیان کیا۔ پس یہ آیت ان کے حق میں اتاری ہے۔ بزار میں ہے کہ انہوں نے کہا ہم تقویٰ سے صفائی کر

کے پھر پانی سے دھو تے ہیں۔ لیکن اس روایت میں محمد بن عبدالعزیز کا زہری سے تفرد ہے اور ان سے بھی ان کے بیٹے کے سوا اور کوئی راوی نہیں۔ اس حدیث کو ان لفظوں سے میں نے یہاں صرف اس لئے وارد کیا ہے کہ فقہاء میں یہ مشہور ہے لیکن محدثین کل کے کل اسے معروف نہیں بتاتے۔ خصوصاً متاخرین لوگ۔ واللہ اعلم۔

أَفَمَنْ آسَسَ بُنْيَانَهُ عَلَى تَقْوَىٰ مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ أَمْ
مَنْ آسَسَ بُنْيَانَهُ عَلَىٰ شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانَهَا رَبُّهُ فِي نَارٍ
جَهَنَّمَ ۚ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝ لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِي
بَنَوْا رِيبَةً فِي قُلُوبِهِمْ إِلَّا أَنْ تَقَطَّعَ قُلُوبُهُمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝

کیا وہ شخص جس نے اپنی عمارت کی بنیاد اللہ تعالیٰ کے ڈر پر رکھی بہتر ہے یا وہ جس نے اپنی عمارت کی بنیاد گرہ پڑنے والی کھائی کے کنارے پر رکھی جو اسے جہنم کی آگ میں لے کرے۔ اللہ تعالیٰ انصافوں کی رہبری نہیں فرماتا ۝ ان کی بنائی ہوئی یہ عمارت تو یہ کہیں کیلئے ان کے دلوں میں شک و شبہ کا باعث ہی رہے گی ہاں یہ اور بات ہے کہ انکے دلوں کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں اللہ خوب جانتے والا اور کامل حکمتوں والا ہے ۝

(آیت: ۱۰۹-۱۱۰) وہ کہ جس نے اللہ کے ڈر اور اللہ کی رضا کی طلب کے لئے بنیاد رکھی اور جس نے مسلمانوں کو ضرر پہنچانے اور کفر کرنے اور پھوٹ ڈلوانے اور مخالفین اللہ و رسول کو پناہ دینے کے لئے بنیاد رکھی یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ یہ دوسری قسم کے لوگ تو اپنی بنیاد اس خندق کے کنارے پر رکھتے ہیں جس میں آگ بھری ہوئی ہو اور وہ بھی وہ بنیاد ایسی کمزور کہ آگ میں جھک رہی ہو۔ ظاہر ہے کہ ایک دن وہ آگ میں گر پڑے گی۔ ظالموں اور فسادپوں کے کام کبھی نیک نتیجہ نہیں ہوتے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں مسجد ضرار سے دھواں نکلتے دیکھا۔ امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ ہم سے ذکر کیا گیا ہے کہ جن لوگوں نے اس مسجد کو توڑا اور اس کی بنیادیں اکھیر بھینکیں انہوں نے اس کے نیچے سے دھواں اُٹھتا پایا۔ خلف بن یامین کہتے ہیں میں نے منافقوں کی اس مسجد ضرار کو جس کا ذکر ان آیتوں میں ہے دیکھا ہے کہ اس کے ایک پتھر سے دھواں نکل رہا تھا۔ اب وہ کوڑا کرکٹ ڈالنے کی جگہ بنی ہوئی ہے۔ ان کے اس بدکردت کی وجہ سے ان کے دل میں نفاق جگہ پکڑ گیا ہے جو کبھی بھی ٹلنے والا نہیں۔ یہ شک و شبہ میں ہی رہیں گے جیسے کہ بنی اسرائیل کے وہ لوگ جنہوں نے تمغرا پوہا تھا۔ ان کے دلوں میں بھی اس کی محبت گھر کر گئی تھی۔ ہاں جب ان کے دل پاش پاش ہو جائیں یعنی وہ خود مر جائیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندوں کے اعمال سے خبردار ہے۔ اور خیر و شر کا بدلہ دینے میں باحکمت ہے۔

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِآنَ لَهُمُ
الْجَنَّةُ ۖ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ وَعَدَا عَلَيْهِ
حَقًّا فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ وَالْفُرْآنِ ۚ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ
مِنَ اللَّهِ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُمْ بِهِ ۖ وَذَٰلِكَ

هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿۱۱﴾

اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لئے ہیں اس قیمت پر کہ ان کے لئے جنت ہے۔ وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں پھر مارتے ہیں اور شہید بھی ہوتے ہیں۔ یہ وعدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر واجب کر لیا ہے تو راقعین اور انجیل میں اور قرآن میں بھی۔ اللہ سے زیادہ وعدے کا پورا کرنے والا اور کون ہو سکتا ہے۔ پس تمہیں اس خرید و فروخت پر خوش ہو جانا چاہیے جو تم نے کی ہے۔ یہی ہے زبردست کامیابی ○

مجاہدین کے لیے استثنائی انعامات: ☆ ☆ (آیت ۱۱۱) اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ مومن بند۔ جب راہ حق میں اپنے مال اور اپنی جانیں دیں اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں اپنے فضل و کرم اور لطف و رحم سے انہیں جنت عطا فرمائے گا۔ بندہ اپنی چیز جو درحقیقت اللہ تعالیٰ کی ہی ہے اس کی راہ میں خرچ کرتا ہے تو اس کی اس اطاعت گزاری سے مالک الملک خوش ہو کر اس پر اپنا اور فضل کرتا ہے۔ سبحان اللہ کتنی زبردست اور گراں قیمت چیز پروردگار کیسی حقیر چیز پر دیتا ہے۔ دراصل ہر مسلمان اللہ سے یہ سودا کر چکا ہے۔ اسے اختیار ہے کہ وہ اسے پورا کرے یا یونہی اپنی گردن میں لٹکائے ہوئے دنیا سے اٹھ جائے۔ اسی لئے مجاہدین جب جہاد کے لئے جاتے ہیں تو کہا جاتا ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ سے بیوپار کیا۔ یعنی وہ خرید و فروخت جسے وہ پہلے سے کر چکا تھا اس نے پوری کی۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے لیلیۃ العقبہ میں بیعت کرتے ہوئے کہا کہ اے اللہ کے رسول! اپنے رب کے لئے اور اپنے لئے جو چاہیں شرط منوالیں۔ آپؐ نے فرمایا میں اپنے رب کے لئے تم سے یہ شرط قبول کرتا ہوں کہ اس کی عبادت کرنا۔ اس کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ کرنا۔ اور اپنے لئے تم سے اس بات کی پابندی کرتا ہوں کہ جس طرح اپنی جان و مال کی حفاظت کرتے ہو میری بھی حفاظت کرنا۔ حضرت عبداللہ نے پوچھا جب ہم یونہی کریں تو ہمیں کیا ملے گا؟ آپؐ نے فرمایا جنت۔ یہ سنتے ہی خوشی سے کہنے لگے واللہ اس سودے میں تو ہم بہت ہی نفع میں رہیں گے۔ پس اب پختہ بات ہے نہ ہم اسے توڑیں گے نہ توڑنے کی درخواست کریں گے۔ پس یہ آیت نازل ہوئی۔ یہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں نہ اس کی پرواہ ہوتی ہے کہ ہم مارے جائیں گے نہ اللہ کے دشمنوں پر وار کرنے میں انہیں تامل ہوتا ہے۔ مرتے ہیں اور مارتے ہیں۔ ایسوں کے لئے یقیناً جنت واجب ہے۔

بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ جو شخص راہ اللہ میں نکل کھڑا ہو جہاد کے لئے رسولوں کی سچائی مان کر اسے یا تو فوت کر کے بہشت بریں میں اللہ تبارک و تعالیٰ لے جاتا ہے یا پورے پورے اجرو اور بہترین نعمتیں کے ساتھ واپس اسے لوٹاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بات اپنے ذمے ضروری کر لی ہے اور اپنے رسولوں پر اپنی بہترین کتابوں میں نازل بھی فرمائی ہے۔ حضرت موسیٰ پر اتاری ہوئی تورات میں حضرت عیسیٰ پر اتاری ہوئی انجیل میں اور حضرت محمدؐ پر اتارے ہوئے قرآن میں اللہ کا یہ وعدہ موجود ہے۔ صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین۔ اللہ بھی وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ اللہ سے زیادہ وعدوں کا پورا کرنے والا اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ نہ اس سے زیادہ سچائی کسی کی باتوں میں ہوتی ہے۔ جس نے اس خرید و فروخت کو پورا کیا اس کے لئے خوشی ہے اور مبارکباد ہے۔ وہ کامیاب ہے۔ اور جنتوں کی ادبی نعمتوں کا مالک ہے۔

الْشَّابُّونَ الْعَبْدُونَ الْحَمِيدُونَ السَّابِّحُونَ الرَّكَعُونَ السَّجِدُونَ
الْأَمْرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّاهُونَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحَفِظُونَ لِحُدُودِ اللَّهِ
وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۲﴾

یہ لوگ توبہ کرنے والے عبادت گزار اللہ کی تعریفیں کرنے والے اللہ کی راہ میں سفر کرنے والے رکوع سجدوں میں مشغول رہنے والے اچھے کاموں کا حکم کرنے والے
بری باتوں سے روکنے والے اللہ تعالیٰ کی حد بندیوں کی حفاظت کرنے والے ہوتے ہیں تو ان مسلمانوں کو بشارتیں سنا دے ○

مومنین کی صفات: ☆ ☆ (آیت: ۱۱۲) جن مومنوں کا اوپر ذکر ہوا ہے ان کی پاک اور بہترین صفیتیں بیان ہو رہی ہیں کہ وہ تمام
گناہوں سے توبہ کرتے رہتے ہیں برائیوں کو چھوڑتے جاتے ہیں۔ اپنے رب کی عبادت پر جمے رہتے ہیں ہر قسم کی عبادتوں کی حفاظت
کرتے ہیں، قوی عبادت ہو یا فعلی یہ بجالاتے ہیں چونکہ قوی عبادتوں میں خاص طور پر قابل ذکر چیز اللہ کی حمد و ثنا ہے اس لئے وہ اس کی حمد
بکثرت ادا کرتے ہیں۔ اور فعلی عبادتوں میں خصوصیت کے ساتھ افضل عبادت روزہ ہے۔ اس لئے وہ اسے بھی اچھائی سے رکھتے ہیں۔
کھانے کو پینے کو جماع کو ترک کر دیتے ہیں۔ یہی مراد لفظ سائحون سے یہاں ہے۔ یہی وصف آنحضرت ﷺ کی بیویوں کا قرآن
نے بیان فرمایا ہے اور یہی لفظ سائحات وہاں بھی ہے۔ رکوع و سجود کرتے رہتے ہیں یعنی نماز کے پابند ہیں۔ ان اللہ کی عبادتوں کے
ساتھ ہی ساتھ حقوق کے نفع سے بھی غافل نہیں۔ اللہ کی اطاعت کا ہر ایک کو حکم کرتے ہیں۔ برائیوں سے روکتے رہتے ہیں۔ خود علم حاصل کر
کے بھلائی برائی میں تمیز کر کے احکام الہی کی حفاظت کر کے پھر اوروں کو بھی اس کی رغبت دیتے ہیں۔ حق تعالیٰ کی عبادت اور اس کی مخلوق کی
حفاظت دونوں زیر نظر رہتے ہیں۔ یہی باتیں ایمان کی ہیں اور یہی اوصاف مومنوں کے ہیں۔ انہیں خوش خبریاں ہوں۔ حضرت ابن مسعود
سیاحت سے مراد روزہ لیتے ہیں۔ اسی طرح ابن عباس بھی بلکہ آپ سے مروی ہے کہ قرآن کریم میں جہاں کہیں یہ لفظ آیا ہے وہاں یہی
مطلب ہے۔ ضحاک بھی یہی کہتے ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اس امت کی سیاحت روزہ ہے۔ مجاہد سعید عطاء عبدالرحمن ضحاک سفیان وغیرہ
کہتے ہیں کہ مراد سَائِحُونَ سے صائمون ہے۔ یعنی جو روزے رمضان کے رکھیں۔ ابو عمرو کہتے ہیں روزہ پر دوام کرنے والے۔ ایک
مرفوع حدیث میں بھی ہے کہ مراد سَائِحُونَ سے روزے دار ہیں لیکن اس حدیث کا موقوف ہونا ہی زیادہ صحیح ہے۔ ایک مرسل حدیث میں
ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے اس لفظ کا مطلب پوچھا گیا تو آپ نے یہی فرمایا۔ تمام اقوال سے زیادہ صحیح اور زیادہ مشہور تو یہی قول ہے اور
ایسی دلیلیں بھی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ مراد سیاحت سے اللہ کی راہ میں جہاد ہے۔ ابوداؤد میں ہے کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ
مجھے سیاحت کی اجازت دیجئے۔ آپ نے فرمایا میری امت کی سیاحت اللہ کی راہ میں جہاد کرنا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ
کی مجلس میں سیاحت کا ذکر آیا تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کے بدلے اپنی راہ کا جہاد اور ہر اونچائی پر اللہ اکبر کہنا عطا فرمایا ہے۔
حضرت عکرمہ فرماتے ہیں مراد اس سے علم دین کے طالب علم ہیں۔ عبدالرحمن فرماتے ہیں اللہ کی راہ کے مہاجر ہیں۔ بعض لوگ
صوفیہ طبقہ کے جو اس سے مراد لیتے ہیں کہ زمین کی سیر کرنی سفر میں رہنا اور اھر اھر جانا آنا پہاڑوں دروں جنگلوں اور بنوں میں پھرنا اس کا
نام سیاحت ہے۔ یہ محض غلط فہمی ہے یہ سیاحت شروع نہیں۔ ہاں خدا نخواستہ اگر مسیحتی میں رہنے سے دین میں کوئی فتنہ پڑنے کا اندیشہ ہو تو اور
بات ہے۔ جیسے کہ صحیح بخاری شریف میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں قریب ہے کہ مومن کا سب سے بہتر مال بکریاں بن جائیں جن
کے پیچھے وہ پہاڑوں کی چوٹیوں اور بارش برسنے کی جگہوں میں پڑا رہے۔ اپنے دین کو لے کر فتنوں سے بھاگنا اور بچنا ہے۔ اللہ کی حدوں کی
حفاظت کرنے والے یعنی بقل ابن عباس اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر قائم رہنے والے۔ بقل حسن بصری فرائض کی پابندی کرنے والے۔ اللہ
تعالیٰ کے حکم کے بجالانے والے۔

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا
أُولَىٰ قُرْبَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ۝
وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ إِلَّا عَنْ مَوْعِدَةٍ وَعَدَهَا
إِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِلَّهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَأَوَّاهٌ
حَلِيمٌ ۝

نبی کو اور ایمان داروں کو یہ لائق ہی نہیں کہ مشرکوں کے لئے استغفار کریں گو وہ قربت داری کیوں نہ ہوں؟ اس کے بعد کہ ان پر یہ ظاہر ہو چکا ہے کہ وہ دوزخی ہیں ○
ابراہیم کا اپنے والد کے لئے استغفار تو صرف اس وعدے کی وجہ سے تھا جو وہ اس سے کر چکا تھا پھر جب اس پر کھل گیا کہ وہ دشمن رب ہے تو وہ اسی وقت اس سے
بیزار ہو گیا ابراہیم تو بڑا ہی نرم دل و بردبار تھا ○

مشرکین کے لیے دعائے مغفرت کی نبی اکرم ﷺ کو ممانعت: ☆ ☆ (آیت: ۱۱۳-۱۱۴) مسند احمد میں ہے کہ ابوطالب کی موت
کے وقت اس کے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لے گئے۔ وہاں اس وقت ابو جہل اور عبد اللہ بن ابی امیہ بھی تھا۔ آپ نے فرمایا: اچھا لا الہ
الا اللہ کہہ لے۔ اس کلمے کی وجہ سے اللہ عز و جل کے ہاں میں تیری سفارش تو کر سکوں۔ یہ سن کر ان دونوں نے کہا کہ اے ابوطالب کیا تو
عبد المطلب کے دین سے پھر کر جائے گا؟ اس پر اس نے کہا کہ میں تو عبد المطلب کے دین پر ہوں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: خیر میں جب
تک منع نہ کر دیا جاؤں تیرے لئے بخشش مانگا رہوں گا۔ لیکن آیت مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ اِتْرٰی یعنی نبی کو اور مومنوں کو لائق نہیں کہ وہ مشرکوں
کے لئے بخشش مانگیں گو وہ ان کے قریبی رشتہ داری ہوں۔ ان پر تو یہ ظاہر ہو چکا ہے کہ یہ مشرک جہنمی ہیں۔ اسی بارے میں آیت اِنَّكَ لَا
تَهْدِي السَّبْعَ اِتْرٰی ہے۔ یعنی تو جسے عبت کرنے اے راہ نہیں دکھا سکتا بلکہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے راہ دکھاتا ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کی زبانی اپنے مشرک ماں باپ کے لئے استغفار سن کر اس سے کہا کہ تو مشرکوں کے لئے استغفار کرتا
ہے؟ اس نے جواب دیا کہ کیا حضرت ابراہیم نے اپنے باپ کے لئے استغفار نہیں کیا؟ فرماتے ہیں میں نے جا کر یہ ذکر نبی ﷺ سے کیا۔
اس پر یہ آیت اِتْرٰی۔ کہا جب کہ وہ مر گیا پھر میں نہیں جانتا یہ قول مجاہد کا ہے۔ مسند احمد میں ہے ہم تقریباً ایک ہزار آدمی رسول اللہ ﷺ کے
ساتھ ایک سفر میں تھے۔ آپ منزل پر اترے۔ دو رکعت نماز ادا کی۔ پھر ہماری طرف منہ کر کے بیٹھے۔ اس وقت آپ کی آنکھوں سے آنسو
جاری تھے۔ حضرت عمرؓ یہ دیکھ کر تاب نہ لائے۔ اٹھ کر عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں کیا بات ہے؟ آپ نے فرمایا بات یہ ہے
کہ میں نے اپنے رب عز و جل سے اپنی والدہ کے لئے استغفار کرنے کی اجازت طلب کی تو مجھے اجازت نہ ملی۔ اس پر میری آنکھیں بھر
آئیں کہ میری ماں ہے اور جہنم کی آگ ہے۔ اچھا اور سنو میں نے تمہیں تین چیزوں سے منع کیا تھا۔ اب وہ ممانعت ہٹ گئی ہے۔ زیارت
قبور سے منع کیا تھا۔ اب تم کرو کیونکہ اس سے تمہیں بھلائی یاد آئے گی۔ میں نے تمہیں تین دن سے زیادہ قربانی کے گوشت کو روکنے سے منع
فرمایا تھا۔ اب تم کھاؤ اور جس طرح چاہو روک رکھو۔ اور میں نے تمہیں بعض خاص برتنوں میں پینے کو منع فرمایا لیکن اب تم جس برتن میں
چاہو پی سکتے ہو۔ لیکن خبردار نشے والی چیز ہرگز نہ پینا۔

ان جریہ میں ہے کہ مکہ شریف آتے ہوئے رسول اللہ ﷺ ایک نشان قبر کے پاس بیٹھ گئے اور کچھ دیر خطاب کر کے آپ کھڑے

ہوئے۔ ہم نے پوچھا کہ یا رسول اللہ یہ کیا بات تھی؟ آپؐ نے فرمایا میں نے اپنے پروردگار سے اپنی ماں کی قبر کے دیکھنے کی اجازت مانگی۔ وہ تو مل گئی لیکن اس کے لئے استغفار کرنے کی اجازت مانگی تو نہ ملی۔ اب جو آپؐ نے رونا شروع کیا تو ہم نے تو آپؐ کو کبھی ایسا اور اتنا روتے نہیں دیکھا۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ آپؐ قبرستان کی طرف نکلے۔ ہم بھی آپؐ کے ساتھ تھے۔ وہاں آ کر آپؐ ایک قبر کے پاس بیٹھ کر دیر تک مناجات میں مشغول رہے۔ پھر رونے لگے۔ ہم بھی خوب روئے۔ پھر کھڑے ہوئے تو ہم سب بھی کھڑے ہو گئے۔ آپؐ نے حضرت عمرؓ کو اور ہمیں بلا کر فرمایا کہ تم کیسے روئے؟ ہم نے کہا کہ آپؐ کو روتا دیکھ کر۔ آپؐ نے فرمایا۔ یہ قبر میری ماں آمنہؓ کی تھی۔ میں نے اسے دیکھنے کی اجازت چاہی تھی جو مجھے ملی تھی۔ اور روایت میں ہے کہ دعا کی اجازت نہ ملی اور آیت ماکان الخ اتری پس جو ماں کی محبت میں صدمہ ہونا چاہئے مجھے ہوا۔ دیکھو میں نے زیارت قبر کی تمہیں ممانعت کی تھی لیکن اب میں رخصت دیتا ہوں۔ کیونکہ اس سے آخرت یاد آتی ہے۔

طبرانی میں ہے کہ غزوہ تبوک کی واپسی میں عمرؓ کے وقت منیہ عسکان سے اترتے ہوئے آپؐ نے اپنے صحابہؓ سے فرمایا تم عقبہ میں ٹھہرو۔ میں ابھی آیا۔ وہاں سے اتر کر آپؐ اپنی والدہ کی قبر پر گئے۔ اللہ تعالیٰ سے دیر تک مناجات کرتے رہے۔ پھر پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کیا۔ آپؐ کے رونے سے سب لوگ رونے لگے اور یہ سمجھے کہ آپؐ کی امت کے بارے میں کوئی نئی بات پیدا ہوئی جس سے آپؐ اس قدر رو رہے ہیں۔ انہیں روتا دیکھ کر رسول اللہ ﷺ واپس پلٹے اور دریافت فرمایا کہ تم لوگ کیوں رو رہے ہو؟ انہوں نے جواب دیا آپؐ کو روتا دیکھ کر اور یہ سمجھ کر شاید آپؐ کی امت کے بارے میں کوئی ایسا نیا حکم اتر جا جو طافت سے باہر ہے۔ آپؐ نے فرمایا سنو بات یہ ہے کہ یہاں میری ماں کی قبر ہے۔ میں نے اپنے پروردگار سے قیامت کے دن اپنی ماں کی شفاعت کی اجازت طلب کی لیکن اللہ تعالیٰ نے عطا نہیں فرمائی تو میرا دل بھرا یا اور میں رونے لگا۔ جبرئیل آئے اور مجھ سے فرمایا ابراہیم کا استغفار اپنے باپ کے لئے صرف ایک وعدے سے تھا جس کا وعدہ ہو چکا تھا لیکن جب اس پر کھل گیا کہ اس کا باپ اللہ کا دشمن ہے تو وہ فوراً بے زار ہو گیا۔ پس آپؐ بھی اپنی ماں سے اسی طرح بیزار ہو جائیے جس طرح حضرت ابراہیمؑ اپنے باپ سے بیزار ہو گئے۔ پس مجھے اپنی ماں پر رحم اور ترس آیا۔

پھر میں نے دعا کی کہ میری امت پر سے چار سختیاں دور کر دی جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے دو دو دور فرمادیں لیکن دو کے دور فرمانے سے انکار فرمادیا (۱) آسمان سے پتھر برس کر ان کی ہلاکت (۲) زمین میں انہیں دھنسا کر ان کی ہلاکت (۳) ان میں پھوٹ اور اختلاف کا بڑنا (۴) ان میں ایک کو ایک سے ایذا نہیں پہنچنا۔ ان چاروں چیزوں سے بچاؤ کی میری دعا تھی۔ دو پہلی چیزیں تو مجھے عنایت ہو گئیں۔ میری امت آسمانی پتھراؤ سے اور زمین میں دھنسائے جانے سے تو بچادی گئی۔ ہاں آپس کا اختلاف آپس کی سرپھنوں نے نہیں اٹھی۔ آپؐ کی والدہ کی قبر ایک ٹیلے تلے تھی۔ اس لئے آپؐ راستے سے گھوم کر وہاں گئے تھے۔ یہ روایت غریب ہے اور سیاق عجیب ہے۔ لیکن اس سے بھی زیادہ غریب اور منکرہ روایت ہے جو امام خطیب بغدادی نے اپنی کتاب بنام سابق لائق میں مجہول سند سے وارد کی ہے جس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی والدہ کو زندہ کر دیا۔ وہ ایمان لائیں۔ پھر مر گئیں۔ اسی طرح کی سبیلی کی ایک روایت ہے جس میں ایک نہیں کئی ایک راوی مجہول ہیں۔ اس میں ہے کہ آپؐ کے ماں باپ دونوں دوبارہ زندہ ہوئے۔ پھر ایمان لائے۔ ابن دبیہ نے اسی روایت پر نظریں جم کر کہا ہے کہ یہ نئی زندگی اسی طرح کی ہے جس طرح مروی ہے کہ سورج ڈوب جانے کے بعد واپس لوٹا اور حضرت علیؓ نے نماز عصر ادا کی۔ طحاوی تو کہتے ہیں کہ سورج والی یہ روایت ثابت ہے۔ قرطبی کہتے ہیں ان کی دوبارہ کی زندگی شرعاً یا عقلاً ممکن نہیں۔ کہتے ہیں میں نے سنا ہے کہ آپؐ کے چچا ابو طالب کو بھی اللہ تعالیٰ نے زندہ کیا اور وہ آپؐ پر ایمان لایا۔ میں کہتا ہوں اگر صحیح روایت سے یہ روایتیں ثابت ہوں تو بے شک مانع کوئی نہیں (لیکن تینوں روایتیں محض گپ ہیں) واللہ اعلم۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں آپؐ نے ارادہ کیا کہ اپنی ماں کے لئے استغفار کریں۔ اس

آیت میں اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا۔ تو آپؐ نے حضرت ابراہیم کے استغفار کو پیش کیا۔ اس کا جواب آیت وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ الْخَالِئِ میں مل گیا۔ فرماتے ہیں اس آیت سے پہلے مشرکین کے لئے استغفار کیا جاتا تھا۔ اب ممنوع ہو گیا۔ ہاں زندوں کے لئے جائز رہا۔ لوگوں نے آکر حضور سے کہا کہ ہمارے بڑوں میں ایسے بھی تھے جو بڑوں کا اکرام کرتے تھے۔ صلہ رحمی کرتے تھے۔ غلام آزاد کرتے تھے۔ ذمہ داری کا خیال رکھتے تھے۔ تو کیا ہم ان کے لئے استغفار نہ کریں؟ آپؐ نے فرمایا 'کیوں نہیں' میں بھی اپنے والد کے لئے استغفار کرتا ہوں جیسے کہ حضرت ابراہیم اپنے والد کے لئے کرتے تھے۔ اس پر آیت مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ الْخَالِئِ سے الْحَجَّجِمْ نیک نازل ہوئی۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا عذر بیان ہوا اور فرمایا وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ الْخَالِئِ مذکور ہے کہ نبی اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے چند باتیں وحی کی ہیں جو میرے کانوں میں گونج رہی ہیں اور میرے دل میں جگہ پکڑے ہوئے ہیں۔ مجھے حکم فرمایا گیا کہ میں کسی ایسے شخص کے لئے استغفار نہ کروں جو شرک پر مہمرا ہو اور یہ کہ جو شخص اپنا قاتل مال دے دے اس کے لئے یہی افضل ہے اور جو روک رکھے اس کے لئے برائی ہے۔ ہاں برا بر برابر حسب ضرورت پر اللہ کے ہاں ملامت نہیں۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں ایک یہودی مر گیا جس کا ایک لڑکا تھا لیکن وہ مسلمان تھا۔ اس لئے اپنے باپ کے جنازے میں وہ شریک نہ ہوا۔ جب حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو یہ بات معلوم ہوئی تو فرمانے لگے اسے جنازے میں جانا چاہئے تھا اور دفن میں بھی موجود رہنا چاہئے تھے اور باپ کی زندگی تک اس کے لئے بد اسٹیجی دعا کرنی چاہئے تھی۔ ہاں موت کے بعد اسے اس کی حالت پر چھوڑ دیتا۔ پھر آپؐ نے آیت وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ الْخَالِئِ تلاوت فرمائی کہ حضرت ابراہیمؑ نے یہ طریقہ نہیں چھوڑا۔ اس کی صحت کی گواہ ابو داؤد وغیرہ کی یہ روایت بھی ہو سکتی ہے کہ ابوطالب کی موت پر حضرت علی رضی اللہ عنہ آ کر کہتے ہیں کہ یا رسول اللہ آپؐ کے بوڑھے چچا گمراہ مر گئے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا جاؤ انہیں دفن کر سیدھے میرے پاس آؤ۔ مروی ہے کہ جب ابوطالب کا جنازہ حضورؐ کے پاس سے گزرا تو آپؐ نے فرمایا میں تو تجھ سے صلہ رحمی کا رشتہ بھا چکا۔

حضرت عطابن ابی رباح فرماتے ہیں میں توبہ کی طرف منہ کرنے والوں میں سے کسی کے جنازے کی نماز نہ چھوڑوں گا۔ گو وہ کوئی جشن زنا سے حاملہ ہی ہو۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے مشرکوں پر ہی نماز و دعا حرام کی ہے اور فرمایا ہے مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ الْخَالِئِ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے سنا کہ وہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے جو ابو ہریرہؓ اور اس کی ماں کے لئے استغفار کرے۔ تو اس نے کہا 'باپ کے لئے بھی۔ آپؐ نے فرمایا۔ نہیں اس لئے کہ میرا باپ شرک پر مہمرا ہے۔ آیت میں فرمان الہی ہے کہ جب حضرت ابراہیمؑ پر اپنے باپ کا دشمن ہونا نکل گیا یعنی وہ کفر پر مہمرا ہو گیا، مروی ہے کہ قیامت کے دن جب حضرت ابراہیمؑ سے ان کا باپ ملے گا، کہایت سراسیمگی پریشانی کی حالت میں چہرہ غبار آلود اور کالا پڑا ہوا ہوگا کہے گا کہ ابراہیمؑ آج میں تیری نافرمانی نہ کروں گا۔ حضرت ابراہیمؑ جناب باری میں عرض کریں گے کہ میرے رب تو نے مجھے قیامت کے دن رسوا نہ کرنے کا وعدہ کیا ہوا ہے۔ اور میرا باپ تیری رحمت سے دور ہو کر عذابوں میں مبتلا ہو۔ یہ بہت بڑی رسوائی ہے۔ اس پر فرمایا جائے گا کہ اپنی پٹہ پیچھے دیکھو۔ دیکھیں گے کہ ایک بچہ کچھڑ میں تھڑا ہوا کھڑا ہے۔ یعنی آپؐ کے والد کی صورت مسخ ہو گئی ہوگی اور اس کے پاؤں پکڑ کر تھمتھ کر اسے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

فرماتا ہے کہ ابراہیمؑ بڑا ہی دعا کرنے والا تھا۔ حضورؐ سے اوہ کا مطلب دریافت کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا رونے دھونے والا اللہ تعالیٰ کے سامنے گریہ و زاری کرنے والا۔ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں بہت ہی رحم کرنے والا۔ مخلوق اللہ کے ساتھ نرمی اور سلوک اور مہربانی کرنے والا۔ ابن عباسؓ کا قول ہے پورے یقین والا۔ سچے ایمان والا۔ توبہ کرنے والا۔ ہمیشہ زبان میں اوہ مومن اور مومن یقین و ایمان والے کو کہتے ہیں۔ ذوالنجان دین نامی ایک صحابی کو اس بنا پر کہ جب قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا تو وہ اسی وقت دعا کے ساتھ آواز

اٹھاتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے او اہ فرمایا۔ (مسند احمد) او اہ سے مراد تسبیح پڑھنے والا یعنی کسی کی نماز پڑھنے والا اپنے گناہوں کی یاد آنے پر استغفار کرنے والا۔ اللہ کے دین کی حفاظت کرنے والا رب سے ڈرنے والا پوشیدہ اگر کوئی گناہ ہو جائے تو توبہ کرنے والا بھی مروی ہے۔ آنحضرت ﷺ کے سامنے ایک شخص کا ذکر ہوا۔ کہا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بکثرت یاد کرتا ہے اور اللہ کی تسبیح بیان کرتا رہتا ہے۔ آپ نے فرمایا وہ او اہ ہے۔ (ابن جریر) اسی ابن جریر میں ہے کہ حضور نے ایک میت کو دفن کر کے فرمایا یقیناً تو او اہ یعنی بکثرت تلاوت کلام اللہ شریف کرنے والا تھا۔ اور روایت میں ہے کہ ایک شخص بیت اللہ شریف کا طواف کرتے ہوئے اپنی دعائیں او اہ کر رہا تھا۔ اس کے انتقال کے بعد حضور اس کے دفن میں شامل تھے چونکہ رات کا وقت تھا۔ اس لئے آپ کے ساتھ چراغ بھی تھا۔ (ابن جریر) یہ روایت غریب ہے۔ کعب احبار فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیم کے سامنے جہنم کا ذکر ہوا تھا تو آپ اس سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ ابن عباس فرماتے ہیں او اہ یعنی فقیر۔ امام ابن جریر کا فیصلہ یہ ہے کہ سب سے بہتر قول ان تمام اقوال میں یہ ہے کہ مراد اس لفظ سے بکثرت دعا کرنے والا ہے۔ الفاظ کے مناسب بھی یہی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہاں ذکر یہ فرمایا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے والد کے لئے استغفار کیا کرتے تھے اور تھے بھی بکثرت دعائیں والے۔ بردبار بھی تھے۔ جو آپ پر ظلم کرے آپ سے برا پیش آئے آپ تحمل کر جایا کرتے تھے۔ باپ نے آپ کو ایذا دی صاف کہہ دیا تھا کہ تو میرے معبودوں سے منہ پھیر رہا ہے۔ تو اگر اپنی اس حرکت سے باز نہ آیا تو میں تجھے پتھر مار مار کر مار ڈالوں گا۔ وغیرہ لیکن پھر بھی آپ نے اس کے لئے استغفار کرنے کا وعدہ کر لیا۔ پس اللہ فرماتا ہے کہ ابراہیم او اہ و علیہم تھے۔

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ إِذْ هَدَاهُمْ حَتَّى يُبَيِّنَ لَهُمَ مَا يَتَّقُونَ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝ إِنَّ اللَّهَ لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ
وَالْأَرْضِ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ
وَلَا نَصِيرٍ ۝

جب کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کسی قوم کو راہ پر لا چکا پھر ایسا نہیں کہ انہیں گمراہ کر دے جب تک کہ ان کے لئے ان چیزوں کو کھول نہ دے جن سے انہیں بچنا چاہئے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز کو پوری طرح جاننے والا ہے ۝ اللہ ہی کے لئے آسمان و زمین کی بادشاہت ہے۔ وہی جلاتا ہے اور مارتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا تبارک و تعالیٰ

حاجتی اور مددگار نہیں ۝

معصیت کا تسلسل گمراہی کا جگ ہے: ﴿آیت: ۱۱۵-۱۱۶﴾ اللہ تعالیٰ خبر دے رہا ہے کہ وہ کریم و عادل اللہ کی قوم کو ہدایت کرنے کے بعد جنت پوری کیے بغیر گمراہ نہیں کرتا۔ چھپے اور چھپے کہ معبودوں کو ہم نے ہدایت دی لیکن انہوں نے بیانی کے باوجود اندھے پن کو ترجیح دی۔ اوپر کی آیت کی مناسبت کی وجہ سے مشرکوں کے لئے استغفار نہ کرنے کے بارے میں خاص طور پر اور اللہ تعالیٰ کی ہر معصیت کے چھوڑنے اور ہر طاعت کے بجالانے میں عام طور پر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لئے بیان فرما چکا ہے۔ اب جو چاہے کرے جو چاہے چھوڑے۔ امام ابن جریر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کرتا کہ مومنوں کو مشرک مردود کے استغفار سے روکے بغیر ہی ان کے اس استغفار کی وجہ سے انہیں اپنے نزدیک گمراہ بنا دے۔ حالانکہ اس سے پیشتر وہ انہیں ایمان کی راہ پر لا چکا ہے۔ پس پہلے اپنی کتاب کے ذریعے انہیں اس سے روک رہا ہے۔ اب جو مان گیا اور اللہ کی ممانعت کے کام سے رک گیا اس پر اس سے پہلے کیے ہوئے کام کی وجہ سے گمراہی لازم نہیں ہو جاتی۔ اس لئے کہ طاعت و معصیت، حکم و ممانعت کے بعد ہوتی ہے۔ اس سے پہلے مطیع اور عاصی ظاہر نہیں ہوتا۔ پہلے ہی ان چیزوں کو وہ

ظاہر فرما دیتا ہے جس سے بچانا چاہتا ہے۔ وہ پورا باخبر اور سب سے بڑھ کر علم والا ہے۔ پھر مومنوں کو مشرکین سے اور ان کے ذی اختیار بادشاہوں سے جہاد کی رغبت دلاتا ہے۔ اور انہیں اپنی مدد پر بھروسہ کرنے کو فرماتا ہے کہ زمین و آسمان کا مالک میں ہی ہوں۔ تم میرے دشمنوں سے معزوب مت ہونا۔ کون ہے جو ان کا حمایتی بن سکے؟ اور کون ہے جو ان کی مدد پر میرے مقابلے میں آ سکے؟ ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب کے مجمع میں بیٹھے ہوئے فرمانے لگے کیا جو میں سنتا ہوں تم بھی سن رہے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ حضرت ہمارے کان میں تو کوئی آواز نہیں آ رہی۔ آپ نے فرمایا میں آسمانوں کا چرچا نا سن رہا ہوں اور حقیقت میں اس کا چرچا نا ٹھیک بھی ہے۔ ان میں ایک بالشت بھر جگہ ایسی نہیں جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ سجدے میں اور قیام میں نہ ہو۔ کعب احبار فرماتے ہیں ساری زمین میں سوئی کے ناکے برابر کی جگہ بھی ایسی نہیں جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ مقرر نہ ہو جو یہاں کا علم اللہ کی طرف نہ پہنچاتا ہو۔ آسمان کے فرشتوں کی کتنی زمین کے نگر بڑوں سے بھی زیادہ ہے۔ عرش کے اٹھانے والے فرشتوں کے ٹٹھے اور پنڈلی کے درمیان کا فاصلہ ایک سو سال کا ہے۔

لَقَدْ تَابَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ الَّذِينَ
اتَّبَعُوهُ فِي سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيغُ قُلُوبُ
فَرِيقٍ مِنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ إِنَّهُ بِهِمْ رَؤُوفٌ رَحِيمٌ

یقیناً اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے ساتھ متوجہ ہو گیا نبی پر اور مہاجرین پر اور انصار پر جو مشکل کی گھڑی میں نبی کی پیروی میں گھر رہے اسکے بعد کہ قریب تھا کہ ان کی ایک جماعت کے دل ٹیڑھے ہو جائیں پھر بھی اللہ ان پر مہربان ہو گیا ہے شک و دہانے کے اور شفقت و مہربانی کرنے والا ہے۔

تپتے صحرا کی پیاس اور مجاہدین سرگرم سفر: ☆ (آیت: ۱۱۷) مجاہد و فیروزہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت جنگ تبوک کے بارے میں اتری ہے۔ اس جنگ میں جانے کے وقت سال بھی قحط تھا گرمیوں کا موسم تھا کھانے پینے کی کئی کچھی راستوں میں پانی نہ تھا۔ شام کے ملک تک کا دور دراز کا سفر تھا۔ سامان رسد کی اتنی کمی تھی کہ دو دو آدمیوں میں ایک ایک کھجور بنتی تھی۔ پھر تو یہ ہو گیا تھا کہ ایک کھجور ایک جماعت کو ملتی۔ یہ چوس کر اسے دیتا۔ وہ اور کو اور ایک ایک چوس کر پانی پی لیتا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت ان پر لازم کر دی اور انہیں واپس لایا۔ حضرت عمرؓ سے جب اس سختی کا سوال ہوا تو آپ نے فرمایا سخت گرمیوں کے زمانے میں ہم نکلنے کو تھے ایک منزل میں تو پیاس کے مارے ہماری گردنیں ٹوٹنے لگیں یہاں تک کہ لوگ اپنے اونٹوں کو ذبح کر کے اس کی اوجھڑی نچوڑ کر اس پانی کو پیتے اور پھر اسے اپنے کپڑے سے لگا لیتے۔ اس وقت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعاؤں کو ہمیشہ ہی قبول فرمایا ہے۔ اب بھی دعا کیجئے کہ اللہ قبول فرمائے۔ آپ نے ہاتھ اٹھا کر دعا شروع کی اسی وقت آسمان پر ابر چھا گیا اور برسنے لگا اور خوب برسا جس کے پاس جتنے برتن تھے سب بھر لئے۔ اور بارش رک گئی اب جو ہم دیکھتے ہیں تو ہمارے لشکر کے احاطے سے باہر ایک قطرہ بھی کہیں نہیں برساتھا۔ پس اس جہاد میں جنہوں نے روپے پیسے سواری سے خوراک سے سامان رسد اور ہتھیار سے پانی وغیرہ سے غرض کسی طرح بھی مومنوں کی مدد کی تھی ان کی فضیلت و برتری بیان ہو رہی ہے۔ یہی وہ وقت تھا کہ بعض کے دل بھر جانے کے قریب ہو گئے تھے۔ مشقت شدت اور بھوک پیاس نے دلوں کو ہلا دیا تھا مسلمان جھجھوڑ دیئے گئے تھے لیکن رب نے انہیں سنبھال لیا اور اپنی طرف جھکا لیا اور ثابت قدمی عطا فرما کر خود بھی ان پر مہربان ہو گیا اللہ تعالیٰ جیسی رافت و رحمت اور کس کی ہے؟ وہ ان پر خوب ہی رحمت و کرم رکھتا ہے۔

وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خُلِفُوا حَتَّىٰ إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ أَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوا أَنَّهُ لَا مَلْجَأَ مِنَ اللَّهِ إِلَّا إِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ٥٥ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ ٥٦

ان تینوں پر بھی جو پیچھے رکھ دیئے گئے تھے یہاں تک کہ یہ زمین باوجود اپنی کثافت کی ان پر تنگ آگئی اور خود وہ اپنی جانوں سے بھی تنگ آ گئے اور ہار کر لیا کہ اللہ کی گرفت سے بچاؤ کی طرف رجوع کرنے کے اور کوئی چائے پناہ نہیں۔ پس اللہ نے ان کی طرف مہربانی سے توبہ فرمائی کہ وہ رجوع ہوتے رہیں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ توبہ فرما دینا اور کم کرنے کو والا ہے ○ اے ایمان والو! اللہ سے ڈر رہے رہا کرو اور انہوں کے ساتھی بن جاؤ ○

جنگ تبوک میں عدم شمولیت سے پشیمان ☆ ☆ (آیت: ۱۱۸-۱۱۹) حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبید اللہ جو آپ کے نایاب ہوجانے کے بعد آپ کا ہاتھ قہام کر لے جایا لے آیا کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ جنگ تبوک کے موقع پر میرے والد کے رہ جانے کا واقعہ خوران کی زبانی یہ ہے کہ فرماتے ہیں میں اس کے سوا کسی اور غزوے میں پیچھے نہیں رہا۔ ہاں غزوہ بدر کا ذکر نہیں۔ اس میں جو لوگ شامل نہیں ہوئے تھے ان پر کوئی سزا نہیں ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ تو قافلے کے ارادے سے چلے تھے لیکن وہاں اللہ کی مرضی سے قریش کے جنگی مرکز سے لڑائی ٹھہر گئی۔ تو چونکہ یہ لڑائی بے خبری میں ہوئی اس لئے میں اس میں حاضر نہ ہو سکا اس کی بجائے الحمد للہ میں لیت العقبہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا جب کہ ہم نے اسلام پر موافقت کی تھی۔ اور میرے نزدیک تو یہ چیز بدر سے بھی زیادہ محبوب ہے۔ گو بدر کی شہرت لوگوں میں بہت زیادہ ہے۔ اچھا اب غزوہ تبوک کی غیر حاضری کا واقعہ سنئے۔ اس وقت مجھے جو آسانی اور قوت تھی وہ اس سے پہلے کبھی میسر نہ آئی تھی۔ اس وقت میرے پاس دو دودو اونٹیاں تھیں۔ حضور جس غزوے میں جاتے تو یہ کرتے یعنی ایسے الفاظ کہتے کہ لوگ صاف مطلب نہ سمجھیں۔ لیکن چونکہ اس وقت موسم سخت گرم تھا سفر بہت دور دراز کا تھا دشمن بڑی تعداد میں تھا پس آپ نے مسلمانوں کے سامنے اپنا مقصد صاف صاف واضح کر دیا کہ وہ پوری پوری تیاری کر لیں۔ آنحضرت ﷺ کے ساتھ اس وقت مسلمانوں کی تعداد بھی اتنی زیادہ تھی کہ رجسٹر میں ان کے نام نہ آئے۔

پس کوئی باز پرس نہ تھی۔ جو بھی چاہتا کہ میں رک جاؤں وہ رک سکتا تھا اور آنحضرت پر اس کا رکنا غلطی رہ سکتا تھا۔ ہاں اللہ کی وحی آ جائے یہ تو بات ہی اور ہے۔ اس لڑائی کے سفر کے وقت پھل کپے ہوئے تھے۔ سائے بڑھے ہوئے تھے۔ مسلمان صحابہؓ اور خود حضور تیار یوں میں تھے۔ میری یہ حالت تھی کہ صبح نکلتا تھا کہ سامان تیار کر لوں لیکن ادھر ادھر شام ہو جاتی اور میں خالی ہاتھ گھر لوٹ جاتا۔ اور کہتا کوئی بات نہیں۔ روپیہ ہاتھ سے ملے ہے۔ کل خرید لوں گا اور تیاری کر لوں گا۔ یہاں تک کہ یونہی صبح شام آج کل آج کل کرتے کوچ کا دن آ گیا اور لشکر اسلام بجانب تبوک چل پڑا۔ میں نے کہا کوئی بات نہیں ایک دودن میں میں بھی پہنچتا ہوں۔ یونہی یوں آج کا کام کل پر ڈالا اور کل کا پرسوں پر یہاں تک کہ لشکر دور جا پہنچا۔ گرے پڑے لوگ بھی چل دیئے۔ میں نے کہا خیر دور ہو گئے اور کئی دن ہو گئے تو کیا ہوا۔ میں تیز چل کر جاملوں گا لیکن افسوس کہ یہ بھی مجھ سے نہ ہو سکا۔ ارادوں ہی ارادوں میں رہ گیا۔ اب تو یہ حالت تھی کہ میں بازار میں یوں نکلتا تو مجھے سوائے منافقوں اور بیارلوں سے لے کر انڈھے مرے میضوں اور معذور لوگوں کے اور کوئی نظر نہ آتا۔

رسول اللہ ﷺ نے تبوک پہنچ کر مجھے یاد فرمایا کہ کعب بن مالک نے کیا کیا؟ اس پر بنو سلمہ کے ایک شخص نے کہا: اے تو! مجھے کپڑوں اور جسم کی راحت رسائی نے روک رکھا ہے۔ یہ سن کر حضرت معاذ بن جبلؓ نے فرمایا: آپ یہ درست نہیں فرما رہے۔ یا رسول اللہ! ہمارا خیال تو کعبؓ کی نسبت بہتر ہی ہے۔ حضورؐ خاموش ہو رہے۔ جب مجھے معلوم ہوا کہ اب آپ لوٹ رہے ہیں تو میرا جی بہت ہی گھبرا ہوا۔ اور میں چلے بہانے سوچنے لگا کہ یوں یوں بہانہ بنا کر حضورؐ کے غصے سے نکل جاؤں گا۔ اپنے والوں سے بھی رائے ملا لوں گا۔ یہاں تک کہ مجھے معلوم ہوا کہ حضورؐ مدینے شریف کے قریب آگئے تو میرے دل سے باطل اور جھوٹ بالکل الگ ہو گیا۔ اور میں نے سمجھ لیا کہ جھوٹے چیلے مجھے نجات نہیں دلاوا سکے۔ یہی آج کا آخر قبول بالا رہتا ہے۔ پس میں نے پختہ ارادہ کر لیا کہ جھوٹ بالکل نہیں بولوں گا۔ صاف صاف سچ جی بات کہہ دوں گا۔ آپ خیر سے تشریف لائے اور حسب عادت پہلے مسجد میں آئے۔ دو رکعت نماز ادا کی اور وہیں بیٹھے۔ اسی وقت اس جہاد میں شرکت نہ کرنے والے آنے لگے اور عذر معذرت چیلے بہانے کرنے لگے۔ یہ لوگ اسی (۸۰) سے کچھ اوپر اور پر تھے۔ آپؐ ان کی باتیں سنتے اور اندرونی حالت پر واللہ کے ظاہری باتوں کو قبول فرما کر ان کے لئے استغفار کرتے۔ میں بھی حاضر ہوا اور سلام کیا۔ آپؐ نے غصے کے ساتھ تبسم فرمایا اور مجھے اپنے پاس بلایا۔ میں قریب آن کر بیٹھ گیا۔ آپؐ نے فرمایا: تم کیسے رک گئے؟ تم نے تو سواری بھی خرید لی تھی۔ میں نے کہا: یا رسول اللہ! اگر آپ کے سوا کسی اور کے پاس میں بیٹھا ہوا ہوتا تو بیسیوں باتیں بتا لیتا۔ بولنے میں اور باتیں بنانے میں میں کسی سے پیچھے نہیں ہوں۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ آج اگر جھوٹ سچ ملا کر آپؐ کے غصے سے میں آزاد ہو گیا تو ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو حقیقت حال سے مطلع فرما کر پھر مجھ سے ناراض کر دے۔ اور آج میرے سچ کی بنا پر اگر آپ مجھ سے مٹزے تو ہو سکتا ہے کہ میری سچائی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ آپ کو مجھ سے پھر خوش کر دے۔ حضورؐ سچ تو یہ ہے کہ واللہ مجھے کوئی عذر نہ تھا۔ مجھے اس وقت جو آسانی اور فرصت تھی اتنی تو کبھی اس سے پہلے میری بھی نہیں ہوئی۔ آپؐ نے فرمایا: ہے تو یہ سچا۔ اچھا تم جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تمہارے بارے میں جو فیصلہ کرے گا وہی ہوگا۔ میں کھڑا ہو گیا۔ بنو سلمہ کے چند شخص بھی میرے ساتھ ہی اٹھے اور ساتھ ہی چلے اور مجھ سے کہنے لگے: اس سے پہلے تو تم سے کبھی کوئی اس قسم کی خطا نہیں ہوئی۔ لیکن تعجب ہے کہ تم نے کوئی عذر معذرت پیش نہیں کی جیسے کہ اوروں نے کی۔ پھر آنحضرت ﷺ تمہارے لئے استغفار کرتے تو تمہیں توبہ کا فی تھا۔

الغرض کچھ اس بے طرح یہ لوگ میرے پیچھے پڑے کہ مجھے خیال آنے لگا کہ پھر واپس جاؤں اور حضورؐ کے سامنے اپنی پہلی بات کو جھٹلا کر کوئی حیلہ غلط سلسلہ میں بھی پیش کر دوں۔ پھر میں نے پوچھا کیوں جی کوئی اور بھی میرے جیسا اس معاملے میں اور ہے؟ انہوں نے کہا ہاں دو شخص اور ہیں اور انہیں بھی وہی جواب ملا ہے جو تمہیں ملا ہے۔ میں نے کہا وہ کون کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: مرادہ بن ربیع عامری اور ہلال بن امیہ داققی۔ ان دونوں صالح اور نیک بدری صحابیوں کا نام جب میں نے سنا تو مجھے پورا اطمینان ہو گیا اور میں گھر چلا گیا۔ آنحضرت ﷺ نے ہم تینوں سے کلام کرنے سے مسلمانوں کو روک دیا تھا۔ لوگ ہم سے الگ ہو گئے کوئی ہم سے بولتا چلاتا نہ تھا یہاں تک کہ مجھے تو اپنا وطن پر دس معلوم ہونے لگا کہ گویا میں یہاں کی کسی چیز سے واقف ہی نہیں ہوں۔ پچاس راتیں ہم پر اسی طرح گزر گئیں۔ وہ دونوں بدری بزرگ تو تھک ہار کر اپنے اپنے مکانوں میں بیٹھ رہے۔ باہر اندر آ جانا بھی انہوں نے چھوڑ دیا۔ میں ذرا زیادہ آنے جانے والا اور تیز طبیعت والا تھا۔ نہ میں نے مسجد جانا چھوڑا نہ بازاروں میں جانا آنا ترک کیا۔ ہاں مجھ سے کوئی بولتا نہ تھا۔ نماز کے بعد جب کہ حضور ﷺ مسجد میں لوگوں کے مجمع میں تشریف فرما ہوتے تو میں آتا اور سلام کرتا اور اپنے جی میں کہتا کہ میرے سلام کے جواب میں آپؐ

کے ہونٹ ہلے بھی یا نہیں؟ پھر آپؐ کے قریب ہی کہیں بیٹھ جاتا اور نکھلیوں سے آپؐ کو دیکھتا رہتا۔ جب میں نماز میں ہوتا تو آپؐ کی نگاہ مجھ پر پڑتی لیکن جہاں میں آپؐ کی طرف التفات کرتا آپؐ میری طرف سے منہ موڑ لیتے۔ آخر اس ترک کلامی کی طویل مدت نے مجھے پریشان کر دیا۔

ایک روز میں اپنے چچا زاد بھائی ابوقحادہ کے باغ کی دیوار سے کود کر ان کے پاس گیا۔ مجھے ان سے بہت ہی محبت تھی۔ میں نے سلام کیا لیکن واللہ انہوں نے جواب نہ دیا۔ میں نے کہا ابوقحادہ تجھے اللہ کی قسم کیا تو نہیں جانتا کہ میں اللہ رسول سے محبت رکھتا ہوں؟ اس نے پھر خاموشی اختیار کی۔ میں نے دوبارہ انہیں قسم دی اور پوچھا۔ وہ پھر بھی خاموش رہے میں نے سہ بارہ انہیں قسم دے کر یہی سوال کیا۔ اس کے جواب میں بھی وہ خاموش رہے اور فرمایا اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ اب تو میں اپنے دل کو نہ روک سکا۔ میری دونوں آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور بہت ہی غمگین ہو کر میں پھر دیوار پر چڑھ کر باہر نکل گیا۔ میں بازار میں جا رہا تھا کہ میں نے شام کے ایک قبیلی کو جو مدینہ میں غلہ بیچنے آیا تھا یہ پوچھتے ہوئے سنا کہ کوئی مجھے کعب بن مالکؓ کا پتہ بتا دے۔ لوگوں نے اسے میری طرف اشارہ کر کے بتا دیا، وہ میرے پاس آیا اور مجھے شاہ خسان کا خط دیا۔ میں لکھا پڑھا تو تھا ہی۔ میں نے پڑھا تو اس میں لکھا تھا، ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تمہارے سردار نے تم پر ظلم کیا ہے۔ تم کوئی ایسے گرے پڑے آدمی نہیں ہو۔ تم یہاں دربار میں چلے آؤ۔ ہم ہر طرح کی خدمت گزار یوں کے لئے تیار ہیں۔ میں نے اپنے دل میں سوچا کہ یہ ایک اور مصیبت اور مضایب اللہ آزمائش ہے۔ میں نے تو جا کر چو لھے میں اس رقعے کو جلا دیا۔ چالیس راتیں جب گزر چکیں تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد میرے پاس آ رہا ہے۔ اس نے آ کر آپؐ کا پیغام پہنچایا کہ تم اپنی بیوی سے علیحدہ رہو۔ میں نے پوچھا یعنی کیا طلاق دے دوں؟ یا کیا کروں؟ اس نے کہا نہیں۔ طلاق نہ دو لیکن ان سے ملو جلونہیں۔ میرے دونوں ساتھیوں کے پاس بھی یہی پیغام پہنچا۔ میں نے تو اپنی بیوی سے کہہ دیا کہ تم اپنے سینکے چلی جاؤ اور وہیں رہو جب تک کہ اللہ تعالیٰ اس امر کا فیصلہ نہ کر دے۔ ہاں حضرت ہلال بن امیہؓ کی بیوی نے آن کر رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ میرے خاوند بہت بوڑھے ہیں۔ مکرور بھی اور گھر میں کوئی خادم بھی نہیں۔ اگر آپؐ اجازت دیں تو میں ان کا کام کاج کر دیا کروں۔

آپؐ نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں لیکن وہ تم سے طے نہیں۔ انہوں نے کہا واللہ ان میں تو حرکت کی قوت ہی نہیں اور جب سے یہ بات پیدا ہوئی ہے تب سے لے کر آج تک ان کے آنسو تھمے ہی نہیں۔ مجھ سے بھی میرے بعض دوستوں نے کہا کہ تم بھی اتنی اجازت تو حاصل کر لو جتنی حضرت ہلالؓ کے لئے ملی ہے۔ لیکن میں نے جواب دیا کہ میں اس بارے میں حضورؐ سے کچھ بھی نہیں کہوں گا۔ اللہ جانے آپؐ جواب میں کیا ارشاد فرمائیں؟ ظاہر ہے کہ وہ بوڑھے آدمی ہیں اور میں جوان ہوں۔ دس دن اس بات پر بھی گزر گئے۔ اور ہم سے سلام کلام بند ہونے کو پوری پچاس راتیں گزر چکیں۔ اس پچاسویں رات کو صبح کی نماز میں نے اپنے گھر کی چھت پر ادا کی۔ اور میں دل برداشتہ حیران و پریشان اسی حالت میں بیٹھا ہوا تھا جس کا نقشہ قرآن کریمؐ نے کھینچا ہے کہ اپنی جان سے تنگ تھا۔ زمین باوجود اپنی کشادگی کے مجھ پر تنگ تھی کہ میرے کان میں سلع پہاڑی پر سے کسی کی آواز آئی کہ وہ با آواز بلند کہہ رہا ہے کہ اے کعب بن مالکؓ خوش ہو جا۔ واللہ میں اسی وقت سجدے میں گر پڑا اور بوجھ گیا کہ اللہ عز و جل کی طرف سے قبولیت توبہ کی کوئی خبر آ گئی۔ بات بھی یہی تھی۔ صبح کی نماز کے بعد رسول کریم ﷺ نے نے خبر صحابہؓ سے بیان فرمائی تھی اور یہ سنتے ہی وہ پیدل اور سوار ہم تینوں کی طرف دوڑ پڑے تھے کہ ہمیں خبر پہنچائیں۔ ایک صاحب تو اپنے گھوڑے پر سوار میری طرف خوشخبری لئے ہوئے آ رہے تھے لیکن اسلم کے ایک صاحب نے دوڑ کر پہاڑ پر چڑھ کر با آواز بلند میرا نام لے کر مجھے خوشخبری پہنچائی سوار سے پہلے ان کی آواز میرے کان میں آ گئی۔ جب یہ صاحب میرے پاس پہنچے تو میں نے اپنے پہنچے

حضرت کعب کی طرح چھوڑ دیئے گئے تھے یہ خطا ہے۔ ان تینوں بزرگوں میں سے ایک بھی بدری نہیں۔ واللہ اعلم۔ چونکہ آیت میں ذکر تھا کہ کس طرح ان بزرگوں نے صحیح اور سچا واقعہ کہہ دیا جس سے گو کچھ دنوں تک وہ رنج و غم میں رہے لیکن آخر سلامتی اور ابدی راحت ملی۔ اس کے بعد ہی فرماتا ہے کہ اسے مومن و بیکر اور گنہگار اور گنہگار کی کو لازم پکڑ رہو۔ بچوں میں ہو جاؤ تا کہ ہلاکت سے نجات پاؤ۔ غم رنج سے چھوٹ جاؤ۔ منہ احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ لوگوں کو گنہگار کی کو لازم کرلو۔ سچ بھلائی کی رہبری کرتا ہے اور بھلائی جنت کی رہبری کرتی ہے۔ انسان برابر سچ بولنے اور سچ پر کار بند رہنے سے اللہ کے ہاں صدیق لکھ لیا جاتا ہے۔ جھوٹ سے بچو۔ جھوٹ بولتے رہنے سے اللہ کے ہاں کذاب لکھ لیا جاتا ہے۔

یہ حدیث بخاری و مسلم میں بھی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ تعدا یا نذا تا کسی حالت میں بھی جھوٹ انسان کے لائق نہیں۔ کیونکہ اللہ مالک الملک فرماتا ہے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور بچوں کے ساتھی بن جاؤ۔ پس کیا تم اس میں کسی کے لئے بھی رخصت پاتے ہو؟ بقول حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بچوں سے مراد آنحضرت ﷺ اور آپ کے اصحاب ہیں۔ ابو بکر و عمر اور ان کے ساتھی۔ رضی اللہ عنہم اجمعین احسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر بچوں کے ساتھی بننا چاہتے ہو تو دنیا میں بے زنجیر رہو اور مسلمانوں کو نہ ستاؤ۔

مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ أَنْ يَتَخَلَّفُوا
عَنْ رَسُولِ اللَّهِ وَلَا يَرْغَبُوا بِأَنْفُسِهِمْ عَنْ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ
لَا يُصِيبُهُمْ ظَمَأٌ وَلَا نَصَبٌ وَلَا مَخْمَصَةٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا
يَطْئُونَ مَوْطِئًا يَغِيظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُونَ مِنْ عَدُوِّ نَيْلًا
إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهِ عَمَلٌ صَالِحٌ إِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ
الْمُحْسِنِينَ ﴿٥٥﴾

مدینے والوں کو اور ان کے آس پاس کے بادیہ نشینوں کو یہ نہ چاہئے کہ جہاد میں رسول اللہ کے پیچھے رہ جائیں اور نہ یہ چاہئے کہ اپنی جانوں کو اس کی جان سے زیادہ چاہیں یا اس لئے کہ ان کو مجاہدین کو جو بیاس اور رنج اور تکلیف اور جھوک اللہ کی راہ میں پہنچے ہے اور جہاں کہیں ایسے مقام پر وہ چلے ہیں جس سے کافروں کے دل گھٹیں اور دشمنان دین سے جو کچھ یہ یقین لیتے ہیں اس سب کے بدلے ان کے لئے نیک عمل لکھ لئے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ نیک کام کرنے والوں کے اجر

ضائع نہیں کرتا

غزوہ تبوک میں شامل نہ ہونے والوں کو تنبیہ: ☆ ☆ (آیت: ۱۲۰) ان لوگوں کو جو غزوہ تبوک میں حضور کے ساتھ نہیں گئے تھے اللہ تعالیٰ ڈانٹ رہا ہے کہ مدینے والوں کو اور اس کے آس پاس کے لوگوں کو مجاہدین کے برابر ثواب والا نہیں سمجھنا چاہئے۔ وہ اس اجر و ثواب سے محروم رہ گئے جو ان مجاہدین فی سبیل اللہ کو ملا۔ مجاہدین کو ان کی بیاس پر تکلیف پر جھوک پر ٹھہرنے اور چلنے پر نظفہ اور غلبے پر غرض ہر حرکت و سکون پر اللہ کی طرف سے اجر عظیم ملتا رہتا ہے۔ رب کی ذات اس سے پاک ہے کہ کسی نیکی کرنے والے کی محنت برباد کر دے۔

وَلَا يُنْفِقُونَ نَفَقَةً صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً وَلَا يَقْطَعُونَ وَادِيًا
إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللَّهُ أَحْسَنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٥٦﴾

وہ جو کچھ کم زیادہ خرچ کرتے ہیں اور جس کسی میدان کو طے کرتے ہیں وہ بھی ان کے لئے لکھ لیا جاتا ہے تاکہ ان کے اعمال کا بہتر سے بہتر بدلہ اللہ تعالیٰ انہیں عطا فرمائے ○

مجاہدین کے اعمال کا بہترین بدلہ قربت الہی ☆ ☆ (آیت: ۱۲۱) یہ مجاہد جو کچھ تھوڑا بہت خرچ کریں اور راہ اللہ میں جس زمین پر چلیں پھریں وہ سب ان کے لئے لکھ لیا جاتا ہے۔ یہ نکتہ یاد رہے کہ اوپر کا کام ذکر کر کے اجر کے بیان میں لفظ ”بہ“ لائے تھے اور یہاں نہیں لائے اس لئے کہ وہ غیر اختیاری افعال تھے اور یہ خود ان سے صادر ہوتے ہیں۔ پس یہاں فرماتا ہے کہ انہیں ان کے اعمال کا بہترین بدلہ اللہ تعالیٰ دے گا۔ اس آیت کا بہت بڑا حصہ اور اس کا کامل اجر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سمیٹا ہے۔ غزوہ تبوک میں آپ نے دل کھول کر مال خرچ کیا۔ چنانچہ مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے خلبے میں اس سختی کے لشکر کی امداد کا ذکر فرما کر اس کی رغبت دلائی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایک سوانٹ مع کچاوے پالان ریوں وغیرہ کے میں دوں گا۔ آپ نے پھر اسی کو بیان فرمایا تو پھر سے حضرت عثمان نے فرمایا ایک سوار بھی دوں گا۔ آپ ایک زینہ نمبر کا ترے پھر رغبت دلائی تو حضرت عثمان نے پھر فرمایا ایک سوار بھی۔ آپ نے خوش خوشی اپنا ہاتھ ہلاتے ہوئے فرمایا بس عثمان! آج کے بعد کوئی عمل نہ بھی کرے تو بھی یہی کافی ہے۔ اور روایت میں ہے کہ ایک ہزار دینار کی تھیلی لا کر حضرت عثمان نے آپ کے پلے میں ڈال دی۔ آپ انہیں اپنے ہاتھ سے الٹ پلٹ کرتے جاتے تھے اور فرما رہے تھے آج کے بعد یہ جو بھی عمل کریں انہیں نقصان نہ دے گا۔ بار بار یہی فرماتے رہے۔ اس آیت کی تفسیر میں حضرت قتادہ فرماتے ہیں جس قدر انسان اپنے وطن سے راہ الہی میں دور نکلتا ہے اتنا ہی اللہ کے قرب میں بڑھتا ہے۔

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَآفَّةً ۖ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ
مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا
إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ ۝

مسلمانوں کو یہ تو نہ چاہیے کہ وہ سارے کے سارے ہی نکل کھڑے ہوں۔ ایسا کیوں نہیں کرتے کہ ہر جماعت میں سے کچھ لوگ جائیں کہ وہ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کریں اور جب واپس لوٹیں تو اپنی قوم کو آگاہ کرتے رہیں تاکہ وہ اپنا ہنچاؤ نہ کر لیں ○

نبی اکرم ﷺ کو تنہا نہ چھوڑو ☆ ☆ (آیت: ۱۲۲) اس آیت میں اس بیان کی تفصیل ہے جو غزوہ تبوک میں حضور کے ساتھ چلنے کے متعلق تھا۔ سلف کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ جب خود رسول اللہ ﷺ جہاد میں نکلیں تو آپ کا ساتھ دینا ہر مسلمان پر واجب ہے جیسے فرمایا اِنْفِرُوا حِفَافًا وَثِقَالًا اور فرمایا ہے مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ لِمِغْرَةٍ بِلَهْرٍ مُّحَارَبَةٍ یعنی ہلکے بھاری نکل کھڑے ہو جاؤ۔ مدینے اور اس کے آس پاس کے لوگوں کو لائق نہیں کہ وہ رسول اللہ کے پیچھے رہ جائیں۔ پس یہ حکم اس آیت سے منسوخ ہو گیا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ قبیلوں کے نکلنے کا بیان ہے اور ہر قبیلے کی ایک جماعت کے نکلنے کا اگر وہ سب نہ جائیں۔ تاکہ آپ کے ساتھ جانے والے آپ پر اتاری ہوئی وحی کو سمجھیں اور واپس آ کر اپنی قوم کو دشمن کے حالات سے باخبر کریں۔ پس انہیں دونوں باتیں اس کوچ میں حاصل ہو جائیں گی۔ اور آپ کے بعد قبیلوں میں سے جانے والی جماعت یا تو دینی سمجھ کے لئے ہوگی یا جہاد کے لئے۔ کیونکہ یہ فرض کفایہ ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے اس آیت کے یہ معنی بھی مروی ہیں کہ مسلمانوں کو نہ چاہئے کہ سب کے سب چلے جائیں اور اللہ کے نبی ﷺ کو تنہا چھوڑ دیں۔ ہر جماعت میں سے چند لوگ جائیں اور

آپؐ کی اجازت سے جائیں۔ جو باقی ہیں وہ ان کے بعد جو قرآن اترے جو احکام بیان ہوں انہیں سیکھیں، سمجھیں۔ جب یہ آجائیں تو انہیں سکھائیں پڑھائیں۔ اس وقت اور لوگ جائیں۔ یہ سلسلہ جاری رہنا چاہئے۔ مجاہد فرماتے ہیں یہ آیت ان صحابہوں کے بارے میں اتری ہے جو بادینیشیوں میں گئے۔ وہاں انہیں فائدہ بھی پہنچے اور فتح کی چیزیں ملیں۔ اور لوگوں کو انہوں نے ہدایات بھی کیں۔ لیکن بعض لوگوں نے انہیں طعنہ دیا کہ تم لوگ اپنے ساتھیوں کے پیچھے رہ جانے والے ہو۔ وہ میدان جہاد میں گئے اور تم آرام سے یہاں ہم میں ہو۔ ان کے بھی دل میں یہ بات بیٹھ گئی۔ وہاں سے واپس آنے والے حضرت ﷺ کے پاس چلے آئے۔

پس یہ آیت اتری اور انہیں معذور سمجھا گیا۔ حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ لشکروں کو بھیجیں تو کچھ لوگوں کو آپؐ کی خدمت میں ہی رہنا چاہئے کہ وہ دین سیکھیں اور کچھ لوگ جائیں۔ اپنی قوم کو دعوت حق دیں اور انہیں اگلے واقعات سے عبرت دلائیں۔ ضحاکؒ فرماتے ہیں جب رسول اللہ ﷺ بنفس نفیس جہاد کے لئے نکلیں اس وقت سوائے معذوروں، اندھوں وغیرہ کے کسی کو حلال نہیں کہ آپؐ کے ساتھ نہ جائے اور جب آپؐ لشکروں کو روانہ فرمائیں تو کسی کو حلال نہیں کہ آپؐ کی اجازت بغیر جائے۔ یہ لوگ جو حضورؐ کے پاس رہتے تھے اپنے ساتھیوں کو جب کہ وہ واپس لوٹنے ان کے بعد کا اتر اہوا قرآن اور بیان شدہ احکام سنا دیتے۔ پس آپؐ کی موجودگی میں سب کو نہ جانا چاہئے۔ مروی ہے کہ یہ آیت جہاد کے بارے میں نہیں ہے بلکہ جب رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ معزز پر قحط سالی کی بددعا کی اور ان کے ہاں قحط پڑا تو ان کے پورے قبیلے کے قبیلے مدینے شریف میں چلے آئے۔ یہاں جھوٹ موٹ اسلام ظاہر کر کے صحابہؓ پر اپنا بار ڈال دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو متنبہ کیا کہ دراصل یہ مومن نہیں۔ آپؐ نے انہیں ان کی جماعتوں کی طرف واپس کیا اور ان کی قوم کو ایسا کرنے سے ڈرایا۔ کہتے ہیں کہ ہر قبیلے میں سے کچھ لوگ حضورؐ کی خدمت میں آتے۔ دین اسلام سیکھتے۔ واپس جا کر اپنی قوم کو اللہ اور رسول کی اطاعت کا حکم کرتے۔ نماز کو کھانے کے مسائل سمجھاتے۔ ان سے صاف فرما دیتے کہ جو اسلام قبول کر لے گا وہ ہمارا ہے ورنہ نہیں۔ یہاں تک کہ ماں باپ کو بھی جھوڑ دیتے۔ آنحضرت ﷺ انہیں مسئلے مسائل سے آگاہ کر دیتے۔ حکم احکام سکھا دیتے۔ وہ اسلام کے مبلغ بن کر جاتے۔ ماننے والوں کو خوش خبریاں دیتے۔ نہ ماننے والوں کو ڈراتے۔ عکرمہؒ فرماتے ہیں جب آیت **لَا تَنفِرُوا** اِخْرُجُوا اور آیت **لَا هِلَ الْمَدِينَةِ** اِخْرُجُوا تو منافقوں نے کہا پھر تو بادینیشیوں کو ہلاک ہو گئے کہ وہ حضرتؐ کے ساتھ نہیں جاتے۔ بعض صحابہؓ بھی ان میں تعلیم و تبلیغ کیلئے گئے ہوئے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور آیت **وَالَّذِينَ يُحَاجُّوْنَ فِي اللّٰهِ اِخْرُجُوا** بھی اتری۔ حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ جو لوگ آپؐ کے ساتھ گئے ہیں وہ مشرکوں پر غلبہ و نصرت دیکھ کر واپس آن کر اپنی قوم کو مشرکوں پر

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُمْ مِنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً وَأَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ

اے ایمان والو! جو کفار تم سے قریب تر رہتے ہیں پہلے ان سے جہاد کرو اور چاہئے کہ وہ تم میں سے کسی پائیں جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ پر بیڑہ کاروں کا ساتھی ہے ○

اسلامی مرکز کا استحکام اولین اصول ہے: ☆ ☆ (آیت: ۱۲۳) اسلامی مرکز کے متصل جو کفار ہیں پہلے تم مسلمانوں کو ان سے نمٹنا چاہئے۔ اسی حکم کے بموجب رسول اللہ ﷺ نے پہلے جریرہ العرب کو صاف کیا یہاں غلبہ پا کر مکہ مدینہ طائف، یمن، یمامہ، ہجر، خیبر، حضر موت وغیرہ کل علاقہ فتح کر کے یہاں کے لوگوں کو اسلامی جھنڈے تلے اکٹھا کر کے غزوہ روم کی تیاری کی۔ جو اہل جریرہ العرب سے ملحق

تھا دوسرے وہاں کے رہنے والے اہل کتاب تھے۔ جن کو تک پہنچ کر حالات کی ناسازگاری کی وجہ سے آگے کا عزم ترک کیا۔ یہ واقعہ ۹ھ کا ہے۔ دسویں سال جتہ الوداع میں مشغول رہے۔ اور حج کے صرف اکاسی (۸۱) دن بعد آپ اللہ کو پیارے ہوئے۔ آپ کے بعد آپ کے دزیر دوست اور خلیفہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آئے۔ اس وقت دین اسلام کی بنیادیں جھڑل رہی تھیں کہ آپ نے انہیں مضبوط کر دیا۔ اور مسلمانوں کی ابتری کو برتری سے بدل دیا۔ دین سے بھاگنے والوں کو واپس اسلام میں لے آئے۔ مرتدوں سے دنیا خالی کی۔ ان سرکشوں نے جوڑ کو ڈروک نی تھی ان سے وصول کی۔ جاہلوں پر حق واضح کیا۔ امانت رسول ادا کی۔ اور ان ابتدائی ضروری کاموں سے فارغ ہوتے ہی اسلامی لشکروں کو سرزمین روم کی طرف دوڑا دیا کہ صلیب پرستوں کو ہدایت کریں۔ اور ایسے ہی جبار لشکر فارس کی طرف بھیجے کہ وہاں کے آتش کدے ٹھنڈے کریں۔ پس آپ کی سفارت کی برکت سے رب العالمین عالم نے ہر طرف فتح عطا فرمائی۔ کسریٰ اور قیصر خاک میں مل گئے۔ ان کے پرستار بھی غارت و برباد ہوئے ان کے خزانے راہ اللہ میں کام آئے۔ اور جو جبر اللہ کے رسول سلام اللہ علیہ دے گئے تھے وہ پوری ہوئی۔ جو کسر رہی تھی وہ آپ کے وحی اور ولی شہید محراب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں پوری ہوئی۔ کافروں اور منافقوں کی رگ ہمیشہ کے لئے کھل دی گئی۔ ان کے زور ڈھا دیئے گئے۔ اور شرق و مغرب تک فاروقی سلطنت پھیل گئی۔ قریب و بعید سے بھر پور خزانے دربار فاروق میں آنے لگے۔ اور شرعی طور پر حکم الہی کے ماتحت مسلمانوں میں مجاہدین میں تقسیم ہونے لگے۔ اس پاک نفس پاک روح شہید کی شہادت کے بعد مہاجرین و انصار کے اجماع سے امر خلافت امیر المومنین شہید الدار حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے سپرد ہوا۔ اس وقت اسلام اپنی اصلی شان سے ظہور پذیر تھا۔ اسلام کے لیے اور ذور آور ہاتھوں نے روئے زمین پر قبضہ جمایا تھا۔ بندوں کی گردنیں اللہ کے سامنے خم ہو چکی تھیں۔ حجت اللہ ظاہر تھی کہ اللہ غالب تھا۔ شان عثمان اپنا کام کرتی جاتی تھی۔ آج اس کو حلقہ بخش کیا تو کل اس کو۔ یکے بعد دیگرے ممالک مسلمانوں کے ہاتھوں زیر نگیں خلافت ہوئے۔ یہی تھا اس آیت کے پہلے جملے پر عمل کہ نزدیک کے کافروں سے جہاد کرو۔

پھر فرماتا ہے کہ لڑائی میں انہیں تمہارا زور بازو معلوم ہو جائے۔ کامل مومن وہ ہے جو اپنے مومن بھائی سے تو نرمی برتے لیکن اپنے دشمن کافر پر سخت ہو۔ جیسے فرمان ہے فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَہُ الْخَيْرِ اللّٰهُ تَعَالٰی ایسے لوگوں کو لائے گا جو اس کے محبوب ہوں اور وہ بھی اس سے محبت رکھتے ہوں۔ مومنوں کے سامنے تو نرم ہوں اور کافروں پر ذی عزت ہوں۔ اسی طرح اور آیت میں ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ اور ان کے ساتھ والے آپس میں نرم دل ہیں۔ کافروں پر سخت ہیں ارشاد ہے يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفْرَ وَالْمُنَافِقِيْنَ وَاَعْلَظْ عَلَيْهِمْ یعنی اے نبی کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو اور ان پر سختی کرو۔ حدیث میں ہے کہ میں ضحوک ہوں یعنی انہوں میں نرمی کرنے والا اور قتال ہوں یعنی دشمنان اللہ سے جہاد کرنے والا۔

پھر فرماتا ہے کہ جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ پر ہیزگاروں کے ساتھ ہے۔ یعنی کافروں سے لڑو مہر و مسد اللہ پر رکھو اور یقین مانو کہ جب تم اس سے ڈرتے رہو گے اس کی فرماں برداری کرتے رہو گے تو اس کی مدد و نصرت بھی تمہارے ساتھ رہے گی۔ دیکھ لو خیر کے تینوں زمانوں تک مسلمانوں کی یہی حالت رہی۔ دشمن تباہ حال اور مغلوب رہے۔ لیکن جب ان میں تقویٰ اور طاعت کم ہو گئی تھیں فساد پڑ گئے اختلاف اور خواہش پسندی شروع ہو گئی تو وہ بات شرعی دشمنوں کی لپٹا لی ہوئی نظریں ان کی طرف اٹھیں۔ وہ اپنی اپنی کمین گاہوں پر نکل کھڑے ہوئے اور کار خ کیا لیکن پھر بھی مسلمان سلاطین آپس میں الجھے رہے۔ وہ ادھر ادھر سے نوالے لینے لگے۔ آخر دشمن اور بڑھے، سلطنتیں چٹنی شروع

کیں۔ ملک فتح کرنے شروع کئے۔ آہ! اکثر حصہ اسلامی مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گیا۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا یہی حکم اس سے پہلے تھا اور اس کے بعد بھی ہے۔ تاہم جو بادشاہ جس قدر اللہ ترس ہوا اسی قدر اللہ کی مدد سے اس کا ساتھ دیا۔ اب بھی اللہ سے امید ہے اور دعا ہے کہ وہ پھر سے مسلمانوں کو غلبہ دے اور کافروں کی چوٹیاں ان کے ہاتھ میں دے دے۔ دنیا جہاں میں ان کا بول بالا ہو۔ اور پھر سے مشرق سے لے کر مغرب تک پرچم اسلام لہرانے لگے۔ وہ اللہ کریم و جواد ہے۔

وَإِذَا مَا أُنزِلَتْ سُورَةٌ فَمِنْهُمْ مَّن يَقُولُ أَيُّكُمْ زَادَتْهُ هَذِهِ
إِيمَانًا؟ فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فزَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَهُمْ يَسْتَبْشِرُونَ ﴿۱۲۵﴾
وَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ فزَادَتْهُمْ رِجْسًا إِلَى رِجْسِهِمْ وَمَاتُوا
وَهُمْ كَافِرُونَ ﴿۱۲۶﴾

جب کسی کوئی سورت اتاری گئی تو بعض منافق کہتے ہیں کہ تم میں سے کس نے ایمان میں بڑھادیا؟ بات یہ ہے کہ ایمانداروں کو تو وہ ایمان میں بڑھا دیتی ہے اور وہ خدا والے فرماں ہو جاتے ہیں ○ ہاں جن کے دلوں میں بیماری ہے ان کی تو گندگی پر بڑھادیتی ہے۔ وہ تو مرتے دم تک کافر ہی رہتے ہیں ○

فرمان الہی میں شک و شبہ کفر کا مرض ہے: ☆ ☆ (آیت: ۱۲۴-۱۲۵) قرآن کی کوئی سورت اتری اور منافقوں نے آپس میں کانٹا پھوسی شروع کی کہ بتاؤ اس سورت نے کس کا ایمان زیادہ کر دیا؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایمانداروں کے ایمان تو اللہ کی آیتیں بڑھا دیتی ہیں۔ یہ آیت بہت بڑی دلیل ہے اس پر کہ ایمان گھٹتا بڑھتا رہتا ہے۔ اکثر ائمہ اور علماء کا یہی مذہب ہے سلف کا بھی اور خلف کا بھی۔ بلکہ بہت سے بزرگوں نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ ہم اس مسئلہ کو خوب تفصیل سے شرح بخاری کے شروع میں بیان کر آئے ہیں۔ ہاں جن کے دل پہلے ہی سے شک و شبہ کی بیماری میں ہیں ان کی خرابی اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ قرآن مومنوں کے لئے شفاء اور رحمت ہے لیکن کافروں کو اس سے اور بھی اپنا نقصان کر لیا کرتے ہیں۔ یہ ایمانداروں کے لئے ہدایت و شفاء ہے اور بے ایمانوں کے تو کانٹوں میں بوجھ ہے۔ ان کی آنکھوں پر اندھا پنا ہے۔ وہ تو بہت ہی فاصلے سے پکارے جا رہے ہیں۔ یہ بھی کتنی بڑی بدبختی ہے کہ دلوں کی ہدایت کی چیز بھی ان کی ضلالت و ہلاکت کا باعث بنتی ہے۔ اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے عمدہ غذا بھی بد مزاج کو موائف نہیں آتی۔

أُولَٰئِكَ يَرَوْنَ أَنَّهُمْ يُفْتَنُونَ فِي كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوبُونَ
وَلَا هُمْ يَذْكُرُونَ ﴿۱۲۷﴾ وَإِذَا مَا أُنزِلَتْ سُورَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ إِلَى
بَعْضٍ هَلْ يَرِكُمْ مِّنْ أَحَدٍ ثُمَّ انْصَرَفُوا صَرَفَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ بِأَنَّهُمْ
قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ ﴿۱۲۸﴾ لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ
عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ
رَّحِيمٌ ﴿۱۲۹﴾

کیا وہ لوگ یہ نہیں دیکھتے کہ ہر سال دو ایک مرتبہ وہ بلاؤں میں ڈالے جاتے ہیں لیکن باوجود اس کے نہ توبہ کرتے ہیں اور نہ نصیحت و مہرت حاصل کرتے ہیں ○ جہاں کوئی سی سورت نازل کی گئی اور ایک نے دوسرے کی طرف دیکھا کہ کیا تمہیں کوئی دیکھ رہا ہے پھر چپکے سے سرک گئے اللہ تعالیٰ نے ان کے دل بھی پھیر دیے ہیں اس لئے کہ یہ لوگ کچھ بوجھ سے بالکل ہی خالی ہیں ○ لوگو تمہارے پاس تم میں سے ہی اللہ کے رسول آ گئے ہیں جن پر تمہاری تکلیف بہت ہی دشوار گزرتی ہے جو تمہاری بھلائی کے خواہاں ہیں۔ جو مسلمانوں پر بڑے ہی شفیق اور مہربان ہیں ○

عذاب سے دو چار ہونے کے بعد بھی منافق بازنمیں آتا ☆ (آیت: ۱۲۶-۱۲۷) یہ منافق انتہائی گنہگار نہیں سوچتے کہ ہر سال دو ایک دفعہ ضرور وہ کسی نہ کسی عذاب میں مبتلا کئے جاتے ہیں۔ لیکن پھر بھی نہ انہیں اپنے گزشتہ گناہوں سے توبہ نہ نصیب ہوتی ہے نہ آئندہ کے لئے عبرت ہوتی ہے۔ کبھی قسط خالی ہے، کبھی جنگ ہے، کبھی جھوٹی گیس ہیں جن سے لوگ بے چین ہو رہے ہیں۔ فرمان رسولؐ ہے، کاموں میں سختی بڑھ رہی ہے۔ بخلی عام ہو رہی ہے۔ ہر سال اپنے سے پہلے کے سال سے بد آ رہا ہے۔ جب کوئی سورت اترتی ہے، ایک دوسرے کی طرف دیکھتا ہے کہ کوئی دیکھ تو نہیں رہا؟ پھر حق سے پلٹ جاتے ہیں۔ نہ حق کو سمجھیں نہ مائیں۔ وعظ سے منہ پھیر لیں اور ایسے بھی گیس جیسے گدھا شیر سے۔ حق کو سنا اور دائیں بائیں کھسک گئے۔ ان کی اس بے ایمانی کا بدلہ یہی ہے کہ اللہ نے ان کے دل بھی حق سے گھما دیئے۔ ان کی کجی نے ان کے دل بھی نیڑے کر دیئے۔ یہ بدلہ ہے اللہ کے خطاب کو بے پرواہی کر کے نہ سمجھنے کا اس سے بھاگنے اور منہ موڑ لینے کا۔

رسول اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کا احسان عظیم ہیں ☆ (آیت: ۱۲۸-۱۲۹) مسلمانوں کو اللہ تبارک و تعالیٰ اپنا احسان عظیم یاد دلوا رہا ہے کہ اس نے اپنے فضل و کرم سے خود انہی میں سے ان کی ہی زبان میں اپنا رسول بھیجا۔ حضرت غلیل اللہ نے یہی دعا کی تھی۔ اسی کا بیان آیت لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ اَرْسُلَیْہِ یہی حضرت جعفر بن ابوطالبؓ نے دربارِ نبویؐ میں اور سبھی حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے دربارِ کسریٰ میں بیان فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم میں ہمیں سے ایک رسول بھیجا۔ جس کا نسب ہمیں معلوم جس کی عادت سے ہم واقف جس کے آنے جانے کی ہمیں خبر جس کی صداقت و امانت کے ہم خود شاہد ہیں۔ جاہلیت کی برائیوں میں سے کوئی برائی اللہ نے آپؐ کی ذات میں پیدا نہیں ہونے میں صحیح النسب ہوں۔ پھر اتنے نرم دل کہ امت کی تکلیفوں سے خود کانپ اٹھیں۔ آسان نرم اور سادگی والا دین لے کر آئے ہیں۔ جو بہت آسان ہے۔ سہل ہے۔ کامل ہے اور اعلیٰ اور عمدہ ہے۔ وہ تمہاری ہدایت کے متنی ہیں۔ وہ دنیوی اخروی نفع تمہیں پہنچانا چاہتے ہیں۔ حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں۔ ہمیں اللہ کے رسول ﷺ نے اس حال میں چھوڑا کہ جو پرندہ اڑ کر نکلتا اس کا علم بھی آپؐ ہمیں کر دیتے۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں جنت سے قریب کرنے والی اور جہنم سے دور کرنے والی تمام چیزیں تم میں سے بیان کر چکا ہوں۔ آپؐ کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر جو کچھ حرام کیا ہے وہ عقریب تم پر ظاہر کر دینے والا ہے اور اس کی باز پرس قطعاً ہونے والی ہے۔ جس طرح چٹنگے اور پروانے آگ پر گرتے ہیں اس طرح تم بھی گر رہے ہو اور میں تمہاری کولیاں بھر بھر کر تمہیں اس سے روک رہا ہوں۔ حضورؐ سوئے ہوئے ہیں جو دفر شتے آتے ہیں۔ ایک پاؤں کی طرف بیٹھتا ہے۔ ایک سر ہانے۔ پھر پاؤں والا سر ہانے والے سے کہتا ہے اس کی اور اس کی امت کی مثال بیان کرو۔ اس نے فرمایا یہ مثال سمجھو کہ ایک قوم سفر میں ہے ایک چٹیل میدان میں پہنچتی ہے جہاں ان کا سامان خوراک ختم ہو جاتا ہے۔ اب نہ تو آگے بڑھنے کی قوت نہ پیچھے ہٹنے کی سکت۔ ایسے وقت ایک بھلا آدمی اچھے لباس والا ان کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے کہ میں تمہیں اس بیابان سے چھٹکارا دلا کر ایسی جگہ پہنچا سکتا ہوں جہاں تمہیں تنقہ ہوئے پانی کے کباب حوض اور میوؤں کے کدے ہوئے درخت اور ہری بھری ابلہا بلیاں کھیتیاں ملیں بشرطیکہ تم میرے پیچھے ہلو۔ انہوں نے اس کی بات کو مان لیا اور وہ انہیں ایسی ہی جگہ لے گیا۔ وہاں انہوں نے کھایا پیا اور خوب پھلے چھو لے۔ اب اس نے کہا دیکھو میں نے تمہیں اس بھوک پیاس سے نجات دلائی اور یہاں امن چین میں لایا۔ اب

ایک اور بات تم سے کہتا ہوں وہ بھی مانو۔ اس سے آگے اس سے بھی بہتر جگہ ہے۔ وہاں کے خوش وہاں کے میوے وہاں کے کھیت اس سے بہت ہی اعلیٰ ہیں۔ ایک جماعت نے تو اسے سچا مانا اور ہاں کر لی۔ لیکن دوسرے گروہ نے اسی پر بس کر لیا اور اسکی تابعداری سے ہٹ گئے۔ (مسند احمد) اللہ تعالیٰ اپنے نبیؐ پر درود و سلام بھیجے۔ آؤ ایک واقعہ آپؐ کی کمال شفقت کا سنو! ایک اعرابی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور خون بہا اور کہنے کے لئے آپؐ سے استدعا طلب کی۔ آپؐ نے اسے بہت کچھ دیا۔ پھر پوچھا۔ کیوں صاحب میں نے تم سے سلوک کیا؟ اس نے کہا کچھ بھی نہیں۔ اس سے کیا ہوگا؟ صحابہؓ بہت مجڑے۔ قریب تھا کہ اسے لپٹ جائیں کہ اتالیق پر بھی یہ ناشکری کرتا ہے؟ اور حضورؐ کے سوال کا ایسا غلط اور گستاخانہ جواب دیتا ہے۔ لیکن آپؐ نے انہیں روک دیا۔ مگر پھر تشریف لے گئے۔ وہیں اسے بلوا لیا۔ سارا واقعہ کہہ سنایا۔ پھر اسے اور بھی بہت کچھ دیا۔ پھر پوچھا کہ وہ اب تو خوش ہو؟ اس نے کہا ہاں اب دل سے راضی ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپؐ کو آپؐ کے اہل و عیال میں ہم سب کی طرف سے یک بدلہ دے۔ آپؐ نے فرمایا سنو تم آئے تم نے مجھ سے مانگا میں نے دیا پھر میں نے تم سے پوچھا کہ خوش ہو؟ تو تم نے الٹا پلٹا جواب دیا جس سے میرے صحابی تم سے نالاں ہیں اب میں نے پھر دے دلا کہ تمہیں راضی کر لیا ہے۔ اب تم ان کے سامنے بھی اسی طرح اپنی رضامندی ظاہر کرنا جیسے اب تم نے میرے سامنے کی ہے تاکہ ان کا رنج بھی دور ہو جائے۔ اس نے کہا بہت اچھا۔

چنانچہ جب وہ صحابہؓ کے مجمع میں آپؐ کے پاس آیا آپؐ نے فرمایا دیکھو یہ شخص آیا تھا اس نے مجھ سے مانگا تھا میں نے اسے دیا تھا پھر اس سے پوچھا تھا تو اس نے ایسا جواب دیا تھا جو تمہیں ناگوار گزرا۔ میں نے اسے پھر اپنے گھر بلوایا اور زیادہ دیا۔ تو یہ خوش ہو گیا۔ کیوں بھی اعرابی یہی بات ہے؟ اس نے کہا ہاں یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ آپؐ کو ہمارے اہل و عیال اور قبیلے کی طرف سے بہترین بدلہ عطا فرمائے۔ آپؐ نے مجھ سے بہت اچھا سلوک کیا۔ جزاك الله! اس وقت آپؐ نے فرمایا میری اور اس اعرابی کی مثال سنو جیسے وہ شخص جس کی اونٹنی بھاگ گئی لوگ اس کے پکڑنے کو دوڑے وہ ان سے بدک کر اور بھاگنے لگی۔ آخر اونٹنی والے نے کہا تو گوتم ایک طرف ہٹ جاؤ۔ مجھے اور میری اونٹنی کو چھو دو۔ اس کی خوشصلت سے میں واقف ہوں اور یہ میری ہی ہے۔ چنانچہ اس نے نرمی سے اسے بلانا شروع کیا۔ زمین سے گھاس پھوس تو ڈکرائی مٹھی میں لے کر اسے دکھایا اور اپنی طرف بلایا۔ وہ آگئی۔ اس نے اس کی ٹکیل تمام لی اور پالان و کچادہ ڈال دیا سنو اس کے پہلی دفعہ کے گھڑنے پر اگر میں بھی تمہارا ساتھ دیتا تو تیرا جینی بن جاتا۔ ابراہیم بن حکم بن ابان کے ضعف کی وجہ سے اس کی سند ضعیف ہے۔ جیسے فرمان ہے کہ اے نبی مومنوں کے سامنے اپنا بازو پست رکھو۔ لوگ میری نافرمانی کریں تو کہہ دو کہ میں تمہارے اعمال سے بری ہوں۔ تو ہمیشہ اپنا بھروسہ اللہ عز و جل پر رکھو۔

فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ
وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ﴿٥٥﴾

تو اس پر بھی اگر یہ پھر جائیں تو اعلان کر دے کہ مجھے اللہ کافی ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں میرا بھروسہ اسی پر ہے اور وہی عرش عظیم کا مالک ہے۔

مخبر فہن شریعت سے آپؐ بے نیاز ہو جائیں ☆ ☆ (آیت: ۱۲۹) یہاں بھی فرماتا ہے اگر یہ لوگ تیری شریعت سے منہ پھیر لیں تو تو کہہ دے کہ مجھے اللہ کافی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں میرا توکل اسی کی پاک ذات پر ہے۔ جیسے فرمان ہے "مشرق و مغرب کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اس کے سوا کوئی بھی لائق عبادت نہیں۔ تو اسی کو اپنا کار ساز ٹھہرا۔ وہ رب عرش عظیم ہے۔ یعنی ہر چیز کا مالک و خالق وہی ہے۔

عرش عظیم تمام مخلوقات کی حقیقت ہے۔ اس آسان و زمین اور کل کائنات بقدرت رب عرش تلے ہے۔ اس اللہ کا علم ہر چیز پر شامل ہے اور ہر چیز کو اپنے احاطے میں کئے ہوئے ہے۔ اس کی قدرت ہر چیز پر حاوی ہے۔ وہ ہر ایک کا کارساز ہے۔ حضرت ابی بن کعبؓ فرماتے ہیں سب سے آخری آیت قرآن کریم کی یہی ہے مروی ہے۔ کہ جب خلافت صدیقی میں قرآن کو جمع کیا تو کاتبوں کو حضرت ابی بن کعبؓ لکھواتے تھے۔ جب اس سے پہلے کی آیت لا یفقهون تک پہنچے تو کہنے لگے کہ یہی آخری آیت ہے۔ آپؐ نے فرمایا، نہیں اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے مجھے دو آیتیں اور پڑھوائی ہیں۔ پھر آپؐ نے ان دونوں آیتوں کی تلاوت فرمائی اور فرمایا کہ قرآن کی آخری آیتیں یہ ہیں۔ پس ختم بھی اسی پر ہوا جس پر شروع ہوا تھا یعنی لا الہ الا اللہ پر۔ یہی وہی تمام نبیوں پر آتی رہی ہے کہ میرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ تم سب میری ہی عبادت کرو۔ یہ روایت بھی غریب ہے۔

مسند احمد میں ہے کہ حضرت حارث بن خزیمہ رضی اللہ عنہ ان دونوں آیتوں کو لے کر آئے۔ حضرت عمر بن خطابؓ نے ان سے گواہ طلب کیا انہوں نے کہا گواہ کی تو مجھے خبر نہیں۔ ہاں سورہ برات کی یہ دو آخری آیتیں مجھے خود رسول اللہ ﷺ نے پڑھائی ہیں۔ اور مجھے خوب اچھی طرح حفظ ہیں۔ اس پر حضرت عمرؓ نے گواہی دی کہ میں نے بھی انہیں رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ یہ گواہی سن کر آپؐ نے فرمایا اگر ان کے ساتھ تیسری آیت بھی ہوتی تو میں اسے علیحدہ سورت بنالیتا۔ تم انہیں قرآن کی کسی سورت کے ساتھ لکھ لو۔ چنانچہ سورہ براۃ کے آخر میں یہ لکھ لی گئیں۔ پہلے یہ بات بھی بیان ہو چکی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہی قرآن کے جمع کرنے کا مشورہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیا تھا اور حکم خلیفہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اسے جمع کرنا شروع کیا تھا۔ اس جماعت میں حضرت عمرؓ بھی آمد و رفت رکھتے تھے۔ صحیح حدیث میں ہے حضرت زیدؓ فرماتے ہیں سورہ برات کا آخری حصہ میں نے خزیمہ بن ثابت یا ابو خزیمہ کے پاس پایا۔ یہ بھی ہم لکھ آئے ہیں کہ ایک جماعت صحابہ نے اس کا ذکر رسول اللہ ﷺ کے دربار کیا جیسے کہ حضرت خزیمہ بن ثابت نے کہا تھا جب کہ ان کے سامنے اس کی ابتدائی بات کہی تھی۔ واللہ اعلم۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جو شخص صبح شام حسبی اللہ لا الہ الا ہو علیہ تو کلت وهو رب العرش العظیم کو سات مرتبہ پڑھے اللہ تعالیٰ اسے اس کی تمام پریشانیوں سے نجات دے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ خواہ صداقت سے پڑھا ہو یا نہ پڑھا ہو لیکن یہ زیادتی غریب ہے۔ ایک مرفوع روایت بھی اسی قسم کی ہے لیکن وہ بہت مکر ہے۔ واللہ اعلم۔ الحمد للہ سورہ برات کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورہ یونس

(تفسیر سورہ یونس) سورہ بقرہ کے شروع میں حروف مقطعات کی بحث گزر چکی ہے۔ ابن عباسؓ سے اس کے معنی میں مروی ہے کہ میں ہوں اللہ دیکھنے والا نگہبان۔ ضحاک وغیرہ یہی کہتے ہیں۔ یہ آیتیں مضبوط اور روشن قرآن کی ہیں۔ مجاہدؓ کہتے ہیں حسن رحمہ اللہ کہتے ہیں تورات اور زبور۔ قتادہؓ کہتے ہیں قرآن سے پہلے کی کتابیں۔ لیکن مجھے تو نہ اس قول کی کوئی توجیہ معلوم ہوتی ہے نہ مطلب۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اَلرَّتِلْكَ اَيُّ الْكِتَابِ الْحَكِيمِ ۝ اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَا اِلٰى رَجُلٍ مِنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِينَ اٰمَنُوْا اَنْ

لَهُمْ قَدَرٌ مِّمَّا كَانُوا يَكْفُرُونَ ۚ لَسِرَّ هُنَّ

اللہ تعالیٰ رحمت و رحم کے نام سے

یہ آیتیں ہیں حکمتوں بھری کتاب کی ○ کیا لوگوں کو یہ بات انوکھی معلوم ہوئی کہ ہم نے ان میں سے ایک انسان کی طرف اپنی وہی بھیجی کرتو لوگوں کو آگاہ کر دے اور ایمانداروں کو خوشخبری سنا دے کہ ان کا سچا اور مضبوط پایہ ہے۔ ان کے پالنے والے کے ہاں لیکن کافر کہنے لگے کہ ہونے ہو یہ تو صریح جادو گر ہے ○

عقل زدہ کافر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ☆ ☆ (آیت: ۱-۲) کافروں کو اس پر بڑا تعجب ہوتا تھا کہ ایک انسان اللہ کا رسول بن جائے۔ کہتے تھے کہ کیا بشر ہمارا ہادی ہوگا؟ حضرت ہوڈ اور حضرت صالح نے اپنی قوم سے فرمایا تھا کہ کیا تمہیں یہ کوئی انوکھی بات لگتی ہے کہ تم میں سے ہی ایک شخص پر تمہارے رب کی وحی نازل ہوئی۔ کفار قریش نے بھی کہا تھا کہ کیا اس نے اتنے سارے معبودوں کی بجائے ایک ہی اللہ مقرر کر دیا؟ یہ تو بڑے ہی تعجب کی بات ہے۔ حضورؐ کی رسالت سے بھی انہوں نے صاف انکار کر دیا اور انکار کی وجہ یہی پیش کی کہ محمدؐ جیسے ایک انسان پر اللہ کی وحی کا آنا ہم نہیں مان سکتے۔ اس کا ذکر اس آیت میں ہے۔ سچے پائے سے مراد سعادت اور نیکی کا ذکر ہے۔ بھلائیوں کا اجر ہے۔ ان کے نیک کام ہیں۔ مثلاً نماز روزہ صدقہ تسبیح اور ان کے لئے حضور ﷺ کی شفاعت۔ الغرض ان کی سچائی کا ثبوت اللہ کو پہنچ چکا ہے۔ ان کے نیک اعمال وہاں جمع ہیں۔ یہ سابق لوگ ہیں۔ عرب کے شعروں میں بھی قدم کا لفظ ان معنوں میں بولا گیا ہے۔ جو رسول ان میں سے وہ بشر بھی ہے، نذیر بھی ہے لیکن کافروں نے اسے جادو گر کہہ کر اپنے جھوٹ پر مہر لگا دیا۔

إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمُوتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ
آيَاتٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ مَا مِنْ شَفِيعٍ إِلَّا
مِنْ بَعْدِ إِذْنِهِ ذَلِكُمْ اللَّهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ۚ

تم سب کا پروردگار وہ اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو صرف چھ دن میں پیدا کر دیا ہے۔ پھر عرش پر قائم ہوا ہے ہر امر کا وہی انتظام کر رہا ہے کوئی کسی کا سفارش بن نہیں سکتا مگر اس کی اجازت کے بعد ہی اللہ تم سب کا پالہا رہا ہے۔ پس تم ہی کی عبادت کرو کیا پھر بھی تم نصیحت حاصل نہیں کرتے ○

تخلیق کائنات کی قرآنی رواد: ☆ ☆ (آیت: ۳) تمام عالم کا رب وہی ہے۔ آسمان و زمین کو اس نے صرف چھ دن میں پیدا کیا ہے۔ یا تو ایسے ہی معمولی دن۔ یا ہر دن یہاں کی گنتی سے ایک ہزار دن کے برابر کا۔ پھر عرش پر وہ مستوی ہو گیا۔ جو سب سے بڑی مخلوق ہے اور ساری مخلوق کی چھت ہے۔ جو سرخ یا قوت کا ہے۔ جو نور سے پیدا شدہ ہے۔ یہ قول غریب ہے۔ وہی تمام مخلوق کا انتظام کرتا ہے۔ اس سے کوئی ذرہ پوشیدہ نہیں۔ اسے کوئی کام مشغول نہیں کر لیتا۔ وہ سوالات سے استغناء نہیں سکتا۔ مانگنے والوں کی پکار سے حیران نہیں کر سکتی۔ ہر چھوٹے بڑے کا ہر کھلے چھپے کا ہر ظاہر باہر کا پہاڑوں میں مسندروں میں آبادیوں میں ویرانوں میں وہی بندوبست کر رہا ہے۔ ہر جاندار کا روزی و رسی وہی ہے۔ ہر پتے کے جھرنے کا اسے علم ہے۔ زمین کے اندھیروں کے دانوں کی اس کو خبر ہے۔ ہر تر و خشک چیز کھلی کتاب میں موجود ہے۔

کہتے ہیں کہ اس آیت کے نزول کے وقت لشکر کا لشکر مشل عربوں کے جاتا دیکھا گیا۔ ان سے پوچھا گیا کہ تم کون ہو؟ انہوں نے کہا، ہم جنات ہیں۔ ہمیں مدینے سے ان آیتوں نے نکالا ہے۔ کوئی نہیں جو اس کی اجازت بغیر سفارش کر سکے۔ آسمان کے فرشتے بھی اس کی اجازت کے بغیر زبان نہیں کھولتے۔ اسی کو شفاعت نفع دیتی ہے جس کے لئے اجازت ہو۔ یہی اللہ تم سب مخلوق کا پالنا رہا ہے۔ تم اسی کی عبادت میں لگے ہو۔ اسے واحد اور لا شریک مانو۔ مشرک تو اسی موتی بات بھی تم نہیں سمجھ سکتے؟ جو اس کے ساتھ دوسروں کو پوجتے ہو حالانکہ جانتے ہو کہ خالق و مالک وہی اکیلا ہے۔ اس کے وہ خود قائل تھے۔ زمین و آسمان اور عرش عظیم کا رب اسی کو مانتے تھے۔

إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا وَعَدَ اللَّهُ حَقًّا إِنَّهُ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ بِالْقِسْطِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيمٍ وَعَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ ۝
هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسُ ضِيَاءً وَالْقَمَرَ نُورًا وَقَدَرَهُ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابِ مَا خَلَقَ اللَّهُ ذَلِكَ إِلَّا بِالْحَقِّ يُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۝
إِنَّ فِي اخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللَّهُ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَّقُونَ ۝

تم سب کا لوٹنا اسی کی طرف ہے اللہ کا یہ سچا وعدہ ہے وہی اول بار پیدا کُش کرتا ہے۔ پھر دوبارہ اسے لوٹانے کا کہ ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں کو انصاف کے ساتھ بدلہ عطا فرمائے اور جو لوگ کافر ہو گئے ہیں ان کے لئے سخت گرم پانی کا چٹا ہے اور رکھ دینے والی مار ہے جو ان کے کفر کا بدلہ ہوگی ○ اسی نے سورج کو روشن کیا ہے۔ اسی نے چاند کو نورانی کیا ہے۔ اسی نے منزلیں مقرر کر دی ہیں کہ تمہیں برسوں کی کتنی اور حساب معلوم ہو جائے کہ اللہ نے انہیں حق سے ہی پیدا کیا ہے وہ اپنی آیتیں جاننے والوں کے لئے تفصیل وار بیان فرما دیتا ہے ○ دن رات کے بہرہ گیر ہیں اور آسمان و زمین کی مخلوقات رب میں ان لوگوں کے لئے

نشانی ہیں جو پرہیزگار ہیں ○

قیامت کا عمل اسی تخلیق کا اعادہ ہے: ☆ ☆ (آیت: ۴) قیامت کے دن ایک بھی نہ بچے گا۔ سب اپنے اللہ کے پاس حاضر کئے جائیں گے جیسے اس نے شروع میں پیدا کیا تھا۔ ایسے ہی دوبارہ اعادہ کرے گا اور یہ اس پر بہت ہی آسان ہوگا۔ اس کے وعدے اٹل ہیں۔ عدل کے ساتھ وہ اپنے نیک بندوں کو اجر دے گا اور پورا پورا بدلہ عنایت فرمائے گا۔ کافروں کو بھی ان کے کفر کا بدلہ ملے گا۔ طرح طرح کی سزائیں ہوں گی۔ گرم پانی، گرمی گرم لوہان کے حصے میں آئیں گے۔ اور بھی قسم قسم کے عذاب ہوتے رہیں گے۔ وہ جہنم جسے یہ بھٹلا رہے تھے ان کا اوڑھنا بچھونا ہوگی۔ اس کے اور گرم گچھے ہوئے تانبے جیسے پانی کے درمیان یہ حیران و پریشان ہوں گے۔

اللہ عز وجل کی عظمت و قدرت کے ثبوت مظاہر کائنات: ☆ ☆ (آیت: ۵-۶) اس کی کمال قدرت اس کی عظیم سلطنت کی نشانی یہ چمکیلا آفتاب ہے اور یہ روشن ماہتاب ہے۔ یہ اور ہی فن ہے اور وہ اور ہی کمال ہے۔ اس میں اس میں بڑا ہی فرق ہے۔ اس کی شعاعیں جگمگا دیں اور اس کی شعاعیں خود منور ہیں۔ دن کو آفتاب کی سلطنت رہتی ہے رات کو ماہتاب کی جگمگاہٹ رہتی ہے۔ ان کی منزلیں اس نے مقرر

کر رکھی ہیں۔ چاند شروع میں چھوٹا ہوتا ہے۔ چمک کم ہوتی ہے۔ رفتہ رفتہ بڑھتا ہے اور روشن بھی ہوتا ہے پھر اپنے کمال کو پہنچ کر گھٹنا شروع ہوتا ہے اور اسی اگلی حالت پر آ جاتا ہے۔ ہر مہینے میں اس کا یہ ایک دور ختم ہوتا ہے۔ نہ سورج چاند کو پکڑ لے نہ چاند سورج کی راہ روکے نہ دن رات پر سبقت کرے نہ رات دن سے آگے بڑھے۔ ہر ایک اپنی اپنی جگہ پابندی ہے چل بھر رہا ہے۔ دورہ ختم کر رہا ہے۔ دنوں کی گنتی سورج کی چال پر آدمیوں کی گنتی چاند پر ہے۔ یہ مخلوق عبث نہیں بلکہ حکمت ہے۔

زمین و آسمان اور ان کے درمیان کی چیزیں باطل پیدا شدہ نہیں۔ یہ خیال تو کافروں کا ہے جن کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ تم یہ نہ سمجھنا کہ ہم نے تمہیں یونہی پیدا کر دیا ہے اور اب تم ہمارے قبضے سے باہر ہو۔ یاد رکھو میں اللہ ہوں۔ میں مالک ہوں۔ میں حق ہوں۔ میرے سوا کسی کی کچھ چلتی نہیں۔ عرش کریم بھی مجملہ مخلوق کے میری ادنیٰ مخلوق ہے۔ تجتیں اور دلیلیں ہم کھول کھول کر بیان فرما رہے ہیں کہ اہل علم لوگ سمجھ لیں۔ رات دن کے رد و بدل میں ان کے برابر جانے آنے میں رات پر دن کا آنا دن پر رات کا چھا جانا ایک دوسرے کے برابر پیچھے لگا تار آ جانا اور زمین و آسمان کا پیدا ہونا اور ان کی اور مخلوق کا رچا پانا یہ سب عظمت اللہ کی بولتی ہوئی نشانیاں ہیں۔ ان سے منہ پھیر لینا کوئی عقلمندی کی دلیل نہیں۔ یہ نشانات بھی جنہیں فائدہ نہ دیں انہیں ایمان کیسے نصیب ہوگا؟ تم اپنے آگے پیچھے اوپر نیچے بہت سی چیزیں دیکھ سکتے ہو۔ عقلمندوں کے لئے یہ بڑی بڑی نشانیاں ہیں۔ کہ وہ سوچ سمجھ کر اللہ کے عذابوں سے بچ سکیں اور اس کی رحمت حاصل کر سکیں۔

إِنَّ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا وَرَضُوا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاطْمَأَنَّنُوا بِمَا
وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ آيَاتِنَا غَافِلُونَ ﴿٨﴾ أُولَٰئِكَ مَا لَهُمْ لِمَا نَارُ بِمَا
كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿٩﴾ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ يَهْدِيهِمْ
رَبُّهُمْ بِإِيمَانِهِمْ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ ﴿١٠﴾
دَعْوُهُمْ فِيهَا سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ وَآخِرُ
دَعْوُهُمْ أَنْ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١١﴾

جو لوگ ہم سے ملنے کے منکر ہیں اور دنیا کی زندگی پر تمحیض ہوئے ہیں اسی پر مطمئن ہو بیٹھے ہیں اور جو ہماری نشانیاں سے غافل ہیں ○ ان کا ٹھکانہ جہنم ہے ان کے اعمال کے بدلے ○ یقیناً جو لوگ ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے عمل بھی اچھے کئے ہیں ان کا رب ان کے ایمان کی وجہ سے راہ دے گا ان کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوگی انہیں اور راحتوں والی جنتوں میں ○ جہاں ان کی پکار سبحانک اللہم ہوگی اور جہاں ان کی دعا ہے خیر السلام علیکم ہوگی ان کی آخری پکار یہی ہوگی کہ تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے ○

نادان و محروم لوگ: ☆ ☆ (آیت: ۷-۸) جو لوگ قیامت کے منکر ہیں جو اللہ کی ملاقات کے امیدوار نہیں۔ جو اس دنیا پر خوش ہو گئے ہیں اسی پر دل لگایا ہے نہ اس زندگی سے فائدہ اٹھاتے ہیں نہ اس زندگی کو سودمند بناتے ہیں اور اس پر مطمئن ہیں۔ اللہ کی پیدا کردہ نشانیاں سے غافل ہیں اللہ کی نازل کردہ آیتوں میں غور و فکر نہیں کرتے ان کی آخری جگہ جہنم ہے جو ان کی خطاؤں اور گناہوں کا بدلہ ہے جو ان کے کفر و شرک کی جزا ہے۔

خوش انجام خوش نصیب لوگ: ☆ ☆ (آیت: ۹-۱۰) نیک بختوں کا حال بیان ہو رہا ہے جو اللہ پر ایمان لائے۔ رسولوں کو ماننا فرمان برداری کی نیکیوں پر چلتے رہے انہیں ان کے ایمان کی وجہ سے راہل جائے گی۔ پل صراط سے پار ہو جائیں گے جنت میں پہنچ جائیں گے نور مل جائے گا۔ جس کی روشنی میں چلیں پھریں گے۔ پس ممکن ہے کہ بالیمانہم میں بے سبب کی ہو۔ اور ممکن ہے کہ استغاثہ کی ہو۔ ان کے اعمال اچھی بجلی خورست اور عطر خوشبو بن کر ان کے پاس ان کی قبر میں آئیں گے اور انہیں خوشخبری دیں گے۔ یہ پوچھیں گے کہ تم کون ہو؟ وہ جواب دیں گے تمہارے نیک اعمال۔ پس یہ اپنے ان نورانی عمل کی روشنی میں جنت میں پہنچ جائیں گے۔ اور کافر کا عمل نہایت بد صورت 'بدبودار ہو کر اس پر چٹ جائے گا اور اسے دھکے دے کر جہنم میں لے جائے گا۔ یہ جو چیز کھانا چاہیں گے اسی وقت فرشتے اسے تیار کر کے لائیں گے۔ انہیں سلام کہیں گے۔ یہ جواب دیں گے اور کھائیں گے۔ کھا کر اپنے رب کی حمد بیان کریں گے۔ ان کے صرف سبحانک اللہم کہتے ہی دس ہزار خادم اپنے ہاتھوں میں سونے کے کنوروں میں کھانا لے کر حاضر ہو جائیں گے اور یہ سب میں سے کھائے گا۔ ان کا آپس میں بھی تہنہ سلام ہوگا۔ وہاں کوئی لغو بات کانوں میں نہ پڑے گی۔ درود یوار سے سلامتی کی آوازیں آتی رہیں گی۔ رب رحیم کی طرف سے بھی سلامتی کا قول ہوگا۔ فرشتے بھی ہر ایک دروازے سے آکر سلام کریں گے۔ آخری قول ان کا اللہ کی شاد ہو گا۔ وہ معبود برحق ہے۔

اول وآخرہ و تعریف کے سزاوار ہے۔ اسی لئے اس نے اپنی حمد بیان فرمائی۔ مخلوق کی پیدائش کے شروع میں اس کی بقا میں اپنی کتاب کے شروع میں اور اس کے نازل فرمانے کے شروع میں۔ اس قسم کی آیتیں قرآن کریم میں ایک نہیں لکھی ہیں جیسے الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَى عَبْدِهِ الْكِتَابَ الخ وغیرہ۔ وہی اول آخر دنیا عقبے میں لائق حمد و ثناء ہے۔ ہر حال میں اس کی حمد ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ اہل جنت سے تسبیح و حمد اس طرح ادا ہوگی جیسے سانس چلتا رہتا ہے یہ اس لئے کہ ہر وقت تعین راحۃیں آرام اور آسائش بڑھتا ہوا دیکھیں گے پس لامحالہ حمد ادا ہوگی۔ سچ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں نہ اس کے سوا کوئی پالنا ہار ہے۔

وَلَوْ يَخْلُ اللَّهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتَعْبَالَهُمْ بِالْخَيْرِ لَقَضَى إِلَيْهِمْ أَجَلَهُمْ فَذَرُوا الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ﴿۱۰﴾

اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو برائی پہنچانے میں جلدی کرے جیسی جلدی وہ بھلائی حاصل کرنے میں کرتے ہیں تو اب تک ان کی اجل بھی آچکی ہوتی جنہیں ہماری ملاقات کی امید تک نہیں ہم بھی ان کی سرکشی میں ہی بھٹکتا ہوا چھوڑ دیتے ہیں ○

اللہ تعالیٰ اپنے احسانات کا تذکرہ فرماتے ہیں: ☆ ☆ (آیت: ۱۱) فرمان ہے کہ میرے الطاف اور میری مہربانیوں کو دیکھو کہ بندے کبھی کبھی تنگ آکر گھبرا کر اپنے لئے اپنے بال بچوں کے لئے اپنے مال کے لئے بددعائیں کر بیٹھتے ہیں لیکن میں انہیں قبول کرتے میں جلدی نہیں کرتا۔ ورنہ وہ کسی گھر کے نہ رہیں جیسے کہ میں انہی چیزوں کی برکت کی دعائیں قبول فرمالیا کرتا ہوں۔ ورنہ یہ تباہ ہو جاتے۔ پس بندوں کو ایسی بددعاؤں سے پرہیز چاہئے۔ چنانچہ مسند بزار کی حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔ اپنی جان و مال پر بددعا نہ کرو۔ ایسا نہ ہو کہ کسی قبولیت کی ساعت موافقت کر جائے اور وہ بددعا قبول ہو جائے۔ اسی مضمون کا بیان آیت وَيَذُحُّ الْإِنْسَانَ مَالَهُ الخ میں ہے۔ غرض یہ ہے کہ انسان کا کسی وقت اپنی اولاد و مال وغیرہ کے لئے بددعا کرنا کہ اللہ اسے عارت کرے وغیرہ۔ اگر نیک دعاؤں کی طرح قبولیت میں ہی آجایا کرے تو لوگ برباد ہو جائیں۔

وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنبِهِ أَوْ قَاعِدًا
 فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهُ مَرَّكَانَ لَمْ يَدْعُنَا إِلَى ضُرِّ
 مَسَّهُ كَذَلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۵۱﴾ وَلَقَدْ
 أَهْلَكْنَا الْقُرُونََ مِنْ قَبْلِكَ لَمَّا ظَلَمُوا وَجَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ
 بِالْبَيِّنَاتِ وَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا كَذَلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِينَ ﴿۵۲﴾
 ثُمَّ جَعَلْنَاكُمْ خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ مِنْ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ
 تَعْمَلُونَ ﴿۵۳﴾

انسان کو جب کوئی برائی پہنچتی ہے تو لیٹے پیٹے اور کھڑے ہم سے خوب دعائیں کرنے لگتا ہے۔ لیکن جہاں ہم نے اس سے اس برائی کو دفع کر دیا پھر تو اس بے پرواہی سے چلے ہے کہ گویا کسی سمیت کے وقت اس نے ہمیں پکارا ہی نہ تھا! حد سے گزر جانے والوں کے لئے اسی طرح ان کے اعمال حرمین کر دیے جاتے ہیں ○ تم سے پہلے کی ہستی والوں نے بھی جب ظلم پر کمر کس لی ہم نے انہیں تہہ بالا کر دیا۔ ان کے پاس بھی ان کے رسولوں نے دلیلیں پہنچادی تھیں لیکن وہ ایسے نہ تھے کہ مان لیں تمہارا لوگوں کو ہم اسی طرح بدلہ دیتے ہیں ○ ان کے بعد ہم نے اس زمین میں تمہیں ان کا جانشین بنایا ہے کہ ہم دیکھ لیں کہ تم کیسے کچھ عمل کرتے ہو ○

مومن ہر حال میں اللہ کا شکر بجالاتے ہیں: ☆ ☆ (آیت: ۱۴) اسی آیت جیسی آیت وَإِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوعًا عَرِيضًا ہے یعنی جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو بڑی لمبی دوائیں کرنے لگتا ہے۔ ہر وقت اٹھتے بیٹھتے یعنی اللہ سے اپنی تکلیف کے دور ہونے کی التجائیں کرتا ہے۔ لیکن جہاں دعا قبول ہوئی، تکلیف دور ہوئی اور ایسا ہو گیا جیسے کہ نہ اسے کبھی تکلیف پہنچی تھی نہ اس نے کبھی دعا کی تھی۔ ایسے لوگ حد سے گزر جانے والے ہیں اور انہیں اپنے ایسے ہی گناہ اچھے معلوم ہوتے ہیں۔ ہاں ایماندار نیک اعمال ہدایت و رشد والے ایسے نہیں ہوتے۔ حدیث شریف میں ہے مومن کی حالت پر تعجب ہے۔ اس کے لئے ہر الہی فیصلہ اچھا ہی اچھا ہوتا ہے۔ اسے تکلیف پہنچی اس نے صبر و استقامت اختیار کی اور اسے نیکیاں ملیں اسے راحت پہنچی اس نے شکر کیا۔ اس پر بھی نیکیاں ملیں۔ یہ بات مومن کے سوا کسی کو حاصل نہیں۔

ظالم تہہ و بالا ہو گئے: ☆ ☆ (آیت: ۱۳-۱۴) اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ سابقہ اقوام پر کھذیب رسول کی وجہ سے عذاب آئے۔ جس نہیں ہو گئے۔ اب تم ان کے قائم مقام ہو اور تمہارے پاس بھی افضل الرسل آچکے ہیں۔ اللہ دیکھ رہا ہے کہ تمہارے اعمال کی کیا کیفیت رہتی ہے؟ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں دنیا شیشی مڑے کی سبز رنگ والی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس میں تمہیں خلیفہ بنا کر دیکھ رہا ہے کہ تم کیسے اعمال کرتے ہو؟ دنیا سے ہوشیار رہو۔ اور عورتوں سے ہوشیار رہو۔ بنی اسرائیل میں سب سے پہلا قتیذ عورتوں کا ہی آیا تھا۔ (مسلم) حضرت عوف بن مالکؓ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا آسمان سے ایک رسی لٹکائی گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے تو اسے مکمل تھام لیا، پھر لٹکائی گئی تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح پوری لی۔ پھر منبر کے ارد گرد لوگوں نے ناپنا شروع کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ تین ذراع بڑھ گئے۔ حضرت عمرؓ نے یہ خواب سن کر فرمایا۔ بس ہنوبھی۔ ہمیں خوابوں کی کیا حاجت؟ پھر اپنی خلافت کے زمانے میں حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا عوف تمہارا خواب کیا تھا؟ حضرت عوف نے کہا جانا نہ دیجئے۔ جب آپؐ

کو اس کی ضرورت ہی نہیں۔ آپ نے جب مجھے ڈانٹ دیا پھر اب کیوں پوچھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا اس وقت تو تم خلیفہ الرسولؐ کو ان کی موت کی خبر دے رہے تھے۔ اب بیان کرو۔ انہوں نے بیان کیا۔ تو آپ نے فرمایا 'لوگوں کا منبر کی طرف تین ذراع پانا یہ تھا کہ ایک تو خلیفہ برحق تھا۔ دوسرا خلیفہ اللہ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے بالکل بے پرواہ تھا۔ تیسرا خلیفہ شہید ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: 'پھر ہم نے تمہیں خلیفہ بنایا کہ ہم تمہارے اعمال دیکھیں۔ اسے عمر کی ماں کے لڑکے تو خلیفہ بنا ہوا ہے' خوب دیکھ بھال لے کر کیا کیا عمل کر رہا ہے؟ آپ کا فرمان کہ 'میں اللہ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی پرواہ نہیں کرتا' سے مراد ان چیزوں میں ہے جو اللہ چاہے۔ شہید ہونے سے مراد یہ ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی اس وقت مسلمان آپ کے مطیع و فرمانبردار تھے۔

وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٌ قَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا إِنَّتِ
بِقُرْآنٍ غَيْرِ هَذَا أَوْ بَدَّلَهُ قُلْ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَبَدِّلَهُ مِنْ
تِلْقَائِي نَفْسِي إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوْحَىٰ إِلَيَّ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ
رَبِّي عَذَابٌ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۝ قُلْ لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا تَلَوْتُهُ
عَلَيْكُمْ وَلَا أَدْرَاكُمْ بِهِ ۖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهِ أَفَلَا
تَعْقِلُونَ ۝

جب انکے سامنے ہماری روشنی آجوں کی تلاوت کی جاتی ہے تو ہماری ملاقات کے منکر کہتے ہیں کہ ہمارے پاس تو اس کے سوا کوئی اور قرآن لایا ہی تو بدل لاؤ تو جواب دے کہ یہ مجھے تو نہیں ہو سکتے کہ اسے میں اپنی طرف سے بدل دوں میں تو صرف اس وحی کا ابھار ہوں جو میری طرف بھیجی جائے مجھے اپنے رب کی نافرمانی کرتے ہوئے بڑے دن کے عذاب کا ڈر لگا ہوا ہے ○ تو کہہ دے کہ اے اللہ جانتا تو میں اسے تمہارے سامنے نہ پڑھتا نہ وہ خود تمہیں اس سے خبردار کرتا۔ دیکھو نا میں اس سے پہلے ہی تم میں اپنی بڑی عمر گزار چکا ہوں کیا پھر بھی تم نہیں سمجھتے ○

کفار کی بدترین جھٹلتیں ☆ ☆ (آیت: ۱۵-۱۶) کے کے کفار کا بغض دیکھئے۔ قرآن سن کر کہنے لگے اسے تو بدل لا۔ بلکہ کوئی اور ہی لا۔ تو جواب دے کہ یہ میرے بس کی بات نہیں۔ میں تو اللہ کا کلام ہوں۔ اس کا رسول ہوں۔ اس کا کہا کرتا ہوں۔ اگر میں ایسا کروں تو قیامت کے عذاب کا مجھے ڈر ہے۔ دیکھو اس بات کی دلیل یہ کیا کم ہے کہ میں ایک بے پڑھا لکھا شخص ہوں۔ تم لوگ استاد کلام ہو لیکن پھر بھی اس کا معارضہ اور مقابلہ نہیں کر سکتے۔ میری صداقت و امانت کے تم خود قائل ہو۔ میری دشمنی کے باوجود تم آج تک مجھ پر انگلی نہ کانٹیں سکتے۔ اس سے پہلے میں تم میں اپنی عمر کا بڑا حصہ گزار چکا ہوں۔ کیا پھر بھی عقل سے کام نہیں لیتے؟ شاہ روم ہر قل نے ابوسفیان اور ان کے ساتھیوں سے آنحضرت ﷺ کی مصفیئت دریافت کرتے ہوئے پوچھا کہ کیا دعویٰ نبوت سے پہلے کبھی تم نے اسے جھوٹ کی تہمت لگائی ہے؟ تو اسے باوجود دشمن اور کافر ہونے کے کہنا پڑا کہ نہیں یہ ہے آپ کی صداقت جو دشمنوں کی زبان سے بھی بے ساختہ ظاہر ہوتی تھی۔ ہر قل نے نتیجہ بیان کرتے ہوئے کہا تھا کہ میں کیسے مان لوں کہ لوگوں کے معاملات میں تو جھوٹ نہ بولے اور اللہ پر جھوٹ بہتان باندھ لے۔ حضرت جعفر بن ابی طالبؓ نے دربار نجاشی میں شاہ حبش سے فرمایا تھا 'ہم میں اللہ تعالیٰ نے جس رسولؐ کو بھیجا ہے' ہم اس کی صداقت و امانت نسب وغیرہ سب کچھ جانتے ہیں وہ نبوت سے پہلے ہم میں چالیس سال گزار چکے ہیں۔ سعید بن مسیب سے تینتالیس سال مروی ہیں لیکن

مشہور قول پہلا ہی ہے۔

فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ
إِنَّهُ لَا يَفْقَهُ الْمُجْرِمُونَ ﴿١٥﴾

اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ افترا باندھ لے یا اس کی آجوں کو جھٹلائے بے شک گنہگار کا میاب نہیں ہوتے ○

مجرم اور ظالموں کا سرغنہ: ☆ ☆ (آیت: ۱۵) اس سے زیادہ ظالم اس سے زیادہ مجرم اس سے زیادہ سرکش اور کون ہوگا؟ جو اللہ پر جھوٹ باندھے اور اس کی طرف نسبت کر کے وہ کہے جو اس نے نہ فرمایا ہو۔ رسالت کا دعویٰ کر دے حالانکہ اللہ نے اسے نہ بھیجا ہو۔ ایسے جھوٹے لوگ تو عامیوں کے سامنے بھی چھپ نہیں سکتے چہ جائیکہ عاقلوں کے سامنے۔ اس گناہ کا کبیر ترین ہونا تو کسی سے مخفی نہیں۔ پھر کیسے ہو سکتا ہے کہ نبی اس سے غافل رہیں۔ یاد رکھو جو بھی منصب نبوت کا دعویٰ کرتا ہے اور اس کی صداقت یا جھوٹ اس پر ایسے دلائل قائم کر دیتی ہے کہ اس کا معاملہ بالکل ہی مکمل جاتا ہے۔ ایک طرف حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو لیجئے اور دوسری جانب میلہ کذاب کو رکھیے تو اتنا ہی فرق معلوم ہوگا جتنا آدھی رات اور دوپہر کے وقت میں۔ دونوں کے اخلاق عادات حالات کا معائنہ کرنے والا حضورؐ کی سچائی اور اس کی غلط گوئی میں کوئی شک نہیں کر سکتا۔ اسی طرح سجاد اور اسود غسانی کا دعویٰ ہے کہ نظر ڈالنے کے بعد کسی کو ان کے جھوٹ میں شک نہیں رہتا۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب رسول اللہ ﷺ مدینے میں آئے تو لوگ آپؐ کے دیکھنے کے لئے گئے۔ میں بھی گیا۔ آپؐ کے چہرے پر نظریں پڑتے ہی میں نے سمجھ لیا کہ یہ چہرہ کسی جھوٹے آدمی کا نہیں۔ پاس گیا تو سب سے پہلے آپؐ کی زبان مبارک سے یہ کلام سنا کہ لوگو سلام پھیلاؤ۔ کھانا کھاتے رہا کرو۔ صلہ رحمی قائم رکھو۔ راتوں کو لوگوں کی نیند کے وقت تہجد کی نماز پڑھا کرو تو سلامتی کے ساتھ جنت میں جاؤ گے۔ اسی طرح جب سعد بن بکر کے قبیلے کے وفد میں حنظل بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو پوچھا کہ اس آسمان کا بلند کرنے والا کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا اللہ۔ اس نے پوچھا ان پہاڑوں کا گاڑنے والا کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا اللہ۔ اس نے پوچھا اس زمین کا پھیلانے والا کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا اللہ۔ تو اس نے کہا میں آپؐ کو اسی اللہ کی قسم دیتا ہوں جس نے ان آسمانوں کو بلند کیا، ان پہاڑوں کو گاڑ دیا۔ اس زمین کو پھیلا دیا کہ کیا واقعی اللہ تعالیٰ ہی نے آپؐ کو اپنا رسول بنا کر ہماری طرف بھیجا ہے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں اسی اللہ کی قسم ہاں۔ اسی طرح نماز رکوع اور روزے کی بابت بھی اس نے ایسی ہی تاکید کی قسم دلا کر سوال کیا اور آپؐ نے بھی قسم کھا کر جواب دیا۔ تب اس نے کہا آپؐ سچے ہیں۔ اس کی قسم جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ نہ میں اس پر بڑھادوں گا اور نہ کم کروں گا۔ پس اس شخص نے صرف اسی پر کفایت کر لی۔ اور جو دلائل آپؐ کی صداقت کے اس کے سامنے تھے ان پر اسے اعتبار آ گیا۔ حضرت حسانؓ نے آپؐ کی تعریف میں کتنا اچھا شعر کہا ہے۔

لو لم تکن فیہ آیات مبینہ کانت بدیہتہ تاتیک بالخیر

یعنی حضورؐ میں اگر ظاہر اور کھلی نشانیاں نہ بھی ہوتیں تو صرف یہی ایک بات کافی تھی کہ چہرہ دیکھتے ہی بھلائی اور خوبی تیری طرف لپکتی ہے۔ فصلوات اللہ و سلامہ علیہ۔ برخلاف آپؐ کے کذاب میلہ کہ جس نے اسے بیک نگاہ دیکھ لیا اس کا جھوٹ اس پر مکمل گیا۔ خصوصاً جس نے اس کے فضول اقوال اور بدترین افعال دیکھ لئے۔ اسے اس کے جھوٹ میں ذرا سا شبہ بھی نہ رہا۔ جسے وہ اللہ کا کلام کہہ رہا تھا اس کی بدحیثی اس کی بے کاری تو اتنی ظاہر ہے کہ اللہ کے کلام کے سامنے پیش کئے جانے کے بھی قابل نہیں۔ لو اب تم ہی انصاف

کرو۔ آیت الکرسی کے مقابلے میں اس ملعون نے یہ آیت بھائی تھی۔ باضفدع بنت صفدعین نفی کم تنقین لا للماء نکدرین ولا الشارب تمنعین یعنی اے مینڈکوں کے بچے مینڈک تو خرا تارہ۔ نہ تو پانی خراب کر سکتے نہ پینے والوں کو روک سکے۔ اسی طرح اس کے ناپاک کلام کے نمونے میں اس کی بھائی ہوئی ایک آیت ہے۔ کہ لقد انعم اللہ علی الحبلی اذا خرج منها نسمة نسعی من بین صفاق و حشی اللہ نے حاملہ پر بڑی مہربانی فرمائی کہ اس کے پیٹ سے جلتی بھرتی جان برآمد کی، جھلی اور آنٹوں کے درمیان سے۔

سورۃ الفیل کے مقابلے میں وہ پابندی کہتا ہے الفیل و ما ادرك ما الفیل له خرطوم طویل یعنی ہاتھی اور کیا جانے تو کیا ہے ہاتھی؟ اس کی بڑی لمبی سونڈ ہوتی ہے۔ والنازعات کا معارضہ کرتے ہوئے یہ کہتا ہے والعاجنات عجننا والحابزات خبزنا واللاقعات لقما اھالته و سمعان ان قریشا قوم یعتدون یعنی آتا گوندھنے والیاں اور روٹی پکانے والیاں اور لقمے بنانے والیاں سالن اور گھی سے۔ قریش لوگ بہت آگے نکل گئے۔ اب آپ ہی انصاف کیجئے کہ یہ بچوں کا کھیل ہے یا نہیں؟ شریف انسان تو سوائے مذاق کے ایسی بات منہ سے بھی نہیں نکال سکتا۔ پھر اس کا انجام دیکھئے۔ لڑائی میں مارا گیا۔ اس کا گروہ مٹ گیا۔ اس کے ساتھیوں پر لعنت برسی۔ حضرت صدیق اکبرؓ کے پاس خائب و خاسر ہو کر منہ پر مٹی مل کر پیش ہوئے اور دو دھوکہ تو بے کر کے جوں توں کر کے جان بچائی۔ پھر تو اللہ کے سچے دین کی چاشنی سے ہونٹ چوسنے لگے۔ ایک روز ان سے غلیظہ المسلمین امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مسلمان قرآن تو سناؤ تو وہ بہت سٹ پٹائے۔ بے حد شرمائے اور کہنے لگے۔ حضرت ہمیں اس ناپاک کلام کے زبان سے نکالنے پر مجبور نہ کیجئے۔ ہمیں تو اس سے شرم معلوم ہوتی ہے۔ آپؐ نے فرمایا نہیں۔ تم ضرور سناؤ تاکہ ہمارے مسلمان بھائیوں کو بھی اس کی راکت اور بے ہودگی معلوم ہو جائے۔ آخر مجبور ہو کر انہوں نے نہایت ہی شرماتے ہوئے کچھ پڑھا جس کا نمونہ اوپر گزرا کہ کہیں مینڈک کا ذکر ہے، کہیں ہاتھی کا، کہیں روٹی کا، کہیں حمل کا۔ اور وہ سارے ہی ذکر بے سود بے مزہ اور بے کار۔ حضرت ابوبکرؓ نے آخر میں فرمایا یہ تو بتاؤ تمہاری عقلیں کہاں ماری گئیں تھیں؟ واللہ اسے تو کوئی بیوقوف بھی ایک لمحہ کے لئے کلام اللہ نہیں کہہ سکتا۔ مذکور ہے کہ عمرو بن العاص اپنے کفر کے زمانے میں مسیلہ کے پاس پہنچا۔ یہ دونوں بیچپن کے دوست تھے۔ اس نے پوچھا کہو عمر و تمہارے ہاں کے نبی پر آج کل جو وحی اتری ہو اس میں سے کچھ سن سکتے ہو؟ اس نے کہا ہاں ان کے اصحاب ایک مختصری سورت پڑھتے تھے جو میری زبان پر بھی چڑھ گئی لیکن بھائی اپنے مضمون کے لحاظ سے وہ سورت بہت بڑی اور بہت ہی اعلیٰ ہے اور لفظوں کے اعتبار سے بہت ہی مختصر اور بڑی جامع ہے۔ پھر اس نے سورۃ العصر پڑھ سنائی۔ مسیلہ چپکا ہو گیا۔ بہت دیر کے بعد کہنے لگا مجھ پر اسی جیسی سورت اتری ہے۔ اس نے کہا ہاں تو بھی سنا دے تو اس نے پڑھایا و بریا و برانما انت اذنان و صدرو سائرک حقر لغر یعنی اے ویر جانور تیرے تو بس دوکان ہیں اور سینہ ہے اور باقی جسم تو تیرا بالکل حقیر اور عجب دار ہے۔ یہ سنا کر عمرو سے پوچھتا ہے کہو دوست کسی کہی؟ اس نے کہا دوست اپنے جھوٹ پر مہر لگا دی۔ اور کہی کہی؟ پس جب کہ ایک شرک پر بھی سچے جھوٹے کی تمیز مشکل نہ ہوئی تو ایک صاحب عقل، تمیز دار با ایمان پر کیسے یہ بات چھپ سکتی ہے؟ اسی کا بیان آیت وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ قَالَ أُوحِيَ إِلَيَّ وَلَمْ يُوحَ إِلَيْهِ شَيْءٌ اَلْحَسْبُ هَذَا یعنی اللہ پر جھوٹ افتر کرنے والے یا اس کی طرف وحی نہ آنے کے باوجود وحی آنے کا دعویٰ کرنے والے سے بڑھ کر ظالم کوئی نہیں۔ اسی طرح جو کہے کہ میں بھی اللہ کی طرح کا کلام اتار سکتا ہوں مندرجہ بالا آیت میں بھی یہی فرمان ہے جس میں وہ بڑا ہی ظالم ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے وہ بڑا

ہی ظالم ہے جو اللہ کی آیتوں کو جھٹلائے۔ حجت ظاہر ہو جانے پر بھی نہ مانے۔ حدیث میں ہے سب سے بڑا سرکش اور بد نصیب وہ ہے جو کسی نبی کو قتل کرے یا نبی اسے قتل کرے۔

وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْصُرُهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هَؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللَّهِ قُلْ أَتَنْتَبِهُونَ اللَّهُ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمُوتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ سُبْحَنَهُ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝ وَمَا كَانَ النَّاسُ إِلَّا أُمَّةً وَاحِدَةً فَاخْتَلَفُوا وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ فِي مَا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۝

اللہ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہیں جو نہ انہیں ضرر پہنچا سکیں نہ نفع دے سکیں۔ کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں ان سے پوچھ تو کیا تم اللہ تعالیٰ کو وہ خبر دے رہے ہو جو وہ تو آسمانوں میں جانتا ہے نہ زمین میں وہ پاک اور بلند ہے ہر اس چیز سے جسے یہ شریک ٹھہرا رہے ہیں ○ سب کے سب انسان ایک ہی گروہ تھے۔ پھر اختلاف میں پڑ گئے اگر پہلے ہی سے تیرے رب کا حکم نہ گزر چکا ہوتا تو ان سب کے درمیان ہر اس چیز کا فیصلہ کر دیا جاتا جس میں وہ مختلف ہیں ○

شرک کے آغاز کی رواد: ☆ ☆ (آیت: ۱۸-۱۹) مشرکوں کا خیال تھا کہ جن کو ہم پوجتے ہیں یہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہوں گے۔ اس غلط عقیدے کی قرآن کریم تردید فرماتا ہے کہ وہ کسی نفع نقصان کا اختیار نہیں رکھتے۔ ان کی شفاعت تمہیں کچھ کام نہ آئے گی۔ تم تو اللہ کو بھی سکھانا چاہتے ہو گویا جو چیز زمین آسمان میں وہ نہیں جانتا۔ تم اس کی خبر اسے دینا چاہتے ہو۔ یعنی یہ خیال غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ شرک و کفر سے پاک ہے۔ وہ برتر و بری ہے۔ سنو پہلے سب ہی سب اسلام پر تھے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت نوح علیہ السلام تک دس صدیاں وہ سب لوگ مسلمان تھے۔ پھر اختلاف رونما ہوا اور لوگوں نے تیری میری پرستش شروع کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے رسولوں کے سلسلوں کو جاری کیا تاکہ ثبوت و دلیل کے بعد جس کا جی چاہے زندہ رہے جس کا جی چاہے مر جائے۔ چونکہ اللہ کی طرف سے فیصلے کا دن مقرر ہے۔ حجت تمام کرنے سے پہلے عذاب نہیں ہوتا اس لئے موت موخر ہے ورنہ ابھی ہی حساب چکادیا جاتا۔ مومن کا میاب رہنے اور کافر کا م۔

وَيَقُولُونَ لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِنْ رَبِّهِ فَقُلْ إِنَّمَا الْغَيْبُ لِلَّهِ فَانْتَظِرُوا إِنِّي مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَظِرِينَ ۝

کہتے ہیں کہ اس پر کوئی نشان اس کے رب کی جانب سے کیوں نہیں اتارا گیا؟ تو کہہ دے کہ غیب کا حال تو اللہ ہی کو معلوم ہے۔ اچھا تم منتظر رہو میں بھی تمہارے ساتھ

ہی منتظر ہوں ○

ثبوت صداقت مانگنے والے: ☆ ☆ (آیت: ۲۰) کہتے ہیں کہ اگر یہ سچا ہی ہے تو جیسے حضرت صالح علیہ السلام کو اونٹنی ملی تھی انہیں ایسا کوئی نشان کیوں نہیں ملا؟ چاہئے تھا کہ یہ صفا پہاڑ کو سونا بنا دیتا یا مکے کے پہاڑوں کو ہٹا کر یہاں کھیتیاں باغ اور نہریں بنا دیتا۔ گو اللہ کی قدرت اس سے عاجز نہیں لیکن اس کی حکمت کا تقاضا وہی جانتا ہے۔ اگر وہ چاہے تو اپنے نبی کے لئے باغات اور نہریں بنا دے لیکن یہ پھر بھی

قیامت کے منکر ہی رہیں گے۔ اور آخر جہنم میں جائیں گے۔ انگوں نے بھی ایسے معجزے طلب کئے۔ جب دکھائے گئے پھر بھی جھٹلاتا تو عذاب الہی آ گئے۔ آنحضرت ﷺ سے بھی یہی فرمایا گیا تھا کہ اگر تم چاہو تو میں ان کے منہ مانگے معجزے دکھا دوں لیکن پھر بھی یہ کافر رہے تو غارت کر دیئے جائیں گے اور اگر چاہو تو مہلت دوں۔ آپ نے اپنے علم و کرم سے دوسری بات ہی اختیار کی۔ یہاں حکم ہوتا ہے کہ غیب کا علم اللہ ہی کو ہے۔ تمام کاموں کا انجام وہی جانتا ہے۔ تم ایمان نہیں لاتے تو نتیجے کے منتظر ہو۔ دیکھو میرا کیا ہوتا ہے اور تمہارا کیا ہوتا ہے؟ آہ کیسے بد نصیب تھے جو مانگتے تھے۔ اس سے بدرجہا بڑھ کر دیکھ چکے تھے اور سب معجزوں کو جانے دو۔ چاند کو ایک اشارے سے دو ٹکڑے کر دینا ایک ٹکڑے کا پہاڑ کے اس طرف اور دوسرے کا اس طرف چلے آنا کیا یہ معجزہ کسی طرح اور کسی معجزے سے کم تھا؟ لیکن چونکہ ان کا یہ سوال محض کفر کی بناء پر تھا ورنہ یہ بھی اللہ دکھا دیتا۔ جن پر عذاب عملاً آ جاتا ہے وہ چاہے دنیا بھر کے معجزے دیکھ لیں انہیں ایمان نصیب نہیں ہوتا۔ اگر ان پر فرشتے اترتے اگر ان سے مردے باتیں کرتے اگر ہر ایک چیز ان کے سامنے کر دی جاتی پھر بھی انہیں ایمان نصیب نہیں ہوتا۔ اسی کا بیان آیت وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِم بَابًا مِّنَ السَّمَاءِ اِلٰی مِثْلِ آيَتِ الْاٰیٰتِ وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلٰیكَ كِتٰبًا فِی قُرْطَاسٍ اِلٰی مِثْلِ آيَتِ الْاٰیٰتِ ہوا ہے۔ پس ایسے لوگوں کو ان کے منہ مانگے معجزے دکھانے بھی بے سود ہیں۔ اس لئے کہ انہوں نے تو کفر پر گہرہ لگالی ہے۔ اس لئے فرما دیا کہ آج کل کر دیکھ لینا کیا ہوتا ہے۔

وَإِذَا أَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِّنْ بَعْدِ ضَرِّآءٍ مَّسَّتْهُمْ إِذَا لَهُمْ مَكْرٌ فِیْٓ آيَاتِنَا قُلِ اللّٰهُ اَسْرَعُ مَكْرًاۚ اِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُوبُوْنَ مَا تَمْكُرُوْنَ ۝۷۱ ۚ هُوَ الَّذِیْ یُسَبِّحُکُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ حَتّٰی اِذَا کُنْتُمْ فِی الْفُلْکِ وَجَرَّیْنَ بِہُمْ بِرِیْحٍ طَیْبَةٍ وَّفَرِحُوْا بِہَا جَآءَ تَهَاوُیْحٌ رَّیْحٌ عَاصِفٌ وَجَآءَ ہُمُ الْمَوْجُ مِنْ کُلِّ مَکَانٍ وَظَنُوْۤا اَنَّهُمْ اُحِیْطَ بِہُمْۙ دَعَوْا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَّہِ الدِّیْنَۙ لَیْنِ اُنْجِیْتَنَا مِنْ ہٰذِہٖ لَتَکُوْنَنَّ مِنَ الشَّکْرِیْنَ ۝۷۲ ۚ فَلَمَّا اُنْجِیْتُمْ اِذَا ہُمْ یَبْغُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ یَاٰیُہَا النَّاسُ اِنَّمَا بُغِیْتُکُمْ عَلٰی اَنْفُسِکُمْۙ مَّتَاعَ الْحَیٰوَةِ الدُّنْیَا ثُمَّ اِلَیْنَا مَرْجِعُکُمْ فَنُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۷۳

لوگوں کو دکھ پہنچنے کے بعد جب ہم سکھ کا مزہ چکھاتے ہیں تو اسی وقت ہماری قدرتوں میں خیلے بنانے لگتے ہیں تو کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ تو بہت جلد جلد بنا سکتا ہے۔ ہمارے پیچھے ہونے فرشتے تمہاری جلد بازیاں کھ رہے ہیں ۝۷۱ اللہ ہی ہے جو تمہیں خشکی تری کے سفر کرتا ہے یہاں تک کہ جب تم شستیوں میں ہوتے ہو اور باد موافق انہیں بہا لے جاتی ہے اور اہل کشتی ششادش ہوتے ہیں کہ گاہ تیز و تند تا موافق ہوا میں چلے گئے ہیں اور ہر طرف سے موجیں ان کے پاس آنے لگتی ہیں اور وہ سمجھ لیتے ہیں کہ وہ گھیر لے گئے اسی وقت خالص اللہ کی عبادت کرتے ہوئے اسی سے دعا کریں کہ گتے ہیں کہ اگر تو نے ہمیں اس سے بچا لیا تو یقیناً ہم شکر

گزاروں میں ہو جائیں گے ○ پھر جہاں اللہ تعالیٰ نے انہیں خلاصی دی کہ یہ ملک میں ناحق فساد برپا کرنے لگے لوگو! تمہاری سرکشیوں کا وبال خود تم پر ہی ہے۔ اچھا جیتے جیتے برت لو۔ پھر سب کا لونٹا تو ہماری ہی طرف ہے۔ پس ہم آپ کہیں تمہارے کروت پر خردا کر دیں گے ○

احسان فراموش انسان: ☆ ☆ (آیت: ۲۱-۲۳) انسانی ناشکری کا بیان ہو رہا ہے کہ اسے سختی کے بعد کی آسانی، خشک سالی کے بعد کی ترسالی، قحط کے بعد کی بارش اور بھی ناشکرا کر دیتی ہے۔ یہ ہماری آیتوں سے مذاق اڑانے لگتا ہے۔ کیا تو اس وقت ہماری طرف ان کا بھٹکانا اور کیا اس وقت ان کا اُڑنا نہیں دیکھتا۔ رات کو بارش ہوتی۔ صبح کو حضورؐ نے نماز پڑھائی۔ پھر پوچھا، 'جانتے بھی ہو رات کو باری تعالیٰ نے کیا فرمایا ہے؟ صحابہؓ نے کہا، ہمیں کیا خبر؟ آپؐ نے فرمایا، اللہ کا ارشاد ہوا ہے کہ صبح کو میرے بہت سے بندے ایماندار ہو جائیں گے اور بہت سے کافر۔ کچھ کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کے لطف و رحم سے بارش ہوئی، وہ مجھ پر ایمان رکھنے والے بن جائیں گے اور ستاروں کی ایسی تاثیروں کے منکر ہو جائیں گے۔ اور کچھ کہیں گے کہ فلاں فلاں پختہ کر دیجے سے بارش برسا ئی گئی۔ وہ مجھ سے کافر ہو جائیں گے اور ستاروں پر ایمان رکھنے والے بن جائیں گے۔

یہاں فرماتا ہے کہ جیسے یہ چال بازی ان کی طرف سے ہے، میں بھی اس کے جواب سے غافل نہیں ہوں۔ انہیں ڈھیل دیتا ہوں۔ یہ اسے غفلت سمجھتے ہیں۔ پھر جب پکڑ آ جاتی ہے تو حیران و ششدر رہ جاتے ہیں۔ میں غافل نہیں۔ میں نے تو اپنے امین فرشتے چھوڑ رکھے ہیں جو ان کے کروت برابر لکھتے جا رہے ہیں۔ پھر میرے سامنے پیش کریں گے۔ میں خود دانا بیٹا ہوں لیکن تاہم وہ سب تحریر میرے سامنے ہوگی جس میں ان کے چھوٹے بڑے بڑے بھلے سب اعمال ہوں گے۔ اسی اللہ کی حفاظت میں تمہارے خشکی اور تری کے سفر ہوتے ہیں۔ تم کشتیوں میں سوار ہو، موافق ہوائیں چل رہی ہیں، کشتیاں تیر کی طرح منزل مقصود کو جا رہی ہیں۔ تم خوشیاں منا رہے ہو کہ یکا یک باد مخالف چلی اور چاروں طرف سے پہاڑوں کی طرح موجیں اٹھ کھڑی ہوئیں۔ سمندر میں تلاطم شروع ہو گیا۔ کشتی تنکے کی طرح جھکولے کھانے لگی اور تمہارے کلیجے اٹھنے لگے۔ ہر طرف سے موت نظر آنے لگی۔ اس وقت سارے بنے بنائے معبود اپنی جگہ دھرے رہ گئے اور نہایت خشوع و خضوع سے صرف مجھ سے دعائیں مانگی جائیں گی۔ وعدے کئے جانے لگے کہ اب کے اس مصیبت سے نجات مل جانے کے بعد شکر گزاری میں باقی عمر گزار دیں گے۔ توحید میں لگے رہیں گے۔ کسی کو اللہ کا شریک نہیں بنائیں گے۔ آج سے خالص توبہ ہے۔

لیکن ادھر نجات ملی، کنارے پر اترے، خشکی میں چلے پھرے کہ اس مصیبت کے وقت کو اس خالص دعا کو پھر اقرار و شکر و توحید کو یکسر بھول گئے اور ایسے ہو گئے گویا ہمیں کبھی پکارا ہی نہ تھا۔ ہم سے کبھی معاملہ پڑا ہی نہ تھا۔ ناحق اکڑ فوں کرنے لگے، مستی میں آ گئے۔ لوگو! تمہاری اس سرکشی کا وبال تم پر ہی ہے۔ تم اس سے دوسروں کا نہیں بلکہ اپنا ہی نقصان کر رہے ہو۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں، وہ گناہ جس پر یہاں بھی اللہ کی پکڑ نازل ہو اور آخرت میں بھی بدترین عذاب ہو، فساد و سرکشی اور قطع رحمی سے بڑھ کر کوئی نہیں۔ تم اس دنیا کے فانی کے تھوڑے سے معمولی برائے نام فائدے کو تو چاہے اٹھا لو لیکن آخر انجام تو میری طرف ہی ہے۔ میرے سامنے آؤ گے، میرے قبضے میں ہو گے۔ اس وقت ہم آپؐ کہیں تمہاری بد اعمالیوں پر متنبہ کریں گے۔ ہر ایک کو اس کے کئے اعمال کا بدلہ دیں گے لہذا اچھا بن جائیں پھر ہمارا شکر کرو اور برائی دیکھ کر اپنے سوا کسی اور کو ملامت اور الزام نہ دو۔

إِنَّمَا مَثَلُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَاءٍ أَنْزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَاءِ فَاخْتَلَطَ بِهِ نَبَاتُ الْأَرْضِ مِمَّا يَأْكُلُ النَّاسُ وَالْأَنْعَامُ حَتَّىٰ إِذَا أَخَذَتِ الْأَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ أَهْلُهَا أَنَّهُمْ قَدِرُونَ عَلَيْهَا أَتَاهَا أَمْرُنَا لَيْلًا أَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنَاهَا حَصِيدًا كَأَن لَّمْ تَغْنَبْ بِالْأَمْسِ ۚ كَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿۱۵﴾
وَاللَّهُ يَدْعُو إِلَىٰ دَارِ السَّلَامِ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿۱۶﴾

دنیا کی زندگی کی مثال تو بالکل بارش جیسی ہے جسے ہم آسمان سے برساتے ہیں۔ پھر اس سے زمین کا سبزہ اور روئیدگی لے چل کر وہ چیزیں اُگتی ہیں جو انسان بھی کھاتے ہیں اور چوپائے بھی یہاں تک کہ جب زمین سرسبز ہو کر آمستہ و راحت ہوگئی اور وہاں کے رہنے والوں نے اندازہ لگا لیا کہ اب ہم اس سے نفع پانے پر قادر ہو گئے کہ ناگہاں امر الہی اس پر رات کو یا دن کو آ پہنچا اور ہم نے اسے جڑے لکھنے پھینکا اس طرح کہ گویا کل کچھ بھی نہ تھا۔ خود ٹھکرے والوں کے لئے اس طرح ہم کھول کھول کر اپنی نشانیاں بیان فرمادیتے ہیں ○ اللہ تعالیٰ سلاحتی کے محرک کی طرف بلا رہے اور جسے چاہتا ہے راہ راست پر لا کھڑا کر دیتا ہے ○

دنیا اور اس کی حقیقت ☆ ☆ (آیت ۲۳-۲۵) دنیا کی ٹیپ ٹاپ اور اس کی دو گھڑی کی سہانی رونق پھر اس کی بربادی اور بے رونقی کی مثال زمین کے سبزے سے دی جا رہی ہے کہ بادل سے پانی برسا۔ زمین لہلہا اٹھی۔ طرح طرح کی سبزیاں چارے پھل پھول کھیت باغات پیدا ہو گئے۔ انسانوں کے کھانے کی چیزیں جانوروں کے چرنے چگنے کی چیزیں چاروں طرف پھیل پڑیں زمین سرسبز ہو گئی ہر چار طرف ہریالی ہی ہریالی نظر آنے لگی کھیتی والے خوش ہو گئے۔ باغات والے پھولے نہیں ساتے کہ اب کے پھل اور اناج بکثرت ہے۔ ناگہاں آندھیوں کے جھکڑ چلنے لگے برف باری ہوئی اوڑھے لگے پالہ پڑا پھل چھوڑ پڑے بھی جل گئے۔ درخت جڑوں سے اکھڑ گئے تازگی خشکی سے بدل گئی پھل ٹھنڈے جل گئے کھیت و باغات ایسے ہو گئے کہ گویا تھے ہی نہیں۔ اور جو چیز کل تھی بھی آج نہیں تو گویا کل بھی نہ تھی۔

حدیث میں ہے بڑے دنیا دار کو ڈپٹی کو جو ہمیشہ ناز و نعمت میں ہی رہا تھا لا کر جہنم میں ایک غوطہ دے کر پھر اس سے پوچھا جائے گا کہ کب تو ہماری زندگی کیسی گزری؟ وہ جواب دے گا کہ میں نے تو کبھی کوئی راحت نہیں دیکھی۔ کبھی آرام کا نام بھی نہیں سنا۔ اسی طرح دنیا کی زندگی میں ایک گھڑی بھی جس پر آرام کی نہیں گزری تھی اسے لایا جائے گا۔ جنت میں ایک غوطہ دلا کر پوچھا جائے گا کہ کب تو دنیا میں کیسے رہے؟ جواب دے گا کہ پوری عمر کبھی رنج و غم کا نام بھی نہیں سنا۔ کبھی تکلیف اور دکھ دیکھا بھی نہیں۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح غفلتوں کے لئے واقعات واضح کرتا ہے تاکہ وہ عبرت حاصل کر لیں۔ ایسا نہ ہو اس فانی چند روزہ دنیا کے ظاہری پکر میں پھنس جائیں اور اس ڈھل جانے والے سائے کو اصلی اور پائدار سمجھ لیں۔ اس کی رونق دو روزہ ہے۔ یہ وہ چیز ہے جو اپنے چاہنے والوں سے بھاگتی ہے۔ اور نفرت کرنے والوں سے پلٹتی ہے۔ دنیا کی زندگی کی مثال اسی طرح ہے۔ اور بھی بہت سی آیتوں میں بیان ہوئی ہے مثلاً سورہ کہف کی آیت وَاضْرِبْ لَهُم مَّثَلُ الْحَيَاةِ

الذَّنْبَا اَلْحٰی میں اور سورہ زمر اور سورہ حدید میں۔ خلیفہ مروان بن حکم نے ممبر پر وَطَّنْ اَهْلَهَا اَنْتُمْ فَذَرُوْنَ عَلَیْهَا وَمَا كَانَ لِلّٰهِ لِيَهْلِكَ هُمْ اِلَّا بِذُنُوبِ اَهْلِهَا اَلْحٰی پڑھ کر فرمایا میں نے تو اسی طرح پڑھی ہے لیکن قرآن میں یہ لکھی ہوئی نہیں۔ حضرت ابن عباسؓ کے صاحبزادے نے فرمایا میرے والد بھی اسی طرح پڑھتے تھے۔ ابن عباسؓ کے پاس جب آدمی بھیجا گیا تو آپ نے فرمایا ابی بن کعب کی قرأت بھی یونہی ہے۔ لیکن یہ قرأت غریبہ ہے۔ اور گویا یہ جملہ تفسیر یہ ہے۔ واللہ اعلم۔

اللہ تعالیٰ سلامتی کے گھر کی طرف اپنے بندوں کو بلاتا ہے جو دنیا کی طرح فانی نہیں بلکہ باقی ہے۔ دنیا کی طرح دودن کے لئے زینت دار نہیں بلکہ ہمیشہ کی نعمتوں اور ابدی راحتوں والی ہے۔ حضورؐ فرماتے ہیں۔ مجھ سے کہا گیا تیری آنکھیں سو جائیں۔ تیرا دل جاگتا رہے اور تیرے کان سنتے رہیں چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ پھر فرمایا گیا ایک سردار نے ایک گھر بنایا۔ وہاں دعوت کا انتظام کیا۔ ایک بلانے والے کو بھیجا۔ پس جس نے اس کی دعوت قبول کی۔ گھر میں داخل ہوا اور دسترخوان سے کھانا کھایا۔ جس نے نہ قبول کی نہ اسے اپنے گھر میں آٹا ملا نہ دعوت کا کھانا میسر ہوا نہ سردار اس سے خوش ہوا۔ پس اللہ سردار ہے اور گھر اسلام ہے اور دسترخوان جنت ہے اور بلانے والے حضرت محمد ﷺ ہیں۔ یہ روایت مرسل ہے۔ دوسری متصل بھی ہے۔ اس میں ہے کہ ایک دن ہمارے مجمع میں آ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خواب میں میرے پاس جبرئیل و میکائیل آئے۔ جبرئیلؑ سر ہانے اور میکائیلؑ پیروں کی طرف کھڑے ہو گئے۔ ایک نے دوسرے سے کہا اس کی مثال بیان کرو۔ پھر یہ مثال بیان کی پس جس نے تیری دعوت قبول کی وہ اسلام میں داخل ہوا اور جو اسلام لایا وہ جنت میں پہنچا اور وہاں کھایا پیا۔ ایک حدیث میں ہے ہر دن سورج کے لوہے ہونے کے وقت اس کے دونوں جانب دو فرشتے ہوتے ہیں جو با آواز بلند انسانوں اور جنوں کے سوا سب کو سنا کر کہتے ہیں کہ لوگو اپنے رب کی طرف آؤ۔ جو کم ہوا یا کافی ہو وہ بہتر ہے اس سے جو زیادہ ہوا اور غافل کر دے۔ قرآن فرماتا ہے لوگو اللہ تعالیٰ تمہیں دارالسلام کی طرف بلاتا ہے (ابن ابی حاتم اور ابن جریر)

لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنٰی وَزِيَادَةٌ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوهَهُمْ قَتَرٌ وَلَا ذِلَّةٌ ۚ اُولٰٓئِكَ اَصْحَابُ الْجَنَّةِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿۵۷﴾
وَالَّذِينَ كَسَبُوا السَّيِّئَاتِ جَزَاءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۚ مَا لَهُمْ مِنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۖ كَانَمَا اَعْشَيْتَ وُجُوهَهُمْ قِطْعًا مِّنَ اللَّيْلِ مُظْلِمًا ۚ اُولٰٓئِكَ اَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿۵۸﴾

نیکیاں کرنے والوں کے لئے بھلائی بھی ہے اور زیادتی بھی نہ تو ان کے چہروں پر سیاہی ہوگی اور نہ ذلت یہ تو جنتی لوگ ہیں جو وہاں ہمیشہ ہمیش رہیں گے ○ جنہوں نے برائی کی ہے انہیں انہی برائیوں کے برابر کا بدلہ ملے گا۔ انہیں ذلت و ذہانپ لے گی انہیں اللہ سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا گویا کہ ان کے چہرے رات کے سیاہ نکلوں گے ○ کلمہ سے ذہانپ دیئے گئے ہیں۔ یہ جہنمی لوگ ہیں جو ایسی میں ہمیشہ رہیں گے ○

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی ☆☆ (آیت: ۲۶) یہاں جس نے نیک اعمال کئے اور با ایمان رہا وہاں اسے بھلائیاں اور نیک بدلے ملیں گے۔ احسان کا بدلہ احسان ہے۔ ایک ایک نکی بڑھا چڑھا کر زیادہ ملے گی۔ ایک کے بدلے سات سات سو تک۔ جنت

حوزِ قصور وغیرہ وغیرہ آنکھوں کی طرح طرح کی ششدرک دل کی لذت اور ساتھ ہی اللہ عزوجل کے چہرے کی زیارت۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اور اس کا لطف و رحم ہے۔ بہت سے سلف خلف صحابہ وغیرہ سے مروی ہے کہ زیادہ سے مراد اللہ عزوجل کا دیدار ہے۔ حضورؐ نے اس آیت کی تلاوت کی اور فرمایا جب جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں ملے جائیں گے اور اس وقت ایک منادی کرنے والا ندا کرے گا کہ اے جنتیو! تم سے اللہ کا ایک وعدہ ہوا تھا۔ اب وہ بھی پورا ہونے کو ہے۔ یہ کہیں گے الحمد للہ ہمارے میزبان بھاری ہو گئے ہمارے چہرے نورانی ہو گئے، ہم جنت میں پہنچ گئے۔ ہم جہنم سے دور ہو گئے۔ اب کیا چیز باقی ہے؟ اسی وقت حجاب ہٹ جائے گا اور یہ اپنے پاک پروردگار کا دیدار کریں گے۔ واللہ کسی چیز میں انہیں وہ لذت و سرور نہ حاصل ہوا ہوگا جو دیدار اللہ میں ہوگا۔ (مسلم وغیرہ) اور حدیث میں ہے کہ منادی کہے گا: حسنیٰ سے مراد جنت تھی اور زیادت سے مراد دیدار اللہ تھا۔ ایک حدیث میں یہ فرمان رسول ﷺ سے بھی مروی ہے۔ میدانِ محشر میں ان کے چہروں پر نہ سیاسی ہوگی نہ ذلت ہوگی جیسے کہ کافروں کے چہروں پر یہ دونوں چیزیں ہوں گی۔ غرض ظاہری اور باطنی اہانت سے وہ دور ہوں گے۔ چہرے پر نورِ دل راحتوں سے سرور۔ اللہ ہمیں بھی انہی میں کرے۔ آمین۔

ایک تقابلی جائزہ: ☆ ☆ (آیت: ۲۷) نیکیوں کا حال بیان فرما کر اب بدوں کا حال بیان ہو رہا ہے۔ ان کی نیکیاں بڑھا کر ان کی برائیاں برابر بنی رکھی جائیں گی۔ نیکی کم مگر بدکاریاں ان کے چہروں پر سیاہیاں بن کر چڑھ جائیں گی ذلت و پستی سے ان کے منہ کا لے پڑ جائیں گے۔ یہ اپنے مظالم سے اللہ کو بے خبر سمجھتے رہے حالانکہ انہیں اس دن تک کی ذلیل فی ثقیلی آج آنکھیں چڑھ جائیں گی، شکلیں بگڑ جائیں گی۔ کوئی نہ ہوگا جو کام آئے اور عذاب سے بچائے۔ کوئی بھاگنے کی جگہ نہ نظر آئے گی۔ اللہ کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ کافروں کے چہرے ان کے کفر کی وجہ سے سیاہ ہوں گے اب کفر کا مزہ اٹھاؤ۔ مومنوں کے منہ نورانی اور چمکیے گورے اور صاف ہوں گے کافروں کے چہرے ذلیل اور پست ہوں گے۔

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا مَكَانَكُمْ
 أَنْتُمْ وَشُرَكَائِكُمْ فَزَلَلْنَا بَيْنَهُمُ وَقَالَ شُرَكَائُهُمْ مَا كُنْتُمْ
 إِلَّا نَا تَعْبُدُونَ ۖ فَكَفَى بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ إِنْ
 كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغْفِلِينَ ۖ هُنَالِكَ تَبْلَوْنَ كُلَّ نَفْسٍ مَّا
 أَسْلَفْتُمْ وَرُدُّوْا إِلَى اللَّهِ مَوْلَاهُمُ الْحَقُّ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا
 يَفْتَرُونَ ۚ

اس دن سے ڈرو جس دن ہم تمام مخلوق کا حشر کریں گے۔ پھر شرکوں سے فرمائیں گے کہ تم اور تمہارے شریک اپنی جگہ ٹھہرے رہو پھر ہم ان میں تفرقہ ڈال دیں گے اور ان کے شریک کہیں گے کہ تم ہرگز ہماری عبادت نہیں کرتے تھے ○ ہم میں اور تم میں اللہ تعالیٰ پورا شاہد ہے۔ ہم تو تمہاری عبادت سے بالکل بی غافل تھے ○ وہاں جانچ لے گا ہر کوئی جو آج بھیجا اور سب کے سب اپنے سچے اور حقیقی مالک کی طرف رجوع ہوں گے اور جو کچھ جھوٹ باندھ لیا کرتے تھے وہ سب کچھ ان سے گم ہو جائے گا ○

میدانِ حشر میں سبھی موجود ہوں گے: ☆ ☆ (آیت: ۲۸-۳۰) مومن کافر، نیک بد، جن اور انسان سب میدانِ قیامت میں اللہ کے

سامنے جمع ہوں گے۔ سب کا حشر ہوگا۔ ایک بھی باقی نہ رہے گا۔ پھر مشرکوں کو اور ان کے شرکیوں کو الگ کھڑا کر دیا جائے گا۔ ان مجرموں کی جماعت مومنوں سے الگ ہو جائے گی۔ سب جدا جدا گروہ میں بٹ جائیں گے۔ ایک سے ایک الگ ہو جائے گا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ خود فیصلوں کے لئے تشریف لائے گا۔ مومن سفارش کر کے اللہ کو لائیں گے کہ وہ فیصلہ فرمادے۔ یہ امت ایک اونچے ٹیلے پر ہوگی۔ مشرکین کے شرک اپنے عابدوں سے بے زاری ظاہر کریں گے۔ اسی طرح خود مشرکین بھی ان سے انجان ہو جائیں گے۔ سب ایک دوسرے سے انجان بن جائیں گے۔ اب بتاؤ ان مشرکوں سے بھی زیادہ کوئی بھکا ہوا ہے کہ انہیں پکارتے رہے جو آج تک ان کی پکار سے بھی غافل رہے اور آج ان کے دشمن بن کر مقابلے پر آ گئے۔ صاف کہا کہ تم نے ہماری عبادت نہیں کی۔ ہمیں کچھ خبر نہیں! ہم تمہاری عبادتوں سے بالکل غافل رہے۔ اسے اللہ خوب جانتا ہے نہ ہم نے اپنی عبادت کو تم سے کہا تھا نہ ہم اس سے کبھی خوش رہے۔ تم اندھی نہ تھی بے کار چیزوں کو پوجتے رہے جو خود ہی بے خبر تھے نہ وہ اس سے خوش نہ ان کا یہ حکم۔ بلکہ تمہاری پوری حاجت مندی کے وقت تمہارے شرک کے منکر تمہاری عبادتوں کے منکر بلکہ تمہارے دشمن۔ اس جی و قیوم، سمیع و بصیر، قادر و مالک و وحدہ لا شریک کو تم نے چھوڑ دیا جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہ تھا۔ جس نے رسول بھیج کر تمہیں توحید سکھائی اور سنائی تھی۔ سب رسولوں کی زبانی کہلایا تھا کہ میں ہی معبود ہوں۔ میری ہی عبادت و اطاعت کرو۔ سوائے میرے کوئی پوجا کے لائق نہیں۔ ہر قسم کے شرک سے بچو۔ کبھی کسی طرح بھی شرک نہ بنو۔ وہاں ہر شخص اپنے اعمال دیکھ لے گا۔ اپنی بھلائی برائی معلوم کر لے گا۔ نیک و بد سامنے آ جائے گا۔ اسرار بے نقاب ہوں گے۔ کھل پڑیں گے۔ اگلے پچھلے چھوٹے بڑے کام سامنے ہوں گے۔ نامہ اعمال کھلے ہوئے ہوں گے ترازو چمھی ہوئی ہوگی۔ آپ اپنا حساب کر لے گا۔ تَبَلَّوْا کی دوسری قرأت تَبَلَّوْا بھی ہے۔ اپنے اپنے کثرت کے پیچھے ہر شخص ہوگا۔ حدیث میں ہے ہر امت کو حکم ہوگا کہ اپنے اپنے معبودوں کے پیچھے چل کھڑی ہو جائے۔ سورج پرست سب سورج کے پیچھے ہوں گے چاند پرست چاند کے پیچھے بت پرست بتوں کے پیچھے۔ سارے کے سارے حق تعالیٰ مولائے ہر حق کی طرف لوٹا جائیں گے۔ تمام کاموں کے فیصلے اس کے ہاتھ ہوں گے۔ اپنے فضل سے نیکیوں کو جنت میں اور اپنے عدل سے بدوں کو جہنم میں لے جائے گا۔ مشرکوں کی ساری افترا پروازیاں رکھی کی رکھی رہ جائیں گی۔ بھرم کھل جائیں گے۔ پردے اٹھ جائیں گے۔

قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَمْ يَمْلِكُ السَّمْعَ
وَالْأَبْصَارَ وَمَنْ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ
مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ فَسَيَقُولُونَ اللَّهُ فَقُلْ أَفَلَا
تَتَّقُونَ ۝ قَدْ لَكُمْ اللَّهُ رَبُّكُمْ الْحَقُّ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ
إِلَّا الضَّلَالُ ۝ فَإِنِّي تَصَرَّفُونَ ۝ كَذَلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى
الَّذِينَ فَسَقُوا أَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝

پوچھو کہ تم سب کو آسمان و زمین سے روزیاں کون پہنچا رہا ہے؟ اور کون ہے جو کانوں اور آنکھوں کا مالک ہے؟ اور کون ہے جو زندے کو مردے سے اور مردے کو زندے سے نکالتا ہے؟ اور کون ہے جو تمام کاموں کا انتظام کرتا ہے؟ اس کا جواب ان کے پاس یہی ہے کہ صرف اللہ ہی تو کہہ دے کہ کیا پھر تم بچتے نہیں ہو؟ یہی ہے اللہ تم سب کا پالنے والا سچا پس حق کے بعد اگر کسی کے سوا اور ہے ہی کیا؟ پس تم کہاں پھرے جاتے ہو؟ اسی طرح تیرے رب کی بات نافرمانوں پر ثابت ہو

جکی ہے کہ وہ ایمان لائیں گے ہی نہیں ○

اللہ کی الوہیت کے منکر: ☆ ☆ (آیت ۳۱-۳۳) اللہ کی ربوبیت کو مانتے ہوئے الوہیت اللہ کا انکار کرنے والے قریشیوں پر حجت اللہ پوری ہو رہی ہے کہ ان سے پوچھو گے کہ آسمانوں سے بارش کون برساتا ہے؟ پھر اپنی قدرت سے زمین کو پھاڑ کر کھیتی اور باغ کون لگاتا ہے؟ دانے اور پھل کون پیدا کرتا ہے؟ اس کے جواب میں یہ سب کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ ہی۔ اس کے ہاتھ میں ہے چاہے روزی دے چاہے روک لے۔ کان آنکھیں بھی اس کے قبضے میں ہیں۔ دیکھنے کی سننے کی حالت بھی اسی کی دی ہوئی ہے۔ اگر وہ چاہے اندھا بہرا بنا دے۔ پیدا کرنے والا وہی اعضا کا دینے والا وہی۔ وہ اس قوت کو جھین لے تو کوئی نہیں دے سکتا۔ اس کی قدرت و عظمت کو دیکھو کہ مردے سے زندے کو پیدا کر دے۔ زندے سے مردے کو نکالے۔ وہی تمام کاموں کی تدبیر کرتا ہے۔ ہر چیز کی بادشاہت اسی کے ہاتھ ہے۔ سب کو وہی پناہ دیتا ہے اس کے بھرم کو کوئی پناہ نہیں دے سکتا۔ وہی متصرف و حاکم ہے۔ کوئی اس سے باز پرس نہیں کر سکتا۔ وہ سب پر حاکم ہے آسمان و زمین اس کے قبضے میں ہر تر و خشک کا مالک وہی ہے۔ عالم بالا اور سفلی اسی کا ہے۔ کل انس و جن فرشتے اور مخلوق اس کے سامنے عاجز و بے کس ہیں۔ ہر ایک پست و لاچار ہے۔ ان سب باتوں کا ان شریکین کو بھی اقرار ہے۔ پھر کیا بات ہے جو یہ تقویٰ اور پرہیزگاری اختیار نہیں کرتے۔ جہالت و عبادت سے دوسروں کی عبادت کرتے ہیں۔ قائل خود مختار اللہ کو جانتے ہوئے رب و مالک مانتے ہوئے معبود سمجھتے ہوئے پھر بھی دوسروں کی پوجا کرتے ہیں۔ وہی ہے تم سب کا سچا معبود۔ اللہ تعالیٰ حق وکیل ہے۔ اس کے سوائے تمام معبود باطل ہیں۔ وہ اکیلا ہے۔ بے شریک ہے۔ مستحق عبادت صرف وہی ہے۔ حق ایک ہی ہے۔ اس کے سوا سب کچھ باطل ہے۔ پس تمہیں اس کی عبادت سے ہٹ کر دوسروں کی عبادت کی طرف نہ جانا چاہئے یاد رکھو وہی رب العلمین ہے۔ وہی ہر چیز میں متصرف ہے۔ کافروں پر اللہ کی بات ثابت ہو چکی ہے ان کی عقل ماری گئی ہے۔ خالق رازق متصرف مالک صرف اللہ کو مانتے ہوئے اس کے رسولوں کا خلاف کر کے اس کی توحید کو نہیں مانتے۔ اپنی بدبختی سے جہنم کی طرف بڑھتے جا رہے ہیں انہیں ایمان نصیب نہیں ہوگا۔

قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَائِكُمْ مَنْ يَبْدُوا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ قُلْ
اللَّهُ يَبْدُوا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ فَأَيُّ تَوَفِكَوْنَ ۖ قُلْ هَلْ مِنْ
شُرَكَائِكُمْ مَنْ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ قُلْ اللَّهُ يَهْدِي لِلْحَقِّ
أَفَمَنْ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ أَحَقُّ أَنْ يُتَّبَعَ أَمْ لَا يَهْدِي
إِلَّا أَنْ يَهْدَىٰ فَمَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ۖ وَمَا يَتَّبِعُ
أَكْثَرُهُمْ إِلَّا ظَنًّا إِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا إِنَّ
اللَّهَ عَلِيمٌ بِمَا يَفْعَلُونَ ۖ

کہہ کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ایسا ہے جو ابتدا مخلوق کو پیدا کرے۔ پھر دوبارہ اسے لوٹا دے؟ کہہ دے کہ اللہ ہی مخلوق کو ابتدا میں پیدا کرتا ہے اور وہی پھر اس کا اعادہ کرتا ہے سو تم کہاں سے لے لے پھر جاتے ہو؟ ○ پوچھ کر کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو دین حق کی راہ دکھائے؟ کہہ دے کہ اللہ

ہی دین حق کی رہبری کرتا ہے۔ پس جو حق کی راہ دکھائے۔ وہ پیروی کئے جانے کے زیادہ لائق ہے یا وہ جو خود ہی بغیر راہ دکھائے راہ نہ پاسکے تمہیں کیا ہو گیا؟ کیا انصاف کرتے ہو؟ ان میں کے اکثر تو صرف اٹکل پر ہی چلتے ہیں، ظاہر ہے کہ اٹکل اور گمان معرفت حق میں کچھ بھی کام نہیں دیتے، جو کام یہ کرتے ہیں سب سے اللہ تعالیٰ باخبر ہے

○

مصنوعی معبودوں کی حقیقت: ☆ ☆ (آیت: ۳۳-۳۶) مشرکوں کے شرک کی تردید ہو رہی ہے کہ بتلاؤ تمہارے معبودوں میں سے ایک بھی ایسا ہے جو آسمانوں وزمین کو اور مخلوق کو پیدا کر سکے۔ یا لگاؤ کر بنا سکے نہ ابتدا پر کوئی قادر نہ اعادہ پر کوئی قادر۔ بلکہ اللہ ہی ابتدا کرنے والی اعادہ کرے۔ وہ اپنے تمام کاموں میں یکتا ہے۔ پس تم طریق حق سے گھوم کر راہ ضلالت کی طرف کیوں جا رہے ہو۔ کہو تو تمہارے معبود کسی جھٹکے ہوئے کی رہبری کر سکتے ہیں؟ یہ بھی ان کے بس کی بات نہیں بلکہ یہ بھی اللہ کے ہاتھ ہے۔ ہادی برحق وہی ہے، وہی گمراہوں کو راہ راست دکھاتا ہے اس کے سوا کوئی ساتھی نہیں۔ پس جو رہبری تو کیا کرے خود ہی اندھا بہرا ہوا اس کی تابعداری ٹھیک؟ یا اس کی اطاعت اچھی جو سچا ہادی، مالک کل، قادر کل ہو؟ یہی حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے اپنے باپ سے کہا تھا کہ ان کی پوجا کیوں کرتا ہے؟ جو نسیں نہ دیکھیں نہ کوئی فائدہ دے سکیں۔ اپنی قوم سے فرماتے ہیں کہ تم ان کی پوجا کرتے ہو جنہیں خود اپنے ہاتھوں بناتے ہو۔ حالانکہ تمہارا اور تمہارے کام کی تمام چیزوں کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ یہاں فرماتا ہے تمہاری عقلیں کیا اوندھی ہو گئیں کہ خالق و مخلوق کو ایک کر دیا، نیکی سے ہٹ کر بدی میں جا گئے، توحید سے چھوڑ کر شرک میں پھنس گئے۔ اس کو اور اس کو پوجنے لگے۔ رب جل جلالہ مالک و حاکم و ہادی و رب سے بھٹک گئے۔ اس کی طرف غلو اس اور دی توجہ چھوڑ دی۔ دلیل و برہان سے ہٹ گئے۔ مغالطوں اور تقلید میں پھنس گئے۔ گمان اور اٹکل کے پیچھے پڑ گئے۔ وہم و خیال کی بھنور میں آ گئے۔ حالانکہ ظن و گمان فضول چیز ہے۔ حق کے سامنے وہ محض بے کار ہے۔ تمہیں اس سے کوئی فائدہ پہنچ نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے اعمال سے باخبر ہے۔ وہ انہیں پوری سزا دے گا۔

وَمَا كَانَ هَذَا الْقُرْآنُ أَنْ يُفْتَرَىٰ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَكِنْ
تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ الْكِتَابِ لَا رَيْبَ فِيهِ
مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّثْلِهِ
وَادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝

یہ قرآن ایسا کلام نہیں کہ اللہ کے سوا اور کی طرف سے گھڑا ہوا ہو بلکہ یہ تو اپنے سے پہلے کی کتاب کی تصدیق کرنے والا ہے اور تفصیل ہے شریعت کی کتاب کی جس کے اللہ رب العالمین کی طرف سے ہونے میں کسی قسم کا شک نہیں ○ کیا یہ کہتے ہیں کہ اسی نے اسے گھڑ لیا ہے؟ تو جواب دے کہ پھر تم بھی تو اس کی کسی سورت کی مثال بنا کر لاؤ۔ ہاں تم اللہ کے سوا اور جس جس کو چاہو بلا بھی لینا اگر تم سچے ہو ○

اعجاز قرآن حکیم: ☆ ☆ (آیت: ۳۷-۳۸) قرآن کریم کے اعجاز کا اور قرآن کریم کے کلام اللہ ہونے کا بیان ہو رہا ہے کہ کوئی اس کا بدل اور مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اس جیسا قرآن بلکہ اس جیسی دس سورتیں بلکہ ایک سورت بھی کسی کے بس کی نہیں۔ یہ بے مثل قرآن ہے بے مثل اللہ کی طرف سے ہے۔ اس کی فصاحت و بلاغت اس کی وجاہت و علوات اس کے معنوں کی بلندی اس کے مضامین کی عمدگی بالکل بے نظیر چیز ہے۔ اور یہی دلیل ہے اس کی کہ یہ قرآن اس اللہ کی طرف سے ہے جس کی ذات بے مثل، صفتیں بے مثل، جس کے اقوال بے مثل، جس کے

کچھ بغیر علم حاصل کئے اسے جھٹلانے لگے۔ اب تک تو اس کے مصداق اور حقیقت تک بھی یہ نہیں پہنچے۔ اپنی جہالت و سفاهت کی وجہ سے اس کی ہدایت اس کے علم سے محروم رہ گئے اور چلانا شروع کر دیا کہ ہم اسے نہیں مانتے۔ ان سے پہلے کی امتوں نے بھی اللہ کے کلام کو اسی طرح جھٹلادیا تھا جس بنا پر وہ ہلاک کر دیئے گئے۔ تو آپ نے دیکھ لیا کہ ان کا کیسا برا انجام ہوا۔ کس طرح ان کے پر فچی اڑے؟ ہمارے رسولوں کو ستانے ان کے نہ ماننے کا بھی انجام انجام تھا۔ تمہیں ڈرنا چاہئے کہیں انہی آفتوں کا نشانہ تم بھی نہ بنو۔ تیری امت کے بھی بعض لوگ تو اس پر ایمان لائے ہیں تجھے رسول برحق مانا ہے۔ تیری باتوں سے نفع اٹھا رہے ہیں۔ اور بعض ایمان سے رہ گئے ہیں۔ خیر سے خالی ہو گئے ہیں۔ تیرا رب مفسدوں کو بخوبی جانتا ہے۔ مگر راہ اور نیک راہ اس پر ظاہر ہیں۔ ہدایت اور ضلالت کے مستحق اس کے سامنے ہیں۔ وہ عادل ہے ظالم نہیں۔ ہر ایک کو اس کا حصہ دیتا ہے۔ وہ برکت اور بلندی والا پاک اور انتہائی حسن والا ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

وَإِنْ كَذَّبُوكَ فَقُلْ لِي عَمَلِي وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ أَنْتُمْ بَرِيئُونَ
مِمَّا أَعْمَلُ وَأَنَا بِرِيءٌ مِمَّا تَعْمَلُونَ ۝ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَسْتَمِعُونَ إِلَيْكَ
أَفَأَنْتَ تَسْمَعُ الصَّهْمَ وَلَوْ كَانُوا لَا يَعْقِلُونَ ۝ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَنْظُرُ
إِلَيْكَ أَفَأَنْتَ تَهْدِي الْعُمْى وَلَوْ كَانُوا لَا يَبْصُرُونَ ۝ إِنَّ
اللَّهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا وَلَكِنَّ النَّاسَ أَنْفُسُهُمْ يَظْلِمُونَ ۝

اگر یہ لوگ تجھے جھٹلائیں تو تو کہہ دے کہ میرے لئے میرا کام ہے اور تمہارے لئے تمہارا کام ہے۔ تم اس سے بری ہو جو میں کرتا ہوں اور میں اس کا ذمہ دار نہیں جو تم کر رہے ہو ○ میں اس ایسے بھی ہیں جو تیری طرف کان لگاتے ہیں تو کیا تو بہروں کو سنانے کا اگرچہ عقل بھی نہ رکھتے ہوں؟ ○ اور ان میں سے بعض تیری طرف دیکھنے لگتے ہیں تو کیا انہوں کو راہ دکھانے کا گودہ دیکھنے بھی نہ ہوں ○ جبکہ اللہ تعالیٰ لوگوں پر بالکل ظلم نہیں کرتا لیکن لوگ اپنی جانوں پر آپ ہی ظلم کرتے ہیں ○

مشرکین سے اجتناب فرمالیجئے ☆☆ (آیت: ۳۱-۴۴) فرمان ہوتا ہے کہ اے نبی اگر یہ مشرکین تجھے جھوٹا ہی بتلاتے رہیں تو تو ان سے اور ان کے کا سوا سنا اپنی بے زاری کا اعلان کر دے اور کہہ دے کہ تمہارے اعمال تمہارے ساتھ میرے اعمال میرے ساتھ۔ جیسے کہ سورہ قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ میں بیان ہوا ہے۔ اور جیسے کہ حضرت خلیل اللہ اور آپ کے ساتھیوں نے اپنی قوم سے فرمایا تھا کہ ہم تم سے اور تمہارے معبودوں سے بے زار ہیں جنہیں تم نے اللہ کے سوا اپنے معبود بنا رکھا ہے۔ ان میں سے بعض تیرا پاکیزہ کلام بھی سنتے ہیں اور خود اللہ تعالیٰ کا بلند و بالا کلام بھی ان کے کانوں میں پڑ رہا ہے۔ لیکن ہدایت نہ تیرے ہاتھ نہ ان کے ہاتھ۔ گو یہ فصیح و سلیقہ کلام دلوں میں گھر کرنے والا انسانوں کو پورا نفع دینے والا ہے یہ کافی اور دانی ہے لیکن بہروں کو کون سنا سکے؟ یہ دل کے کان نہیں رکھتے۔ اللہ ہی کے ہاتھ ہدایت ہے۔ یہ تجھے دیکھتے ہیں تیرے پاکیزہ اخلاق، تیری ستھری تعلیم، تری نبوت کی روشن دلیلیں ہر وقت ان کے سامنے ہیں لیکن ان سے بھی انہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ مومن تو انہیں دیکھ کر ایمان بڑھاتے ہیں لیکن ان کے دل اندھے ہیں۔ عقل و بصیرت ان میں نہیں ہے۔ مومن وقاری نظر ڈالتے ہیں اور یہ حقارت کی۔ ہر وقت انہی مذاق اڑاتے رہتے ہیں۔

پس اپنے اندھے پن کی وجہ سے راہ ہدایت، ذرا کچھ نہیں سکتے۔ اس میں بھی اللہ کی حکمت کا دخل ہے کہ ایک تو دیکھے اور سنے اور نفع

پائے دوسرا دیکھئے سنے اور نفع سے محروم رہے۔ اسے اللہ کا ظلم نہ سمجھو۔ وہ تو سراسر عدل کرنے والا ہے کسی پر کبھی کوئی ظلم وہ روا نہیں رکھتا۔ لوگ خود اپنا برا آپ ہی کر لیتے ہیں۔ اللہ عز و جل اپنے نبی ﷺ کی زبانی فرماتا ہے کہ ایسے میرے بندوں میں نے اپنے آپ کو ظلم کو حرام کر لیا ہے اور تم پر بھی اسے حرام کر دیا ہے۔ خبردار ایک دوسرے پر ظلم ہرگز نہ کرنا۔ اس کے آخر میں ہے۔ اے میرے بندو! یہ تو تمہارے اپنے اعمال ہیں جنہیں میں جمع کر رہا ہوں۔ پھر تمہیں ان کا بدلہ دوں گا۔ پس جو شخص بھلائی پائے وہ اللہ کا شکر بجالائے اور جو اس کے سوا کچھ اور پائے وہ صرف اپنے نفس کو ہی ملامت کرے (مسلم)

وَيَوْمَ يُحْشَرُهُمْ كَأَن لَّمْ يَلْبَثُوا إِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُونَ
بَيْنَهُمْ قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ كَذَبُوا بِلِقَاءِ اللَّهِ وَكَانُوا
مُهْتَدِينَ ۝ وَإِنَّمَا تُرِيدُكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ أَوْ تَوَفِّيَتَكَ
فَالَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ اللَّهُ شَهِيدٌ عَلَىٰ مَا يَفْعَلُونَ ۝ وَ
لِكُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولٌ فَإِذَا جَاءَ رَسُولُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَ
هُم لَا يُظْلَمُونَ ۝

جس دن اللہ انہیں جمع کرے گا گو یا کہ یہ دن کی ایک ساعت ہی رہے تھے۔ آپس میں ایک دوسرے کو پہچان لیں گے بے شک وہ برباد ہوئے جو اللہ سے ملے کو جھٹلاتے رہے اور راہ یافتہ نہ ہوئے ○ اگر ہم تجھے اپنا کوئی وعدہ دکھا دیں جو ہم نے کرتے ہیں یا ہم تجھے موت کر لیں بہر صورت ان کا لونا ہماری ہی طرف ہے۔ پھر اللہ ہی انکے کړوتوں پر شاہد ہے ○ ہر امت کیلئے رسول ہے پھر جب انکھول آگیا تو ان میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا گیا اور وہ ظلم نہیں کئے جاتے ○

جب سب اپنی قبر سے اٹھیں گے ☆ ☆ (آیت: ۳۵) بیان ہو رہا ہے کہ وہ وقت بھی آ رہا ہے جب قیامت قائم ہوگی اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ ان کی قبروں سے اٹھا کر میدان قیامت میں جمع کرے گا۔ اس وقت انہیں ایسا معلوم ہوگا کہ گو یا گھڑی بھر دن ہی ہم رہے تھے صبح یا شام ہی تک ہمارا رہنا ہوا تھا۔ کہیں گے کہ دس روز دنیا میں گزارے ہوں گے۔ تو بڑے بڑے حافظے والے کہیں گے کہیں گے کہ دس دن تم تو ایک ہی دن رہے۔ قیامت کے دن یہ قسمیں کھا کھا کر کہیں گے کہ ایک ساعت ہی رہے۔ وغیرہ ایسی آیتیں قرآن کریم میں بہت سی ہیں۔ مقصود یہ ہے کہ دنیا کی زندگی آج بہت تھوڑی معلوم ہوگی۔ سوال ہوگا کہ کتنے سال دنیا میں گزارے جواب دیں گے کہ ایک دن بلکہ اس سے بھی کم۔ شمار والوں سے پوچھو۔ جواب ملے گا کہ واقعہ میں دار دنیا دار آخرت کے مقابلے میں بہت ہی کم ہے اور فی الحقیقت وہاں کی زندگی بہت ہی تھوڑی تھی لیکن تم نے اس کا خیال زندگی بھر نہ کیا۔ اس وقت بھی ہر ایک دوسرے کو پہچانتا ہوگا۔ جیسے دنیا میں تھے ویسے ہی وہاں بھی ہوں گے۔ رشتے کہنے کو باپ بیٹوں کو الگ الگ پہچان لیں گے۔ لیکن ہر ایک نفسا نفسی میں مشغول ہوگا۔ جیسے فرمان الہی ہے کہ صورت کے پھو پھوکتے ہی حسب و نسب سب فنا ہو جائیں گے۔ کوئی دوست اپنے کسی دوست سے کچھ سوال تک نہ کرے گا۔ جو اس دن کو جھٹلاتے رہے وہ آج گھائے میں رہیں گے۔ ان کے لئے ہلاکت ہوگی انہوں نے اپنا ہی برا کیا اور اپنے والوں کو بھی برباد کیا۔ اس سے بڑھ کر خسارہ اور کیا ہو گا کہ ایک دوسرے سے دور رہے دوستوں کے درمیان تفریق ہے حسرت و ندامت کا دن ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی مقتدر اعلیٰ ہے ☆ ☆ (آیت: ۳۶-۳۷) فرمان ہے کہ اگر تیری زندگی میں ہم ان کفار پر کوئی عذاب اتاریں یا تجھے ان

عذابوں کے اتارنے سے پہلے ہی اپنے پاس بلا لیں۔ بہر صورت ہے تو یہ سب ہمارے قبضے میں ہی اور اللہ کا تانا کا ہمارے پاس ہی ہے۔ اور ہم پر ان کا کوئی عمل پوشیدہ نہیں۔ طبرانی کی حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ حضورؐ نے فرمایا: گزشتہ رات اسی حجرے کے پاس میرے سامنے میری ساری امت پیش کی گئی۔ کسی نے پوچھا کہ اچھا موجود لوگ تو خیر لیکن جو ابھی تک پیدا نہیں ہوئے وہ کیسے پیش کئے گئے؟ آپؐ نے فرمایا ان کی مٹی کے جسم پیش کئے گئے جیسے تم اپنے کسی ساتھی کو پچھانتے ہو، ایسے ہی میں نے انہیں پہچان لیا۔ ہر امت کے رسول ہیں۔ جب کسی امت کے پاس رسول پہنچ گیا پھر حجت پوری ہوگئی۔ اب قیامت کے دن ان کے درمیان عدل و انصاف کے ساتھ بغیر کسی ظلم کے حساب چکا دیا جائے گا۔ جیسے وَأَشْرَقَتِ الْأَرْضُ الْخَالِيَةَ آیت میں ہے۔ ہر امت اللہ کے سامنے ہوگی رسول موجود ہوگا، نامہ اعمال ساتھ ہوگا، گواہ فرشتے حاضر ہوں گے، ایک کے بعد دوسری امت آئے گی۔ اس شریف امت کا فیصلہ سب سے پہلے ہوگا، گود نیا میں یہ سب سے آخر میں آئی ہے۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ہم سب سے آخر میں آئے ہیں لیکن قیامت کے دن سب سے پہلے ہوں گے۔ ہمارے فیصلے سب سے اول ہوں گے۔ اپنے نبی کی فضیلت و شرف کی وجہ سے یہ امت بھی اللہ کے پاس شریف و افضل ہے۔

وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَذَا الْوَعْدُ إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿٥٦﴾ قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي ضَرًّا وَلَا نَفْعًا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ لِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ إِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ ﴿٥٧﴾ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِن آتَاكُم عَذَابُهُ بَيَاتًا أَوْ نَهَارًا مَاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُونَ ﴿٥٨﴾ أَتُمْذِقُونَ مَاءَ مَوْقِعِ آمْنَتُمْ بِهِ الْثَنِّ وَقَدْ كُنْتُمْ بِهِ تَسْتَعْجِلُونَ ﴿٥٩﴾ ثُمَّ قِيلَ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا ذُوقُوا عَذَابَ الْخُلْدِ هَلْ تُجْزَوْنَ إِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُونَ ﴿٦٠﴾

کہتے ہیں کہ وہ وعدہ کب ہے اگر تم سچ ہو ۵۶ تو کہہ دو کہ میں تو اپنی جان کے نقصان نفع کا اختیار نہیں رکھتا مگر جو اللہ چاہے ہر ایک امت کا ایک وقت مقرر ہے جب ان کا وقت آجائے گا تو نہ ایک ساعت کی دیر کر سکیں گے اور نہ جلدی کر سکیں گے ۵۷ کہہ تم بتاؤ کسی اگر تمہارے پاس اس کا عذاب رات کو آجائے یا دن کو۔ بہر حال کیا چیز ہے جس کی جلدی یہ تنہا کر چارے ہیں ۵۸ کیا پھر جس وقت وہ آجائے گا تب تم اس پر ایمان لاؤ گے؟ کیا اب؟ حالانکہ تم تو اس کی جلدی چارے تھے ۵۹ پھر تو ظالموں سے کہا جائے گا کہ یہ جگہ کا عذاب چکھو۔ تمہیں بدلہ نہ دیا جائے گا مگر اسی کا جو تم کرتے رہے ۶۰

بے معنی سوال کرنے والوں کو جواب: ﴿آیت: ۵۶-۵۷﴾ ان کا بے فائدہ سوال دیکھو۔ وعدہ کا دن کب آئے گا؟ یہ پوچھتے ہیں اور پھر وہ بھی نہ ماننے اور انکار کے بعد بطور یہ جلدی چارے ہیں اور مومن خوف زدہ ہو رہے ہیں کیونکہ وہ اسے حق جانتے ہیں۔ وقت نہ معلوم ہونہ سہی جانتے ہیں کہ بات سچی ہے۔ ایک دن آئے گا ضرور۔ ہدایات دی جاتی ہیں کہ انہیں جواب دے کہ میرے اختیار میں تو کوئی بات نہیں۔ جو بات مجھے بتلا دی جائے میں تو وہی جانتا ہوں۔ کسی چیز کی مجھ میں قدرت نہیں یہاں تک کہ خود اپنے نفع نقصان کا بھی میں مالک نہیں۔ میں تو اللہ کا غلام ہوں اور اس کا رسول ہوں۔ اس نے مجھ سے فرمایا میں نے تم سے کہا کہ قیامت آئے گی ضرور۔ نہ اس نے مجھے اس کا

⑤

خلاق کل عالم کل ہے: ☆ ☆ (آیت: ۵۵-۵۶) مالک آسمان و زمین، مختار کل کائنات اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اللہ کے وعدے سچے ہیں وہ پورے ہو کر ہی رہیں گے۔ یہ اور بات ہے کہ اکثر لوگ علم نہیں رکھتے۔ جلانے مارنے والا وہی ہے سب باتوں پر وہ قادر ہے۔ جسم سے علیحدہ

ہونے والی چیز کو اس کے بکھر کر بکڑ کر نکلے ہوئے کو وہ جانتا ہے اس کے حصے کن جنگلوں میں کن دریاؤں میں کہاں ہیں وہ خوب جانتا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَ ثَكُمْ مَوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِّمَا فِي
الضُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ﴿٥٨﴾ قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ
وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَلِكَ فَلْيَفْرَحُوا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ ﴿٥٩﴾ قُلْ أَرَأَيْتُمْ
مَّا أَنزَلَ اللَّهُ لَكُمْ مِّن رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَحَلَالًا قُلْ
اللَّهُ أَذِنَ لَكُمْ أَمْ عَلَى اللَّهِ تَفْتَرُونَ ﴿٦٠﴾

لوگو! تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آ چکی اور وہ شفاء ہے ان علتوں کی جو سینوں میں ہیں اور ہدایت اور رحمت ہے مسلمانوں کے واسطے ○ اور کہہ دے کہ اللہ کا فضل اور اس کی رحمت ہی ایسی چیز ہے جس پر شادمانی مٹانی چاہئے یہ اس سے بہت بہتر ہے جسے وہ جمع کر رہے ہیں ○ کہہ کر بھلا دیکھو تو سبکی جو رزق اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے اتاری تم نے اس میں سے کچھ تو حرام کر لی اور کچھ حلال پوچھ کر کیا اللہ نے تمہیں حکم دیا تھا یا تم اللہ پر بہتان باندھ لیتے ہو؟ ○

رسول کریم ﷺ کے منصب عظیم کا تذکرہ: ☆ (آیت: ۵۷-۵۸) اپنے رسول کریم پر قرآن عظیم نازل فرمانے کے احسان کو اللہ رب العزت بیان فرما رہے ہیں کہ اللہ کا وعظ تمہارے پاس آ چکا جو تمہیں بدیوں سے روک رہا ہے جو دلوں کے شک شکوک دور کرنے والا ہے جس سے ہدایت حاصل ہوتی ہے جس سے اللہ کی رحمت ملتی ہے۔ جو اس سچائی کی تصدیق کریں اسے مانیں اس پر یقین رکھیں اس پر ایمان لائیں وہ اس سے نفع حاصل کرتے ہیں۔ یہ ہمارا نازل کردہ قرآن مومنوں کے لئے شفا اور رحمت ہے ظالم تو اپنے نقصان میں ہی بوڑھے رہتے ہیں۔ اور آیت میں ہے کہ کہہ دے کہ یہ تو ایمانداروں کے لئے ہدایت اور شفاء ہے۔ اللہ کے فضل و رحمت یعنی اس قرآن کے ساتھ خوش ہونا چاہئے۔ دنیائے فانی کے دھن دولت پر سمجھ جانے اور اس پر شادمان و فرحان ہو جانے سے تو اس دولت کو حاصل کرنے اور اس ابدی خوشی اور دائمی مسرت کو پالینے سے بہت خوش ہونا چاہئے۔ ابن ابی حاتم اور طبرانی میں ہے کہ جب عراق فتح ہو گیا اور وہاں سے خراج دربار فاروق میں پہنچا تو آپؐ نے انہوں کی گنتی کرنا چاہی لیکن وہ بے شمار تھے۔ حضرت عمرؓ نے اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ادا کر کے اسی آیت کی تلاوت کی۔ تو آپ کے مولیٰ عمرو نے کہا یہ بھی تو اللہ کا فضل و رحمت ہی ہے۔ آپ نے فرمایا تم نے غلط کہا یہ تو ہمارے حاصل کردہ ہیں جس فضل و رحمت کا بیان اس آیت میں ہے وہ یہ ہیں۔

بغیر شرعی دلیل کے حلال و حرام کی مذمت: ☆ (آیت: ۵۹-۶۰) مشرکوں نے بعض جانور مخصوص نام رکھ کر اپنے لیے حرام قرار دے رکھے تھے۔ اس عمل کی تردید میں یہ آیتیں ہیں۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ اللہ کی پیدا کی ہوئی کھیتوں اور چوپایوں میں سے کچھ نہ کچھ حصہ تو اس کا کرتے ہیں۔ مسند احمد میں ہے حضرت عوف بن مالک بن فضل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت میری حالت یہ تھی کہ میلا پھیلا جسم بال بکھرے ہوئے۔ آپؐ نے مجھ سے پوچھا تمہارے پاس کچھ مال بھی ہے؟ میں نے کہا جی ہاں۔ آپؐ نے فرمایا کہ کس قسم کا مال؟ میں نے کہا۔ اونٹ غلام گھوڑے بکریاں وغیرہ۔ غرض ہر قسم کا مال ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ جب اللہ تعالیٰ نے تجھے سب کچھ دے رکھا ہے تو اس کا اثر بھی تیرے جسم پر ظاہر ہونا چاہئے۔ پھر آپؐ نے پوچھا کہ تیرے ہاں اونٹنیاں بچے بھی دیتی ہیں؟ میں نے کہا ہاں۔ فرمایا وہ بالکل ٹھیک شکا ہوتے ہیں۔ پھر تو اپنے ہاتھ میں چھری لے کر کسی کا کان کاٹ کے اس کا نام بخیرہ رکھ

لیتا ہے۔ کسی کی کھال کاٹ کر حرام نام رکھ لیتا ہے۔ پھر اسے اپنے اوپر اور اپنے والوں پر حرام سمجھ لیتا ہے؟ میں نے کہا ہاں یہ بھی ٹھیک ہے۔ آپ نے فرمایا 'اِنَّ اللہ نے تجھے جو دیا ہے وہ حلال ہے۔ اللہ تعالیٰ کا بازو تیرے بازو سے قوی ہے اور اللہ تعالیٰ کی چھری تیری چھری سے بہت زیادہ تیز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان لوگوں کے فعل کی پوری مذمت بیان فرمائی ہے جو اپنی طرف سے بغیر شرعی دلیل کے کسی حرام کو حلال یا کسی حلال کو حرام ٹھہرا لیتے ہیں۔

وَمَا ظَنُّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ
إِنَّ اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ
لَا يَشْكُرُونَ ﴿۶۰﴾

جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کا قیامت کے دن کی بابت کیا خیال ہے؟ یقیناً اللہ تعالیٰ لوگوں پر بڑے ہی فضل و احسان والا ہے لیکن اکثر لوگ ناشکری کرتے ہیں ﴿۶۰﴾

(آیت: ۶۰) انہیں اللہ نے قیامت کے عذاب سے دھمکایا ہے اور فرمایا ہے کہ ان کا کیا خیال ہے؟ یہ کس ہوا میں ہیں۔ کیا یہ نہیں جانتے کہ یہ بے بس ہو کر قیامت کے دن ہمارے سامنے حاضر کئے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ تو لوگوں پر اپنا فضل و کرم ہی کرتا ہے۔ وہ دنیا میں سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا۔ اسی کا فضل ہے کہ اس نے دنیا میں بہت سی نفع کی چیزیں لوگوں کے لئے حلال کر دی ہیں۔ صرف انہی چیزوں کو حرام فرمایا ہے جو بندوں کو نقصان پہنچانے والی اور ان کے حق میں مضر ہیں۔ دنیوی طور پر یا اخروی طور پر۔ لیکن اکثر لوگ ناشکری کر کے اللہ کی نعمتوں سے محروم ہو جاتے ہیں۔ اپنی جانوں کو خود کھنگی میں ڈالتے ہیں۔ شرک لوگ اسی طرح از خود احکام گھڑ لیا کرتے تھے اور انہیں شریعت سمجھ بیٹھتے تھے۔ اہل کتاب نے بھی اپنے دین میں ایسی ہی بدعتیں ایجاد کر لی تھیں۔ تفسیر ابن ابی حاتم میں ہے قیامت کے دن اولیاء اللہ کی تین قسمیں کر کے انہیں جناب باری کے سامنے لایا جائے گا۔ پہلی قسم والوں میں سے ایک سے سوال ہوگا کہ تم لوگوں نے یہ نیکیاں کیوں کیں؟ وہ جواب دیں گے کہ پروردگار تو نے جنت بنائی اس میں درخت لگائے ان درختوں میں پھل پیدا کئے وہاں نہریں جاری کیں حوریں پیدا کیں اور اور نعمتیں تیار کیں پس اسی جنت کے شوق میں ہم راتوں کو بیدار رہے اور دنوں کو بھوک پیاس اٹھائی۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا اچھا تو تمہارے اعمال جنت کے حاصل کرنے کے لئے تھے۔ میں تمہیں جنت میں جانے کی اجازت دیتا ہوں اور یہ میرا خاص فضل ہے کہ جہنم سے تمہیں نجات دیتا ہوں۔ گو یہ بھی میرا فضل ہی ہے کہ میں تمہیں جنت میں پہنچاتا ہوں۔ پس یہ اور اس کے سب ساقی بہشت بریں میں داخل ہو جائیں گے۔ پھر دوسری قسم کے لوگوں میں سے ایک سے پوچھا جائے گا کہ تم نے یہ نیکیاں کیسے کیں؟ وہ کہے گا پروردگار تو نے جہنم کو پیدا کیا۔ اپنے دشمنوں اور نافرمانوں کے لیے وہاں طوق و زنجیر حرارت آگ گرم پانی اور گرم ہوا کا عذاب رکھا۔ وہاں طرح طرح کے روح فرسا دکھ دینے والے عذاب تیار کئے۔ پس میں راتوں کو جاگتا رہا دنوں کو بھوکا پیاسا رہا صرف اس جہنم سے ڈر کر۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ میں نے تجھے اس جہنم سے آزاد کیا اور تجھ پر میرا یہ خاص فضل ہے کہ تجھے اپنی جنت میں لے جاتا ہوں۔

پس یہ اور اس کے ساقی سب جنت میں چلے جائیں گے۔ پھر تیسری قسم کے لوگوں میں سے ایک کو لایا جائے گا اللہ تعالیٰ اس سے دریافت فرمائے گا کہ تم نے نیکیاں کیوں کیں؟ وہ جواب دے گا کہ صرف تیری محبت میں اور تیرے شوق میں۔ تیری عزت کی قسم میں راتوں کو

عبادت میں جاگتا رہا اور دنوں کو روزے رکھ کر بھوک پیاس سہتا رہا یہ سب صرف تیرے شوق اور تیری محبت کے لیے تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے یہ اعمال صرف میری محبت اور میرے اشتیاق میں ہی کئے ہیں۔ اب میرا دیدار کر لے۔ اسی وقت اللہ تعالیٰ جل جلالہ اسے اور اس کے ساتھیوں کو ناپیدار کرانے کا فرمائے گا دیکھ لے یہ ہوں میں۔ پھر فرمائے گا یہ میرا خاص فضل ہے کہ میں تجھے جہنم سے بچاتا ہوں اور جنت میں پہنچاتا ہوں۔ میرے فرشتے تیرے پاس پہنچتے رہیں گے اور میں خود بھی تجھ پر سلام کہا کروں گا پس وہ مع اپنے ساتھیوں کے جنت میں چلا جائے گا۔

وَمَا تَكُونُ فِي شَأْنٍ وَمَا تَتْلُوا مِنْهُ مِنْ قُرْآنٍ وَلَا تَعْمَلُونَ
مِنْ عَمَلٍ إِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُودًا إِذْ تُفِيضُونَ فِيهِ وَمَا
يَعْزُبُ عَنْ رَبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ
وَلَا أَصْغَرَ مِنْ ذَلِكَ وَلَا أَكْبَرَ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ﴿۵﴾

تو جس کی شغلی میں ہو اور اللہ کی طرف سے آئے ہوئے قرآن کی جو کچھ تلاوت کر رہا ہو اور جو کچھ بھی کام تم کرتے ہو ہم برابر تم پر مطلع رہتے ہیں جب بھی تم اس کام کو شروع کرتے ہو تیرے رب سے ذرے برابر کی کوئی چیز بھی پوشیدہ نہیں رہتی نہ زمین میں نہ آسمان میں اس سے بھی کوئی چھپوئی ہے چھپوئی اور بڑی سے بڑی چیز اس کی نظر میں نہ رہے گی

اسی نہیں جو روشن اور کھلی کتاب میں نہ ہو

اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا اور دیکھتا ہے: ﴿۵﴾ (آیت: ۶۱) اللہ تعالیٰ عزوجل اپنے نبی ﷺ کو خبر دیتا ہے کہ خود آپ کے اور آپ کی تمام امت کے تمام احوال ہر وقت اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ ساری مخلوق کے کل کام اس کے علم میں ہیں۔ اس کے علم سے اور اس کی نگاہ سے آسمان و زمین کا کوئی ذرہ بھی پوشیدہ نہیں۔ سب چھپوئی بڑی چیزیں ظاہر کتاب میں لکھی ہوئی ہیں۔ جیسے فرمان ہے وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ الْغُیْبِ کی کھجلیاں اسی کے پاس ہیں جنہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ وہ خشکی تری کی ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔ ہر پتے کے جھڑنے کی اسے خبر ہے۔ زمین کی اندھیریوں میں جو دانہ ہو جو تر و خشک چیز ہو سب کتاب مبین میں موجود ہے۔ الغرض درختوں کا پلنا۔ جمادات کا ادھر ادھر ہونا جانداروں کا حرکت کرنا کوئی چیز روئے زمین کی اور تمام آسمانوں کی ایسی نہیں جس سے علیم و خیر اللہ خبر ہو۔ فرمان ہے وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَيْرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ أَيْک اور آیت میں ہے کہ زمین کے ہر جاندار کا روزی رساں اللہ تعالیٰ ہے۔ جب کہ درختوں، ذروں، جانوروں اور تمام تر خشک چیزوں کے حال سے اللہ عزوجل واقف ہے۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ بندوں کے اعمال سے وہ خبر ہو جنہیں عبادت الہی کی بجائے آدمی کا حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ فرمان ہے اس ذی عزت اور بڑے رحم و کرم والے اللہ پر تو بھروسہ رکھ جو تیرے قیام کی حالت میں بھی تجھے دیکھتا رہتا ہے اور عہدہ کرنے والوں میں تیرا آنا جانا بھی دیکھ رہا ہے۔ یہی بیان یہاں ہے کہ تم سب ہماری آنکھوں اور کانوں کے سامنے ہو۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے جب حضور ﷺ سے احسان کی بابت سوال کیا تو آپ نے یہی فرمایا کہ اللہ کی عبادت اس طرح کر کہ گویا تو اسے دیکھ رہا ہے اگر تو اسے نہیں دیکھ رہا تو وہ تو تجھے یقیناً دیکھ ہی رہا ہے۔

إِلَّا أَنْ أُولِيَاءِ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿۶﴾
الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ﴿۷﴾ لَهُمُ الْبُشْرَى فِي الْحَيَاةِ

الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝

خبردار رہو کہ جو لوگ اللہ کے دوست ہیں ان پر کسی قسم کا خوف و ہراس نہیں نہ وہ ٹھیکیں ہونگے ○ جو ایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے رہے ○ ان کے لئے دنیا میں بھی بشارتیں ہیں اور آخرت میں بھی کلام الہی کے لئے کوئی تبدیلی نہیں یہی تو زبردست کامیابی اور مقصدوری ہے ○

اولیاء اللہ کا تعارف: ☆ ☆ (آیت ۶۲-۶۳) اولیاء اللہ وہ ہیں جن کے دلوں میں ایمان و یقین ہو جن کا ظاہر تقویٰ اور پرہیزگاری میں ڈوبا ہوا ہو جتنا تقویٰ ہوگا اتنی ہی ولایت ہوگی۔ ایسے لوگ محض نڈراور بے خوف ہیں۔ قیامت کے دن کی وحشت ان سے دور ہے نہ وہ کبھی غم و رنج سے آشنا ہوں گے۔ دنیا میں جو چھوٹ جائے اس پر انہیں حسرت و افسوس نہیں ہوتا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت عبداللہ بن عباسؓ رضی اللہ عنہما اور بھی بہت سے سلف صالحین فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ وہ ہیں جن کا چہرہ دیکھنے سے اللہ یاد آجائے۔ بزار کی مرفوع حدیث میں بھی یہ آیا ہے۔ وہ حدیث مرسل بھی مروی ہے۔ ابن جریر میں ہے حضورؐ فرماتے ہیں اللہ کے بعض بندے ایسے بھی ہیں جن پر انبیاء اور شہداء بھی رشک کریں گے۔ لوگوں نے پوچھا۔ حضورؐ وہ کون ہیں؟ ہمیں بتائیے تاکہ ہم بھی ان سے محبت و الفت رکھیں۔ آپؐ نے فرمایا ”یہ لوگ ہیں جو صرف اللہ کی وجہ سے آپس میں محبت رکھتے ہیں۔ مالی فائدے کی وجہ سے نہیں رشتے داری اور نسب کی بنا پر نہیں۔ صرف اللہ کے دین کی وجہ سے ان کے چہرے نورانی ہوں گے“ یہ نور کے منبر پر ہوں گے۔ سب کو زور و خوف ہوگا لیکن یہ بالکل بے خوف اور محض نڈراور ہوں گے جب لوگ غزوہ ہوں گے یہ بے غم ہوں گے۔“ پھر آپؐ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ یہی روایت منقطع سند سے ابوداؤد میں بھی ہے۔ واللہ اعلم۔

مسند احمد کی ایک مطول حدیث میں ہے کہ دو دروازے کے رہنے والے خاندانوں اور برادر یوں سے الگ شدہ لوگ جن میں کوئی رشتہ نہ ہو، قوم برادری نہیں وہ محض توحید و سنت کی وجہ سے اللہ کی رضا مندی حاصل کرنے کے لئے آپس میں ایک ہو گئے ہوں گے اور آپس میں میل ملاپ، محبت، مودت، دوستی اور بھائی چارہ رکھتے ہوں گے دین میں سب ایک ہوں گے۔ ان کے لئے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نورانی منبر بچھا دے گا جن پر وہ عزت سے تشریف رکھیں گے۔ لوگ پریشان ہوں گے لیکن یہ باطمینان ہوں گے۔ یہی ہیں وہ اللہ کے اولیاء جن پر کوئی خوف غم نہیں۔

خوابوں کے بارے میں: ☆ ☆ مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بشارتوں کی تفسیر بیان فرماتے ہوئے فرمایا کہ یہ نیک خواب ہیں جنہیں مسلمان دیکھے یا اس کے لئے دکھائے جائیں۔ حضرت ابوالدرداءؓ سے جب اس کا سوال ہوا تو آپؓ نے فرمایا تم نے آج مجھ سے وہ بات پوچھی جو تم سے پہلے کسی نے نہیں پوچھی سوائے اس شخص کے جس نے یہی سوال حضورؐ سے کیا اور آپؐ نے وہ جواب دیا (جواد پر مذکور ہوا) اور روایت میں ہے کہ حضرت عبادہ بن صامتؓ نے یہ سوال آپؐ سے کیا تھا اور آپؐ نے اس جواب کے دینے سے پہلے انہیں فرمایا تھا کہ تجھ سے پہلے میرے کسی امتی نے مجھ سے یہ سوال نہیں کیا۔ خود انہی صحابیؓ سے جب سائل نے اس آیت کی تفسیر پوچھی تو آپؐ نے بھی یہ فرما کر پھر تفسیر مرفوعہ حدیث سے بیان فرمائی اور روایت میں ہے حضرت عبادہؓ نے سوال کیا کہ آخرت کی بشارت تو جنت ہے دنیا کی بشارت کیا ہے۔ فرمایا نیک خواب جسے بندہ دیکھے یا اس کے لئے اور دل کو دکھائے جائیں۔ یہ نبوت کا چالیسواں یا سترواں جز ہیں۔ حضرت ابودرداءؓ نے آپؐ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ انسان نیکیاں کرتا ہے پھر لوگوں میں اس کی تعریف ہوتی ہے؟ آپؐ نے فرمایا یہی دنیا کی بشارت

ہے۔ (مسلم) فرماتے ہیں کہ دنیا کی بشارت نیک خواب ہیں جن سے مومن کو خوشخبری سنائی جاتی ہے۔ یہ نبوت کا انچاسواں حصہ ہے۔ اس کے دیکھنے والے کو اسے بیان کرنا چاہئے اور جو اس کے سوا دیکھے وہ شیطانی خواب ہیں تاکہ اسے غم زدہ نہ کر دے۔ چاہئے کہ ایسے موقع پر تین دفعہ بائیں جانب تھکا کر دے۔ اللہ کی بڑائی بیان کرے اور کسی سے اس خواب کو بیان نہ کرے۔ (مسند احمد) اور روایت میں ہے کہ نیک خواب نبوت کا چھٹا لیسواں حصہ ہے۔ اور حدیث میں ہے دنیوی بشارت نیک خواب اور اخروی بشارت جنت۔

ابن جریر میں ہے حضورؐ فرماتے ہیں نبوت جاتی رہی خوشخبریاں رہ گئیں۔ بشری کی یہی تفسیر ابن مسعود ابو ہریرہ ابن عباس مجاہد عروہ ابن زبیر یحییٰ بن ابی کثیر ابراہیم نخعی عطابن ابی رباح وغیرہ سلف صالحین سے مروی ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ مراد اس سے وہ خوشخبری ہے جو مومن کو اس کی موت کے وقت فرشتے دیتے ہیں جس کا ذکر آیت اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ اِلٰحٌ مِّثْلُہٗ کے سچے سچے مومنوں کے پاس فرشتے آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم خوف نہ کرو تم غم نہ کرو تمہیں ہم اس جنت کی خوشخبری سناتے ہیں جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا رہا۔ ہم دنیا و آخرت میں تمہارے کارساز و ولی ہیں۔ سنو تم جو چاہو گے جنت میں پاؤ گے جو مانگو گے ملے گا۔ تم تو غفور و رحیم اللہ کے خاص مہمان بنو گے۔“

حضرت براء رضی اللہ عنہ کی مطول حدیث میں ہے کہ مومن کی موت کے وقت نورانی سفید چہرے والے پاک صاف اچلے سفید کپڑوں والے فرشتے اس کے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے پاک روح چل کشاہکی راحت تروتازگی خوشبو اور بھلائی کی طرف چل۔ تیرے اس پالتار کی طرف جو تجھ سے کبھی خفا نہیں ہونے کا۔ پس اس کی روح اس بشارت کو سن کر اس کے منہ سے اتنی آسانی اور شوق سے نکلتی ہے جیسے منگ کے منہ سے پانی کا کوئی قطرہ چھو جائے۔ اور آخرت کی بشارت کا ذکر آیت لَا یَحْزَنُہُمْ الْفَرْعُ الْاَسْجَرُ اِلٰحٌ میں ہے یعنی انہیں اس دن کی زبردست پریشانی بالکل ہی نہ گھبراوے گی۔ ادھر ادھر سے ان کے پاس فرشتے آتے ہوں گے اور کہتے ہوں گے کہ اسی دن کا تم سے وعدہ کیا جاتا رہا تھا۔ ایک آیت میں ہے یَوْمَ تَرٰی الْمُؤْمِنِیْنَ اِلٰحٌ جس دن تو مومن مردوں عورتوں کو دیکھے گا کہ ان کو نوران کے آگے آگے اور دائیں طرف چل رہا ہوگا۔ لو تم خوشخبری سن لو کہ آج تمہیں وہ جنتیں ملیں گی جن کے نیچے نہریں بہریں لے رہی ہیں۔ جہاں کی رہائش ہمیشہ کی ہوگی۔ یہی زبردست کامیابی ہے۔ اللہ کا وعدہ غلط نہیں ہوتا۔ وہ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ اس نے جو فرما دیا سچ ہے ثابت ہے اٹل ہے یقینی اور ضروری ہے۔ یہ ہے پوری مقصد آوری یہ ہے زبردست کامیابی یہ ہے مراد کاملنا اور یہ ہے گود کا بھرتا۔

وَلَا یَحْزَنُکَ قَوْلُهُمْ اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰہِ جَمِیْعًا ۗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝
اَلَا اِنَّ اللّٰہَ مِنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ وَمَا یَسْتَعِیْ
الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ شُرَکَآءُ ۚ اِنْ یَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ
ہُمْ اِلَّا یَخْرُصُوْنَ ۝ ۚ هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْیَلَّ لِتَسْكُنُوْا
فِیْہِ وَالتَّهَارَ مُبْصِرًا ۚ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ ۝

ان کی باتوں سے تو ہرگز نہ مجید نہ ہونا عزت تو سب کی سب اللہ ہی کی ہے۔ وہ ہے ہی مستجابات مان سن رکھو آسمانوں میں اور زمین میں جس نے سب اللہ کا ہے اللہ کے سوا اور شریکوں کو جو پکارتے ہیں وہ بیروی نہیں کرتے وہ تو صرف دہم کی بیروی کرتے ہیں اور وہ محض اٹل باندھتے ہیں اور اللہ ہے جس نے تمہارے آرام

کے لئے رات بنا دی ہے اور دن کو روشن دکھانے والا بنایا ہے جو لوگ سنتے ہیں ان کے لئے تو اس میں بڑی بڑی نشانیاں ہیں ○

عزت صرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لیے ہے: ☆ ☆ (آیت: ۶۵-۶۷) ان مشرکوں کی باتوں کا کوئی رنج و غم نہ کر۔ اللہ تعالیٰ سے ان پر مدد طلب کر۔ اسی پر بھروسہ رکھ ساری عزتیں اسی کے ہاتھ ہیں، وہ اپنے رسول کو اور مومنوں کو عزت دے گا۔ وہ بندوں کی باتوں کو خوب سنتا ہے۔ وہ ان کی حالتوں سے پورا خبردار ہے۔ آسمان و زمین کا وہی مالک ہے۔ اس کے سوا جن جن کو تم پوجتے ہو ان میں سے کوئی کسی چیز کا کچھ بھی اختیار نہیں رکھتا۔ کوئی نفع نقصان ان کے بس کا نہیں۔ پھر ان کی عبادت بھی محض بے دلیل ہے۔ صرف گمان انگلیں جھوٹ اور افترا ہے۔ حرکت رنج و تعب تکلیف اور کام کاج سے راحت و آرام سکون و اطمینان حاصل کرنے کے لئے اللہ نے رات بنا دی ہے۔ دن کو اس نے روشن اور جالے والا بنادیا ہے تاکہ تم اس میں کام کاج کرو معاش اور روزی کی فکر سفر تجارت کا رو بار کر سکو۔ ان دیلوں میں بہت کچھ عبرت ہے لیکن اس سے فائدہ دینی اٹھاتے ہیں جو ان آیتوں کو دیکھ کر ان کے خالق کی عظمت و جبروت کا تصور پاندھتے ہیں۔ اس خالق و مالک کی قدر و عزت کرتے ہیں۔

قَالُوا اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا سُبْحَنَهُ هُوَ الْغَنِيُّ لَهُ مَا فِي السَّمُوتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ إِنَّ عِنْدَكُمْ مِنْ سُلْطِينٍ بِهَذَا أَنْقُولُونَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ قُلْ إِنْ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يَفْلِحُونَ مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ إِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيدَ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ

کہتے ہیں کہ اللہ کی بھی اولاد ہے۔ وہ وہ پاک ہے وہ بے نیاز ہے آسمانوں میں زمین میں جہم بھی ہے اسی کا ہے تمہارے پاس اس کی کوئی بھی دلیل نہیں اللہ پر کیوں وہ کہتے ہو جو نہیں جانتے ○ کہہ دے کہ اللہ پر جھوٹ افترا جو پاندھتے ہیں وہ چھٹکارے سے محروم رہ جاتے ہیں ○ دنیا میں تو یونہی سا فائدہ اور بات ہے۔ پھر ان سب کا لوٹنا تو ہماری طرف ہی ہے پھر تو ہم بھی انہیں ان کے کفر کے بدلے سخت عذاب پکھلائیں گے ○

ساری مخلوق صرف اس کی ملکیت ہے: ☆ ☆ (آیت: ۶۸-۷۰) جو لوگ اللہ کی اولاد مانتے تھے ان کے عقیدے کا بطلان بیان ہو رہا ہے کہ اللہ اس سے پاک ہے وہ سب سے بے نیاز ہے سب اس کے محتاج ہیں زمین و آسمان کی ساری مخلوق اس کی ملکیت ہے اس کی غلام ہے۔ پھر ان میں سے کوئی اس کی اولاد کیسے ہو جائے؟ تمہارے اس جھوٹ اور بہتان کی خود تمہارے پاس بھی کوئی دلیل نہیں۔ تم تو اللہ پر بھی اپنی جہالت سے باتیں بنانے لگے۔ تمہارے اس کلمے سے تو ممکن ہے کہ آسمان پھٹ جائیں زمین شق ہو جائے پہاڑ ٹوٹ جائیں کہ تم اللہ رحمان کی اولاد ثابت کرنے بیٹھے ہو؟ بھلا اس کی اولاد کیسے ہوگی؟ اسے تو یہ لائق نہیں۔

زمین و آسمان کی ہر چیز اس کی غلامی میں حاضر ہونے والی ہے۔ سب اس کے شمار میں ہیں۔ سب کی کفایتی اس کے پاس ہے۔ ہر ایک تمہارا جس کے سامنے پیش ہونے والا ہے۔ نیز افترا پرداز گروہ ہر کامیابی سے محروم ہے۔ دنیا میں انہیں کچھ مل جائے تو وہ عذاب کا پیش خیمہ اور سزاؤں کی زیادتی کا باعث ہے۔ آخر ایک وقت آئے گا جب عذاب میں گرفتار ہو جائیں گے۔ سب کا لوٹنا اور سب کا اصلی ٹھکانا تو ہمارے ہاں ہے۔ یہ کہتے تھے اللہ کا بیٹا ہے۔ ان کے اس کفر کا ہم اس وقت ان کو بدلہ پکھلائیں گے جو نہایت سخت اور بہتر بدترین ہوگا۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ نُوحٍ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ يٰقَوْمِ إِن كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ
مَقَامِي وَتَذِكْرِي بآيَاتِ اللَّهِ فَعَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْتُ فَأَجْمِعُوا
أَمْرَكُمْ وَشُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ أَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ
اقْضُوا إِلَيَّ وَلَا تَنْظُرُونَ ۝ فَإِن تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَأَلْتُكُمْ
مِّنْ أَجْرٍ إِن أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللَّهِ وَامِرَّتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ
الْمُسْلِمِينَ ۝۷۱

انہیں نوح کا احوال بھی سنا جب کہ اس نے اپنی قوم سے کہا کہ میری قوم کے لوگو! اگر تم پر میرا ہنسنا اور اللہ کی باتوں سے نصیحت کرنا گراں گزرتا ہو تو سنو۔ میرا
بھروسہ تو اللہ کی ذات پر ہے۔ تم سب مل کر اپنے شریکوں کو بھی لے کر اپنا مضبوط ارادہ مقرر کر لو اور دیکھو تمہارے کام میں کوئی کسر یا قی نہ رہ جائے۔ پھر میرے ساتھ جو
کرتا ہے، اگر گزراور مجھے مطلقاً مہلت نہ دو ۝ اگر تم نے منہ پھیرا تو میں کسی بدلے کا تو تم سے خواہاں نہیں ہوں! میرا جو تیرے اللہ پر ہے۔ مجھے یہی فرمایا گیا ہے
کہ میں مسلمانوں میں رہوں ۝

نوح علیہ السلام کی قوم کا کردار: ☆ ☆ (آیت: ۷۱-۷۲) اے رسول ﷺ تو انہیں حضرت نوح علیہ السلام کے واقعہ کی خبر دے کہ ان
کا اور ان کی قوم کا کیا حشر ہوا؟ جس طرح کفار کہ تجھے جھٹلاتے اور ستاتے ہیں قوم نوح نے بھی یہی طریقہ اختیار کر رکھا تھا۔ بالاخر سب کے
سب غرق کر دیئے گئے! سارے کافر دیر پا رہ گئے۔ پس انہیں بھی خبردار رہنا چاہئے اور میری بکڑ سے بے خوف نہ ہونا چاہئے۔ اس کے
ہاں دیر ہے اندھ نہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام نے ایک مرتبہ ان سے صاف فرما دیا کہ اگر تم پر یہ گراں گزرتا ہے کہ میں تم میں رہتا ہوں
اور تمہیں اللہ کی باتیں سنارہا ہوں، تم اس سے چڑتے ہو اور مجھے نقصان پہنچانے کے درپے ہو تو سنو میں صاف کہتا ہوں کہ میں تم سے نڈر
ہوں۔ مجھے تمہاری کوئی پروا نہیں۔ میں تمہیں کوئی چیز نہیں سمجھتا۔ میں تم سے مطلقاً نہیں ڈرتا۔ تم سے جو ہو سکے کر لو! میرا جو بگاڑ سکوبگاڑو۔ تم
اپنے ساتھ اپنے شریکوں اور اپنے جھوٹے معبودوں کو بھی بلاؤ اور مل جل کر مشورے کر کے بات کھول کر پوری قوت کے ساتھ مجھ پر حملہ کرؤ
تمہیں قسم ہے جو میرا بگاڑ سکتے ہو اس میں کوئی کسر اٹھانہ نہ رکھو! مجھے بالکل مہلت نہ دو! اچانک گھیر لو! میں بالکل بے خوف ہوں! اس لئے کہ
تمہاری روش کو میں باطل جانتا ہوں۔ میں حق پر ہوں! حق کا ساتھی اللہ ہوتا ہے! میرا بھروسہ اسی کی عظیم الشان ذات پر ہے! مجھے اسکی قدرت
کی بڑائی معلوم ہے۔ یہی حضرت ہوئے نے فرمایا تھا کہ اللہ کے سوا جس کی بھی تم پوجا کر رہے ہو، میں تم سے اور ان سے بالکل بری ہوں
’خوب کان کھول کر سن لو! اللہ بھی سن رہا ہے! تم سب مل کر میرے خلاف کوشش کر لو! میں تو تم سے مہلت بھی نہیں مانگتا۔ میرا بھروسہ اپنے اور
تمہارے حقیقی مربی پر ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام فرماتے ہیں! اگر تم اب بھی مجھے جھٹلاؤ! میری اطاعت سے منہ پھیر لو تو میرا جرم صاف نہیں جائے گا۔ کیونکہ
میرا جرم دینے والا میرا مربی ہے! مجھے تم سے کچھ نہیں لینا۔ میری خیر خواہی! میری تبلیغ کسی معاوضے کی بنا پر نہیں! مجھے تو جو اللہ کا حکم ہے! میں اس کی
بجاء آوری میں لگا ہوا ہوں! مجھے اسکی طرف سے مسلمان ہونے کا حکم دیا گیا ہے سو الحمد للہ میں مسلمان ہوں۔ اللہ کا پورا فرماں بردار ہوں۔ تمام
نبیوں کا دین اول سے آخر تک صرف اسلام ہی رہا ہے۔ گوا حکام میں قدرے اختلاف رہا ہو۔

جیسے فرمان ہے ہر ایک کے لئے راہ اور طریقہ ہے۔ دیکھئے یہ نوح علیہ السلام جو اپنے آپ کو مسلم بتاتے ہیں یہ ہیں امیر اکبر علیہ السلام جو اپنے آپ کو مسلم بتاتے ہیں۔ اللہ ان سے فرماتا ہے اسلام لا۔ وہ جواب دیتے ہیں رب الظلمین کے لئے میں اسلام لایا۔ اسی کی وصیت آپ اور حضرت یعقوب علیہ السلام اپنی اولاد کو کرتے ہیں کہ بچو اللہ نے تمہارے لئے اسی دین کو پسند فرمایا ہے۔ خبردار یاد رکھنا، مسلم ہونے کی حالت میں ہی موت آئے۔ حضرت یوسف علیہ السلام اپنی دعائیں فرماتے ہیں۔ خدایا مجھے اسلام کی حالت میں موت دینا۔ موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم سے فرماتے ہیں کہ اگر تم مسلمان ہو تو اللہ پر توکل کرو۔ آپ کے ہاتھ پر ایمان قبول کرنے والے جادوگر اللہ سے دعا کرتے ہوئے کہتے ہیں تو ہمیں مسلمان اٹھانا۔ بلیقے کہتی ہیں میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہاتھ پر مسلمان ہوتی ہوں۔ قرآن فرماتا ہے کہ تورات کے مطابق وہ انبیاء حکم فرماتے ہیں جو مسلمان ہیں۔ حواری حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہتے ہیں آپ گواہ رہئے ہم مسلمان ہیں۔ خاتم الرسل سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے شروع کی دعا کے آخر میں فرماتے ہیں۔ میں اول مسلمان ہوں یعنی اس امت میں۔ ایک حدیث میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں ہم انبیاء ایسے ہیں جیسے ایک باپ کی اولاد۔ دین ایک اور بعض بعض احکام جدا گانہ۔ پس توحید میں سب یکساں ہیں گو فردی احکام میں علیحدگی ہو۔ جیسے وہ بھائی جن کا باپ ایک ہونا میں جدا جدا ہوں۔

فَكَذَّبُوهُ فَنَبِّئْنَاهُ وَمَنْ مَعَهُ فِي الْفُلْكِ وَجَعَلْنَاهُمْ خَلْفًا وَاعْرِفْنَا
الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِينَ ﴿٥٦﴾
ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِ رُسُلًا إِلَىٰ قَوْمِهِمْ فَجَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ
فَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا بِمَا كَذَّبُوا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ۚ كَذٰلِكَ تَطْبَعُ
عَلٰى قُلُوْبِ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿٥٧﴾

لیکن پھر بھی انہوں نے اسے جھٹلایا۔ آخر میں ہم نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو کشتی میں بٹھا کر نجات دیدی اور ہم نے انہیں جانشین کر دیا اور ان سب کو ڈوبایا جو ہماری آیتوں کو جھٹلا رہے تھے تو آپ دیکھ لے کہ جنہیں ڈرایا گیا تھا ان کا انجام کیسا کچھ ہوا؟ ۵۶ نوح کے بعد بھی ہم نے پیغمبروں کو ان کی قوموں کی طرف بھیجا۔ وہ ان کے پاس دلیلیں لے کر پہنچے مگر جس چیز کو وہ پہلے سے جھٹلا چکے تھے اس پر ایمان لانے کے لئے وہ تیار نہ ہوئے۔ حد سے نکل جانے والوں پر ہم اسی طرح مہر لگا دیتے ہیں ۵۷

(آیت: ۵۳) پھر فرماتا ہے قوم نوح نے نوحؑ کو نہ مانا بلکہ انہیں جھوٹا کہا۔ آخر ہم نے انہیں غرق کر دیا۔ نوح نبی علیہ السلام کو نبی ایمانداروں کے اس بدترین عذاب سے ہم نے صاف بچالیا۔ کشتی میں سوار کر کے انہیں طوفان سے محفوظ رکھا۔ وہی وہ زمین پر باقی رہے پس ہماری اس قدرت کو دیکھ لے کہ کس طرح ظالموں کا نام و نشان مٹا دیا اور کس طرح مومنوں کو بچالیا۔

سلسلہ رسالت کا تذکرہ: ☆ ☆ (آیت: ۵۳) حضرت نوح علیہ السلام کے بعد بھی رسولوں کا سلسلہ جاری رہا۔ ہر رسول اپنی قوم کی طرف اللہ کا پیغام اور اپنی چٹائی کی دلیلیں لے کر آتا رہا۔ لیکن عموماً ان سب کے ساتھ بھی لوگوں کی وہی پرانی روش رہی۔ یعنی ان کی چٹائی کو تسلیم نہ کیا جیسے آیت وَنَقَلَبُ الْاَفْئِدَةَ اَلَمْ نَشِمْ اِلٰیْهِمْ ہے۔ پس جس طرح ان کے حد سے بڑھ جانے کی وجہ سے دلوں پر مہر لگ گئی اسی طرح ان جیسے تمام لوگوں کے دل مہر زدہ ہو جاتے ہیں اور عذاب دیکھ لینے سے پہلے انہیں ایمان نصیب نہیں ہوتا۔ یعنی نبیوں اور ان کے تابعداروں

کو بچا لینا اور مخالفین کو ہلاک کرنا۔ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد سے برابر یہی ہوتا رہا۔ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے میں بھی انسان زمین پر آباد تھے۔ جب ان میں بت پرستی شروع ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر حضرت نوح علیہ السلام کو ان میں بھیجا۔ یہی وجہ ہے کہ جب قیامت کے دن لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس سفارش کی درخواست لے کر جائیں گے تو کہیں گے کہ آپ پہلے رسول ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے زمین والوں کی طرف مبعوث فرمایا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیان دس زمانے گزرے اور وہ سب اسلام میں ہی گزرے ہیں اسی لئے فرمان الہی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد کے آنے والے ہم نے ان کی بدکرداریوں کے باعث ہلاک کر دیا۔ مقصود یہ کہ ان باتوں کو سن کر مشرکین عرب ہوشیار ہو جائیں کیونکہ وہ سب سے افضل و اعلیٰ نبی کو جھٹلاتا رہے ہیں۔ پس جب کہ ان سے کم مرتبہ نبیوں اور رسولوں کے جھٹلانے پر ایسے دہشت افزا عذاب سابقہ لوگوں پر نازل ہو چکے ہیں تو اس سید المرسلین امام الانبیاء ﷺ کے جھٹلانے پر ان سے بھی بدترین عذاب ان پر نازل ہوں گے۔

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْهُمُ مُوسَىٰ وَهَارُونَ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ
بِآيَاتِنَا فَاسْتَكْبَرُوا وَكَانُوا قَوْمًا مُّجْرِمِينَ ﴿٥٥﴾ فَلَمَّا جَاءَهُمُ
الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا إِنَّ هَذَا لَسِحْرٌ مُّبِينٌ ﴿٥٦﴾ قَالَ مُوسَىٰ
أَتَقُولُونَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَاءَكُمْ أَسِحْرٌ هَذَا وَلَا يُفْلِحُ
السَّاحِرُونَ ﴿٥٧﴾ قَالُوا أَجِئْتَنَا لِنَلْفِتَنَّا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا
وَنَكُونُ لَكُمُ الْكَافِرِينَ ﴿٥٨﴾ فِي الْأَرْضِ وَمَا خَلُقْنَاكُمْ بِمُؤْمِنِينَ ﴿٥٩﴾

ان کے بعد ہم نے موسیٰ اور ہارون کو فرعون اور اس کی قوم کی طرف اپنی نشانیاں دے کر بھیجا۔ پس انہوں نے تکبر کیا۔ وہ سب تھے ہی گنہگار لوگ ○ ان کے پاس جب ہماری طرف سے حق آ پہنچا تو کہنے لگے کہ یہ تو صریح جادو ہے ○ موسیٰ نے کہا اس جی بات کو جب کہ وہ تمہارے پاس آ چکا تم یوں کہہ رہے ہو؟ کیا یہ جادو ہے؟ سنو جادو گر کامیاب نہیں ہوتے ○ وہ کہنے لگے کہ کیا تو ہمارے پاس اس لئے آیا ہے کہ ہمیں اس دین سے پھیر دے جس پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا ہے؟ اور تم دونوں کی ہی سرداری اس ملک میں ہو جائے؟ ہم تو تمہاری مان کر دینے کے نہیں ○

(آیت: ۷۵-۷۸) ان نبیوں کے بعد ہم نے موسیٰ اور ہارون کو فرعون اور اس کی قوم کے پاس بھیجا۔ اپنی دلیلیں اور جہتیں عطا فرما کر بھیجا۔ لیکن آل فرعون نے بھی اتباع حق سے تکبر کیا اور تھے بھی بے حرم اور قسمیں کھا کر کہا کہ یہ تو صریح جادو ہے۔ حالانکہ دل قائل تھے کہ یہ حق ہے لیکن صرف اپنی بڑھی چڑھی خود رانی اور ظلم کی عادت سے مجبور تھے۔ اس پر موسیٰ علیہ السلام نے سمجھایا کہ اللہ کے سچے دین کو جادو کہہ کر کیوں اپنی ہلاکت کو بلارہے ہو؟ کہیں جادو گر بھی کامیاب ہوتے ہیں؟ ان پر اس نصیحت نے بھی الٹا اثر کیا اور دو اعتراض اور جڑ دینے کے قدم تو ہمیں اپنے باپ دادا کی روش سے ہٹا رہے ہو اور اس سے نیت تمہاری یہی ہے کہ اس ملک کے مالک بن جاؤ۔ سو کہتے رہو۔ ہم تو تمہاری ماننے کے نہیں۔ اس قصہ کو قرآن کریم میں بار بار دہرایا گیا ہے۔ اس لئے کہ یہ عجیب و غریب قصہ ہے۔ فرعون موسیٰ سے بہت ڈرتا بچتا رہا۔ لیکن قدرت نے حضرت موسیٰ کو اسی کے ہاں پلویا اور شہزادوں کی طرح عزت کے گہوارے میں جھلایا۔ جب جوانی کی عمر کو پہنچے تو ایک ایسا سب کھڑا کر دیا کہ یہاں سے آپ چلے گئے۔ پھر جناب باری نے ان سے خود کلام کیا۔ نبوت و رسالت دی اور اسی کے ہاں پھر بھیجا۔ فقط

ایک ہارون علیہ السلام کو ساتھ دے کر آپ نے یہاں آ کے اس عظیم الشان سلطان کے رعب و دبدبے کی کوئی پرواہ نہ کر کے اسے ذین حق کی دعوت دی۔ اس سرکش نے اس پر بہت برا مانایا اور کمینہ پن پر اتر آیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے دونوں رسولوں کی خود ہی حفاظت کی۔ وہ وہ معجزات اپنے نبی کے ہاتھوں ظاہر کئے کہ ان کے دل ان کی نبوت مان گئے۔ لیکن تاہم ان کا نفس ایمان پر آمادہ نہ ہوا اور یہ اپنے کفر سے ذرا بھی ادھر ادھر نہ ہوئے۔ آخر عذاب اللہ آ ہی گیا۔ اور ان کی جڑیں کاٹ دی گئیں۔ فالحمد للہ۔

وَقَالَ فِرْعَوْنُ اِنتَوْنِي بِكُلِّ سِحْرِ عَلِيمٍ ۖ فَلَمَّا جَاءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمْ مُوسٰى اَلْقُوا مَا اَنْتُمْ مُلْقُوْنَ ۚ فَلَمَّا اَلْقَوْا قَالَ مُوسٰى مَا جِئْتُمْ بِهٖ السِّحْرِ آِنَّ اللّٰهَ سَيَبْطِلُ ۙ آِنَّ اللّٰهَ لَا يَصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ ۚ وَيُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ۚ

خون کہنے لگا کہ میرے پاس ہر ایک دانا جادو گر کو لے آؤ ○ جب جادو گر جمع ہو گئے تو موسیٰ نے کہا کہ تمہیں جو کچھ ڈالنا ہے ڈال دو ○ جب انہوں نے ڈال دیا تو موسیٰ نے کہا یہ جو کچھ تم لائے ہو یہ تو جادو ہے! تو اللہ تعالیٰ ابھی درہم برہم کر دے گا۔ ایسے فسفوس کا کام اللہ تعالیٰ سنوار نہیں ○ وہ تو حق کو اپنے فرمان سے ثابت کر دکھائے گا گو تمہارا سے ناپسند کرتے ہیں ○

موسیٰ علیہ السلام بمقتابلہ فرعونؑی ساحرین ☆ ☆ (آیت ۷۹-۸۲) سورہ اعراف سورہ طہ سورہ شعرا اور اس سورت میں بھی فرعونؑی جادو گروں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ بیان فرمایا گیا ہے۔ ہم نے اس پورے واقعہ کی تفصیل سورہ اعراف کی تفسیر میں لکھ دی ہے۔ فرعون نے جادو گروں اور شعبدہ بازوں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزے کا مقابلہ کرنے کی ٹھان لی۔ اس کے لئے انتظامات کئے۔ قدرت نے بھرے حمیدان میں اسے شکست فاش دی اور خود جادو گر حق کو مان گئے۔ وہ عجبے میں گر کر اللہ پر اور اس کے دونوں نبیوں پر وچیں ایمان لائے اور اپنے ایمان کا غیر مشتبا الفاظ میں سب کے سامنے فرعون کی موجودگی میں اعلان کر دی۔ اس وقت فرعون کا منہ کالا ہو گیا اور اللہ کے دین کا بول بالا ہوا۔ اس نے اپنی سپاہ اور جادو گروں کے جمع کرنے کا حکم دیا۔ یہ آئے۔ صفیں باندھ کر کھڑے ہوئے۔ فرعون نے ان کی کمر ٹھوکی۔ انعام کے وعدے دیئے انہوں نے حضرت موسیٰ سے کہا کہ بولو اب ہم پہلے اپنا کرتب دکھائیں یا تم پہلے کرتے ہو۔ آپ نے اسی بات کو بہتر سمجھا کہ ان کے دل کی بھڑاس پہلے نکل جائے۔ لوگ ان کے تماشے اور باطل کے جھنڈے پہلے دیکھ لیں۔ پھر حق آئے اور باطل کا صفایا کر جائے یہ اچھا اثر ڈالے گا! اس لئے آپ نے انہیں فرمایا کہ تمہیں جو کچھ کرنا ہے شروع کر دو۔ انہوں نے لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر کے انہیں ہیبت زدہ کرنے کا زبردست مظاہرہ کیا۔ جس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل میں بھی خطرہ پیدا ہو گیا۔ فوراً اللہ کی طرف سے وحی اتری کہ خبردار ڈرنا مت۔ اپنے دائیں ہاتھ کی لکڑی زمین پر ڈال دے۔ وہ ان کے سب ڈھکوسلے صاف کر دے گی۔ یہ جادو کے کمر کی صفت ہے۔ اس میں اصلیت کہاں۔ انہیں اوج و فلاح کیسے نصیب ہو؟ اب حضرت موسیٰ علیہ السلام منجمل گئے اور زور دے کر پیشگوئی کی کہ تم تو یہ سب جادو کے کھلوئے بنالائے ہو۔ ویکنا اللہ تعالیٰ انہیں ابھی درہم برہم کر دے گا۔ تم فساد یوں کے اعمال دیر پا ہو ہی نہیں سکتے۔ حضرت لیث بن ابی سلیمؒ فرماتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ ان آیتوں میں اللہ کے حکم سے جادو کی شفا ہے۔ ایک برتن میں پانی لے کر اس پر یہ آیتیں

پڑھ کر دم کردی جائیں اور جس پر جادو کر دیا گیا ہو اس کے سر پر وہ پانی بہا دیا جائے فَلَمَّا أَلْقَوْا سے كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ تک یہ آیتیں اور آیت فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ سے چار آیتوں تک اور آیت إِنَّمَا صَنَعُوا كَيْدٌ سَجِرٌ وَلَا يُفْلِحُ السَّاجِرُ حَيْثُ أَتَى (ابن ابی حاتم)۔

فَمَا أَمَّنَ لِمُوسَى إِلَّا ذُرِّيَّتَهُ مِنْ قَوْمِهِ عَلَى خَوْفٍ مِنْ فِرْعَوْنَ
وَمَلَائِهِمْ أَنْ يَفْتِنَهُمْ وَإِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِي الْأَرْضِ وَإِنَّهُ
لَمِنَ الْمُشْرَفِينَ

پس فرعون کی قوم کی کچھ اولاد کے سوا موسیٰ پر کوئی بھی ایمان نہ لایا۔ فرعون اور اپنی قوم کے ڈر کی وجہ کہیں وہ انہیں تکلیف نہ پہنچائے اس ملک میں فرعون تھا بھی سرکش اور تھا بھی وہ انصاف کی حد سے گزر جانے والوں میں ○

بزدلی ایمان کے درمیان دیوار بن گئی: ☆ (آیت: ۸۳) ان زبردست روشن دیلوں اور معجزوں کے باوجود حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بہت کم فرعونی ایمان لائے۔ کیونکہ ان کے دل میں فرعون کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی۔ یہ غیبت رعب دہ رہے والا بھی تھا اور ترقی پر بھی تھا۔ حق ظاہر ہو گیا تھا لیکن کسی کو اس کی مخالفت کی جرأت نہیں تھی۔ ہر ایک کو خوف تھا کہ اگر آج میں ایمان لے آیا تو کل اس کی سخت سزاؤں سے مجبور ہو کر دین حق چھوڑنا پڑے گا۔ پس بہت کم ایسے جانناز موجد نکلے جنہوں نے اس کی سلطنت اور سزا کی کوئی پرواہ نہ کی اور حق کے سامنے سر جھکا دیا۔ ان میں خصوصیت سے قابل ذکر فرعون کی بیوی تھی۔ اس کی آل کا ایک اور شخص تھا ایک جو فرعون کا خزانچی تھا۔ اس کی بیوی تھی وغیرہ رضی اللہ عنہم! جمعین۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد اس سے حضرت موسیٰ پر بنی اسرائیل کی تعویذی تعداد کا ایمان لانا ہے۔ یہ بھی مروی ہے کہ ذریت سے مراد قلیل ہے یعنی بہت کم لوگ۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اولاد بھی مراد ہے۔ یعنی جب حضرت موسیٰ بنی بن کر آئے اس وقت جو لوگ تھے ان کی موت کے بعد ان کی اولاد میں سے کچھ لوگ ایمان لائے۔ امام ابن جریرؒ تو قول مجاہدؒ کو پسند فرماتے ہیں کہ قَوْمِهِ میں ضمیر کا مرجع حضرت موسیٰ ہیں کیونکہ یہی نام اس سے قریب ہے۔ لیکن یہ محل نظر ہے کیونکہ ذریت کے لفظ کا تقاضا جوان اور کم عمر لوگ ہیں اور بنو اسرائیل تو سب کے سب مومن تھے جیسا کہ مشہور ہے۔ یہ تو حضرت موسیٰ کے آنے کی خوشیاں منارہے تھے۔ ان کی کتابوں میں تو موجود تھا کہ اس طرح نبی اللہ آئیں گے اور ان کے ہاتھوں انہیں فرعون کی غلامی کی ذلت سے نجات ملے گی۔ ان کی کتابوں کی یہی بات تو فرعون کے ہوش و حواس گم کئے ہوئی تھی جس کی وجہ سے اس نے حضرت موسیٰ کی دشمنی پر کمر کس لی تھی اور آپ کی نبوت کے ظاہر ہونے سے پہلے اور آپ کے آنے سے پہلے اور آپ کے آنے کے بعد ہم تو اس کے ہاتھوں بہت ہی تنگ کئے گئے ہیں۔ آپ نے انہیں تسلی دی کہ جلدی نہ کرو۔ اللہ تمہارے دشمن کا ناس کرے گا۔ تمہیں ملک کا مالک بنائے گا۔ پھر دیکھو گا کہ تم کیا کرتے ہو؟ پس یہ تو سمجھ میں نہیں آتا کہ اس آیت سے مراد قوم موسیٰ کی نئی نسل ہو۔ اور یہ کہ بنو اسرائیل میں سے سوائے قارون کے اور کوئی دین کا چھوڑنے والا ایسا نہ تھا جس کے فتنے میں پڑ جانے کا خوف ہو۔ قارون کو تو قوم موسیٰ میں سے تھا لیکن وہ باغی تھا۔ فرعون کا دوست تھا۔ اس کے حاشیہ نشینوں میں تھا اس سے گھر کے تعلق رکھتا تھا۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ ملہم میں ضمیر فرعون کی طرف عائد ہے اور بطور اس کی تابعداری کرنے والوں کی زیادتی کے ضمیر جمع کی لائی گئی ہے۔ یا یہ کہ فرعون سے پہلے لفظ ال جو مضاف تھا معجزہ کر دیا گیا ہے۔ اور مضاف الیہ اس کے قائم مقام رکھ دیا ہے۔ انکا قول بھی بہت دور کا ہے۔ گو امام ابن

جبر نے بعض نحویوں سے بھی ان دونوں اقوال کی حکایت کی ہے اور اس سے اگلی آیت جو آ رہی ہے وہ بھی دلالت کرتی ہے کہ بنی اسرائیل سب مومن تھے۔

وَقَالَ مُوسَىٰ يُقَوْمُ إِنْ كُنْتُمْ آمَنْتُمْ بِاللَّهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوا إِنْ كُنْتُمْ مُسْلِمِينَ ۖ فَقَالُوا عَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْنَا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۖ وَنَحْنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ۝

موسیٰ نے کہا: میری قوم کے لوگو! اگر تمہارا اللہ پر ایمان ہے اور تم سچے حکم بردار ہو تو تم اسی پر پورا بھروسہ بھی کرو ○ انہوں نے جواب دیا کہ ہمارا بھروسہ اللہ ہی پر ہے ہمارے پروردگار تو ہمیں ظالم لوگوں کے لئے فتنہ نہ بناو ○ اور ہمیں اپنی رحمت سے اس کافروں سے نجات عطا فرما ○

اللہ پہلے بھروسہ ایمان کی روح ہے: ☆ ☆ (آیت: ۸۳-۸۶) حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم بنی اسرائیل سے فرماتے ہیں کہ اگر تم مومن مسلمان ہو تو اللہ پر بھروسہ رکھو۔ جو اس پر بھروسہ کرے وہ اسے کافی ہے عبادت و توکل دونوں ہم پلہ چیزیں ہیں۔ فرمان اللہ ہے فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ اسی کی عبادت کرو اور اسی پر بھروسہ رکھو۔ ایک اور آیت میں اپنے نبی ﷺ کو ارشاد فرماتا ہے۔ کہہ دے کہ الہ رحمان پر ہم ایمان لائے اور اسی کی ذات پاک پر ہم نے توکل کیا۔ فرماتا ہے۔ مشرق و مغرب کا رب جو عبادت کے لائق معبود ہے جس کے سوا پرستش کے لائق اور کوئی نہیں۔ تو اسی کو اپنا دلیل و کارساز بنالے۔ تمام ایمانداروں کو جو سورت پانچوں نمازوں میں تلاوت کرنے کا حکم ہوا اس میں بھی ان کی زبانی اقرار کرایا گیا کہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد طلب کرتے ہیں۔ بنو اسرائیل نے اپنے نبی علیہ السلام کا یہ حکم سن کر اطاعت کی اور جواباً عرض کیا کہ ”ہمارا بھروسہ اپنے رب پر ہی ہے۔ پروردگار تو ہمیں ظالموں کے لئے فتنہ نہ بنانا کہ وہ ہم پر غالب رہ کر یہ سمجھنے نہ لگیں کہ اگر یہ حق پر ہوتے اور ہم باطل پر ہوتے تو ہم ان پر غالب کیسے رہ سکتے؟“ یہ مطلب بھی اس دعا کا بیان کیا گیا ہے کہ ”اللہ ہم پر ان کے ہاتھوں عذاب مسلط نہ کرنا“ نہ اپنے پاس سے کوئی عذاب ہم پر نازل فرما کہ یہ لوگ کہنے لگیں کہ اگر بنی اسرائیل حق پر ہوتے تو ہماری سزائیں کیوں بھگتتے یا اللہ کے عذاب ان پر کیوں اترتے؟ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر یہ ہم پر غالب رہے تو ایسا نہ ہو کہ یہ کہیں ہمارے سچے دین سے ہمیں ہٹانے کے لئے کوششیں کریں اور اے پروردگار ان کافروں سے جنہوں نے حق سے انکار کر دیا ہے حق کو چھپایا ہے تو ہمیں نجات دے۔ ہم تجھ پر ایمان لائے ہیں اور ہمارا بھروسہ صرف تیری ذات پاک پر ہے۔“

وَاَوْحَيْنَا اِلٰى مُوسٰى وَاَخِيْهِ اَنْ تَبُوْا الْقَوْمَ كَمَا بِمِصْرَ بَيُوْتًا وَّاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً وَّاَقِمُوا الصَّلٰوةَ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

ہم موسیٰ اور اس کے بھائی کو وحی کی کہ اپنی قوم کے لئے مصر کے گھروں میں جگہ کرو اور اپنے گھر قبلہ بنا لو اور نماز کو قائم رکھو اور تو ایمانداروں کو بشارت سنا دے ○

قوم فرعون سے بنی اسرائیل کی نجات: ☆ ☆ (آیت: ۸۷) بنی اسرائیل کافر فرعون اور فرعون کی قوم سے نجات پانا اس کی کیفیت بیان ہو رہی ہے۔ دونوں نبیوں کو اللہ کی وحی ہوئی کہ ”اپنی قوم کے لئے مصر میں گھر بنا لو۔ اور اپنے گھروں کو مسجدیں مقرر کر لو۔ اور خوف کے وقت گھروں میں ہی نماز ادا کر لیا کرو۔“ چنانچہ فرعون کی تختی بہت بڑھ گئی تھی۔ اس لئے انہیں کثرت سے نماز ادا کرنے کا حکم ہوا۔ یہی حکم اس امت کو ہے کہ ایمان دار و مبر اور نماز سے مدد چاہو۔ حضور ﷺ کی عادت مبارک بھی یہی تھی کہ جب کوئی گھبراہٹ ہوتی تو فوراً نماز کے لئے

کھڑے ہو جاتے۔ یہاں بھی حکم ہوتا ہے کہ اپنے گھروں کو قبلہ بنا لو اے نبی ﷺ ان مومنوں کو تم بشارت دو انہیں دار آخرت میں ثواب ملے گا اور دنیا میں ان کی تائید و نصرت ہوگی۔ اسرا نیکیوں نے اپنے نبی سے کہا تھا کہ فرعون یوں کے سامنے ہم اپنی نماز اعلان سے نہیں پڑھ سکتے تو اللہ نے انہیں حکم دیا کہ اپنے گھر قبلہ رو ہو کرو پس نماز ادا کر سکتے ہو۔ اپنے گھر آئے سامنے بنائے کا حکم ہو گیا۔

وَقَالَ مُوسَىٰ رَبَّنَا إِنَّكَ آتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَأَهُ زِينَةً وَأَمْوَالًا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيلِكَ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلَىٰ أَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوا حَتَّىٰ يَرَوْا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ۖ قَالَ قَدْ أُجِيبَتْ دَعْوَتُكُمْ فَأَسْتَقِيمَا وَلَا تَتَّبِعِنَّ سَبِيلَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۝

موسیٰ نے دعا کی کہ اے ہمارے پروردگار تو نے فرعون کو اور اس کے سرداروں کو دنیا کی زندگی کی آرائش اور مال دے رکھا ہے۔ اے ہمارے رب یہ اس لئے کہ وہ تیری راہ سے ہٹ جائیں اے پروردگار تو ان کے مالوں کو نیست و نابود کر دے اور ان کے دلوں کو سخت کر دے کہ وہ جب تک دردناک عذاب نہ دیکھ لیں ایمان نہ لائیں ۝ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم دونوں کی دعا قبول کر لی گئی۔ اب تم انتظار رکھو اور بے علموں کی راہ کے پیچھے ہرگز نہ لگو ۝

فرعون کا تکبر اور موسیٰ علیہ السلام کی بددعا: ﴿آیت: ۸۸-۸۹﴾ جب فرعون اور فرعون یوں کا تکبر، تجبر، تعصب بڑھتا ہی گیا۔ ظلم و ستم بے رحمی اور جفا کاری اختیار کر لی تو اللہ کے صابر نبیوں نے ان کے لئے بددعا کی کہ یا اللہ تو نے انہیں اور دنیا کی زینت مال خوب خوب دیا اور تو بخوبی جانتا ہے کہ وہ تیرے حکم کے مطابق مال خرچ نہیں کرتے یہ صرف تیری طرف سے انہیں ڈھیل اور مہلت ہے۔ یہ مطلب تو ہے جب لِيُضِلُّوْا پڑھا جائے جو ایک قرات ہے اور جب لِيُضِلُّوْا پڑھیں تو مطلب یہ ہے کہ یہ اس لئے کہ وہ اوروں کو گمراہ کریں جن کی گمراہی تیری چاہت میں ہے۔ ان کے دل میں یہ خیال پیدا ہو گا کہ یہی لوگ اللہ کے محبوب ہیں ورنہ اتنی دولت مندی اور اس قدر عیش و عشرت انہیں کیوں نصیب ہوتا؟ اب ہماری دعا ہے کہ ان کے یہ مال تو غارت اور تباہ کر دے۔ چنانچہ ان کے تمام مال اسی طرح پتھر بن گئے۔ سونا چاندی ہی نہیں بلکہ کھیتوں تک پتھر کی ہو گئیں۔ حضرت محمد بن کعب اس سورہ یونس کی تلاوت امیر المومنین حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے کر رہے تھے۔ جب اس آیت تک پہنچے تو خلیفۃ المسلمین نے سوال کیا کہ یہ تمس کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا ان کے مال پتھر بنا دیئے گئے تھے۔ حضرت عمر نے اپنا صندوق منگوا کر اس میں سے سفید چٹا کال کر دکھایا جو پتھر بن گیا تھا اور دعا کی کہ پروردگار ان کے دل سخت کر دے۔ ان پر مہر لگا دے کہ انہیں عذاب دیکھنے تک ایمان لا نا نصیب نہ ہو۔ یہ بددعا صرف دینی حیات اور دینی دل سوزی کی وجہ سے تھی۔ یہ غصہ اللہ اور اس کے دین کی خاطر تھا جب دیکھ لیا اور مایوسی کی حد آگئی۔ حضرت نوح علیہ السلام کی دعا ہے کہ اے الہی زمین پر کسی کا فر کو زندہ نہ چھوڑ ورنہ اوہ لو بھی بہکا میں گئے اور جوں سل ان کی ہوگی وہ بھی انہی جیسی بے ایمان بدکار ہوگی۔ جناب باری نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون دونوں بھائیوں کی یہ دعا قبول فرمائی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام دعا کرتے جاتے تھے اور حضرت ہارون علیہ السلام آمین کہتے جاتے تھے۔ اسی وقت وحی آئی کہ ”تمہاری یہ دعا مقبول ہوگئی“ سے دلیل پکڑی گئی ہے کہ آمین کا کہنا بہتر نہ دعا کرنے کے ہے کیونکہ دعا کرنے والے صرف حضرت موسیٰ تھے۔ آمین کہنے والے حضرت ہارون تھے لیکن اللہ نے دعا کی نسبت دونوں کی طرف کی۔ پس مقتدی کے آمین کہہ لینے سے گویا فاتحہ کا پڑھ لینے والا ہے۔ پس اب تم دونوں بھائی میرے حکم پر مضبوطی سے جم جاؤ۔ جو میں کہوں بجالاؤ۔ اس دعا کے بعد فرعون چالیس ماہ زندہ رہا۔ کوئی کہتا ہے چالیس دن۔

وَجَوَزْنَا بِبَنِي إِسْرَءِيلَ الْبَحْرَ فَأَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُوذُهُ بَغْيًا وَعَدُوًّا حَتَّىٰ إِذَا أَدْرَكَهُ الْغَرَقُ قَالَ آمَنْتُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا الَّذِي آمَنْتُ بِهِ بَنُو إِسْرَءِيلَ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿٩٠﴾

ہم نے بنی اسرائیل کو دریا پار کر دیا۔ فرعون اپنے لشکروں سمیت ظلم و زیادتی سے ان کے پیچھے لگ گیا تھا۔ یہاں تک کہ جب اسے ڈوبنے کی مصیبت نے آدبو جاتو کہنے لگا کہ میں ایمان لاتا ہوں کہ کوئی بھی لائق عبادت نہیں بجز اس اللہ کے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اور میں مسلمانوں میں شامل ہوتا ہوں ○

دریائے نیل فرعون اور قوم بنی اسرائیل: ☆ ☆ (آیت ۹۰) فرعون اور اس کے لشکریوں کے فرق ہونے کا واقعہ بیان ہو رہا ہے۔ بنی اسرائیل جب اپنے نبی کے ساتھ چھ لاکھ کی تعداد میں جو بال بچوں کے علاوہ تھی مصر سے نکل کھڑے ہوئے اور فرعون کو یہ خبر پہنچی تو اس نے بڑا ہی تاؤ لکھایا اور بزدل بردست لشکر جمع کر کے اپنے تمام لوگوں کو لے کر ان کے پیچھے لگا۔ اس نے تمام لاؤ لشکر کو تمام سرداروں، فوجوں، رشتے کہنے کے تمام لوگوں اور کل ارکان سلطنت کو اپنے ساتھ لے لیا تھا۔ اپنے پورے ملک میں کسی صاحب حیثیت شخص کو باقی نہیں چھوڑا تھا۔ بنی اسرائیل جس راہ گئے تھے اسی راہ یہ بھی نہایت تیزی سے جا رہا تھا۔ ٹھیک سورج چڑھے اس نے انہیں اور انہوں نے اسے دیکھ لیا۔ بنی اسرائیل گھبرا گئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے 'لو اب پکڑ لے گئے کیونکہ سامنے دریا تھا اور پیچھے لشکر فرعون۔ نہ آگے بڑھ سکتے تھے نہ پیچھے ہٹ سکتے تھے' آگے بڑھتے تو ڈوبتے۔ پیچھے ہٹتے تو قتل ہوتے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں تسکین دی اور فرمایا 'میں اللہ کے بتائے ہوئے راستے سے تمہیں لے جا رہا ہوں۔ میرا رب میرے ساتھ ہے۔ وہ مجھے کوئی نہ کوئی نجات کی راہ بتا دے گا۔ تم بے فکر رہو۔ وہ سختی کو آسانی سے بھیجے گا کوفراشی سے بدلے پر قادر ہے۔ اسی وقت وحی ربانی آئی کہ اپنی لکڑی دریا پر مار دے۔ آپ نے یہی کیا۔ اس وقت پانی پھٹ گیا راستے دے دیئے اور پہاڑوں کی طرح پانی کھڑا ہو گیا۔ ان کے بارہ قبیلے تھے۔ بارہ راستے دریا میں بن گئے۔ تیز اور سبکی ہوا کہیں چل پڑیں جس نے راستے خشک کر دیئے۔ اب نہ تو فرعونین کے ہاتھوں میں گرفتار ہونے کا کھٹکارا نہ پانی میں ڈوب جانے کا۔ ساتھ ہی قدرت نے پانی کی دیواروں میں طاق اور سوراخ بنا دیئے کہ ہر قبیلہ دوسرے قبیلہ کو بھی دیکھ سکے۔ تاکہ دل میں یہ خدشہ بھی نہ رہے کہ کہیں وہ ڈوب نہ گیا ہو۔ بنو اسرائیل ان راستوں سے جانے لگے اور دریا پار اتر گئے۔ انہیں پار ہوتے ہوئے فرعونی دیکھ رہے تھے۔ جب یہ سب کے سب اس کنارے پہنچ گئے اب لشکر فرعون بڑھا اور سب کے سب دریا میں اتر گئے۔ ان کی تعداد کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ان کے پاس ایک لاکھ گھوڑے تو صرف سیاہ رنگ کے تھے۔ جو باقی رنگ کے تھے ان کی تعداد کا خیال کر لیجئے۔ فرعون بڑا کاکیاں تھا۔ دل سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صداقت جانتا تھا۔ اسے یہ رنگ دیکھ کر یقین ہو چکا تھا کہ یہ بھی بنی اسرائیل کی غیبی تائید ہوئی ہے۔ وہ چاہتا تھا کہ یہاں سے واپس لوٹ جائے لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول ہو چکی تھی۔ قدرت کا قلم چل چکا تھا۔ اسی وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام گھوڑے پر سوار آ گئے۔ ان کے جانور کے پیچھے فرعون کا گھوڑا لگ گیا۔ آپ نے اپنا گھوڑا دریا میں ڈال دیا۔ فرعون کا گھوڑا اسے گھسیٹتا ہوا دریا میں اتر گیا۔ اس نے اپنے ساتھیوں کو آواز لگائی کہ بنی اسرائیل گزر گئے اور تم یہاں ٹھہر گئے چلو ان کے پیچھے۔ اپنے گھوڑے بھی میری طرح دریا میں ڈال دو۔ اسی وقت ساتھیوں نے بھی اپنے گھوڑوں کو مہمیز کیا۔ حضرت میکائیل علیہ السلام اس گروہ کے پیچھے تھے تاکہ ان کے جانوروں کو ہٹائیں غرض بغیر ایک کے بھی باقی رہے سب دریا اتر گئے۔ جب یہ سب اندر پہنچ گئے اور ان کا سب سے آگے کا حصہ دوسرے کنارے کے قریب پہنچ چکا اسی وقت جناب باری قادر و قیوم کا دریا کو حکم ہوا کہ اب مل جا اور ان کو ڈوب دے۔ پانی کے پتھر بنے ہوئے پہاڑ نورانی ہو گئے اور اسی وقت یہ سب غوطے کھانے لگے اور نوراً ڈوب گئے۔ ان میں سے ایک بھی باقی نہ بچا۔ پانی کی موجوں نے انہیں اوپر تلے کر کے ان

کے جوڑ جوڑ الگ الگ کر دیئے فرعون جب موجوں میں پھنس گیا اور سکرات موت کا اسے مزہ آنے لگا تو کہنے لگا کہ میں لاش رب واحد پر ایمان لاتا ہوں۔ جس پر ہوا سرا نکل ایمان لائے ہیں۔

الَّذِينَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ ۝ فَالْيَوْمَ
نُنَجِّيكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُونَ لِمَنْ خَلَقَكَ آيَةً ۖ وَإِلَٰكٍ كَثِيرًا
مِّنَ النَّاسِ عَنْ آيَتِنَا لَغَفُلُونَ ۝

کیا اب؟ حالانکہ تو اس سے پہلے خوب نافرمانیاں کر چکا ہے اور مفسدوں میں رہ چکا ہے ○ اچھا آج ہم تیرے جسم کو بچالیں گے کہ تو اپنے بعد والوں کے لئے نشان بن جائے ہے شک اکثر لوگ ہماری آیتوں سے البتہ غافل ہیں ○

(آیت: ۹۱-۹۲) ظاہر ہے کہ عذاب کے دیکھ چکنے کے بعد عذاب کے آجانے کے بعد ایمان سود مند نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ اس بات کو فرما چکا ہے اور یہ قاعدہ جاری کر چکا ہے۔ اسی لئے فرعون کو جواب ملا کہ اس وقت یہ کہتا ہے حالانکہ اب تک شر و فساد پر تیار رہا۔ پوری عمر اللہ کی نافرمانیاں کرتا رہا۔ ملک میں فساد مچا تا رہا۔ خود مگر مہر ہو کر اور لوں کو بھی راہ حق سے روکتا رہا۔ لوگوں کو جہنم کی طرف بلانے کا کام تھا۔ قیامت کے دن بے یار و مددگار رہے گا فرعون کا اس وقت کا قول اللہ تعالیٰ علام الغیوب نے اپنے علم غیب سے آنحضرت ﷺ سے بیان فرمایا۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اس واقعے کی خبر دیتے وقت جبرئیل علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا کہ کاش آپ اس وقت ہوتے اور دیکھتے کہ میں اس کے منہ میں کچھ ٹھونس رہا تھا اس خیال سے کہ کہیں اس کی بات پوری ہونے پر رحمت اللہ اس کی دست گیری نہ کر لے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ڈوبتے وقت فرعون نے شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اٹھا کر اپنے ایمان کا اقرار کرنا شروع کیا جس پر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اس کے منہ میں مٹی بھرنی شروع کی۔ اس فرعون کثیر بن راذان ملعون کا منہ حضرت جبرائیل علیہ السلام اس وقت بند کر رہے تھے اور اس کے منہ میں کچھ ٹھونس رہے تھے۔ واللہ اعلم۔ کہتے ہیں کہ بعض بنی اسرائیل کو فرعون کی موت میں شک پیدا ہو گیا تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے دریا کو حکم دیا کہ اس کی لاش بلند نیلے پر خشکی میں ڈال دے تاکہ یہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں اور ان کا معائنہ کر لیں۔ چنانچہ اس کا جسم مٹے اس کے لباس کے خشکی پر ڈال دیا گیا تاکہ بنی اسرائیل کو معلوم ہو جائے اور ان کیلئے نشانی اور عبرت بن جائے۔ وہ جان لیں کہ غضب الہی کو کوئی چیز دفع نہیں کر سکتی۔ باوجود ان کلمے واقعات کے بھی اکثر لوگ ہماری آیتوں سے غفلت برتتے ہیں۔ کچھ صیحت حاصل نہیں کرتے۔ ان فرعونوں کا غرق ہونا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مع مسلمانوں کے نجات پانا عاشورے کے دن ہوا تھا۔ چنانچہ بخاری شریف میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینے میں آئے تو یہودیوں کو اس دن کا روزہ رکھتے ہوئے دیکھا۔ وہ کہتے تھے کہ اسی دن حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون پر غالب آئے تھے۔ آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ تم تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بہ نسبت ان کے زیادہ حقدار ہو۔ تم بھی اس عاشورے کے دن کا روزہ رکھو۔

وَلَقَدْ بَوَّأْنَا بَنِي إِسْرَءِيلَ مَبْوَءَ صَدَقٍ وَرَزَقْنَاهُمْ مِّنَ الطَّيِّبَاتِ
فَمَا اخْتَلَفُوا حَتَّىٰ جَاءَهُمُ الْعِلْمُ ۚ إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِي بَيْنَهُمْ يَوْمَ
الْقِيَمَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۝

ہم نے بنی اسرائیل کو بہت اچھا مقام رہنے کو دیا اور حقیر نہیں سمجھیں کہ ان کو دیا ہو جو ظلم کے آجانے کے انہوں نے آپس میں اختلاف کیا سمیرا بن ابی میں قیامت کے دن ان تمام امور کا فیصلہ کر دیا جائے گا میں وہ اختلاف کرتے رہے ○

بنی اسرائیل پر اللہ کے انعامات: ☆☆ (آیت: ۹۳) اللہ نے جو نعمیں بنی اسرائیل پر انعام فرمائیں ان کا ذکر ہو رہا ہے کہ شام اور ملک مصر میں بیت المقدس کے آس پاس انہیں جگہ دی۔ تمام وکمال ملک مصر پر ان کی حکومت ہو گئی۔ فرعون کی ہلاکت کے بعد دولت موسویہ قائم ہو گئی۔ جیسے قرآن میں بیان ہے کہ ہم نے ان کو زور بنی اسرائیلیوں کو مشرق و مغرب کے ملک کا مالک کر دیا۔ برکت والی زمین ان کے قبضے میں دے دی اور ان پر اپنی گنجی بات کی سچائی کھول دی۔ ان کے صبر کا پھل انہیں مل گیا۔ فرعون فرعون بنی اسرائیل کی کارگیریاں سب نیست و نابود ہو گئیں۔ اور آیتوں میں ہے کہ ہم نے فرعون بنیوں کو باغوں سے چشموں سے فخرانوں سے، بہترین مقامات اور مکانات سے نکال باہر کیا۔ اور بنی اسرائیل کے قبضے میں یہ سب کچھ کر دیا۔ اور آیتوں میں ہے کہ تم کو امان جنات الخ، باوجود اس کے خلیل الرحمن کے شہر بیت المقدس کی محبت ان کے دل میں چنگیاں لیتی رہی۔ وہاں علاقہ کی قوم کا قبلہ تھا۔ انہوں نے اپنے پیغمبر علیہ السلام سے درخواست کی انہیں جہاد کا حکم ہوا۔ یہ نامردی کر گئے، جس کے بدلے انہیں چالیس سال تک میدان تیرہ میں سرگرداں پھرنا پڑا۔ وہیں حضرت ہارون علیہ السلام کا انتقال ہوا۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا۔ ان کے بعد یہ حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کے ساتھ نکلے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں پر بیت المقدس کو فتح کیا۔ یہاں بخت نصر کے زمانے تک انہی کا قبضہ رہا۔ پھر کچھ مدت کے بعد دوبارہ انہوں نے اسے لے لیا۔

پھر یونانی بادشاہوں نے وہاں قبضہ کیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے تک وہاں یونانیوں کا ہی قبضہ رہا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ضد میں ان ملعون یہودیوں نے شاہ یونان سے ساز باز کی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی گرفتاری کے احکام انہیں باغی قرار دے کر نکلوا دیے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ السلام کو اپنی طرف چڑھایا اور آپ کے کسی حواری پر آپ کی شاہت ڈال دی۔ انہوں نے آپ کے دھوکے میں اسے قتل کر دیا اور سولی پر لٹکا دیا۔ یقیناً جناب روح اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے ہاتھوں قتل نہیں ہوئے۔ انہیں تو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف بلند کر لیا۔ اللہ عز و ج حکیم ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تقریباً تین سو سال بعد قسطنطین نامی یونانی بادشاہ عیسائی بن گیا۔ وہ بڑا پاجی اور مکار تھا۔ دین عیسوی میں یہ بادشاہ صرف سیاسی منصوبوں کے پورا کرنے اور اپنی سلطنت کو مضبوط کرنے اور دین نصاریٰ کو بدل ڈالنے کے لئے گھسا تھا۔ حیلہ اور کر و فریب اور چال کے طور پر یہ مسیحی بنا تھا کہ مسیحیت کی جڑیں کھلی کر دے۔

نصرانی علماء اور درویشوں کو جمع کر کے ان سے قوانین شریعت کے مجموعے کے نام سے نئی نئی تراشی ہوئی باتیں لکھوا کر ان بچتوں کو نصرانیوں میں پھیلا دیا اور اصل کتاب و سنت سے انہیں ہٹا دیا۔ اس نے کلیسیا، گرجے، خانقاہیں، ہیکلیں وغیرہ بنوائیں اور بیسویں قسم کے مجاہدے اور نفس کشی کے طریقے اور طرح طرح کی عبادتیں ریاضتیں نکال کر لوگوں میں اس نئے دین کی خوب اشاعت کی اور حکومت کے زور اور زر کے لالچ سے اسے دور تک پہنچا دیا۔ جو بے چارے موحد، قبیح انجیل اور سچے تابعہ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اصلی دین پر قائم رہے انہیں ان ظالموں نے شہر بدر کر دیا۔ یہ لوگ جنگوں میں رہتے سہتے لگے اور یہ نئے دین والے جن کے ہاتھوں میں تبدیلی اور مسخ و لا دین رہ گیا تھا اٹھ کھڑے ہوئے اور تمام جہیز ہر دم پر چھا گئے۔ قسطنطنیہ کی بنیادیں اس نے رکھیں۔ بیت اللہ اور بیت المقدس کے کلیسیا اور حواریوں کے شہر سب اسی کے بسائے ہوئے ہیں۔ بڑی بڑی شاندار دیواریں اور مضبوط عمارتیں اس نے بنوائیں۔ صلیب کی پرستش، مشرق کا قبلہ، کنبہوں کی تصویریں، سو رکھانا وغیرہ یہ سب چیزیں نصرانیت میں اسی نے داخل کیں۔ فروع اصول سب بدل کر دین مسیحی کو الٹ پلٹ کر دیا۔ امانت کبیرہ اسی کی ایجاد ہے جو دراصل ذلیل ترین خیانت ہے۔ لمبے چوڑے فقہی مسائل کی کتابیں اسی نے لکھوائیں۔ اب بیت المقدس انہی کے ہاتھوں میں رہا یہاں تک کہ صحابہ رسول ﷺ نے اسے فتح کیا۔ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت میں یہ مقدس شہر اس مقدس جماعت کے قبضے میں آیا۔ الغرض یہ پاک جگہ انہیں ملتی تھی اور پاک روزی اللہ نے دے رکھی تھی جو شرعاً بھی حلال اور طبعاً بھی طیب۔ افسوس باوجود اللہ کی کتاب ہاتھ میں ہونے کے انہوں نے اختلاف بازی اور فرقہ بندی شروع کر دی۔ ایک دو نہیں بہتر فرقے قائم ہو

گئے۔ اللہ اپنے رسول پر درود و سلام نازل فرمائے۔ آپ نے ان کی اس پھوٹ کا ذکر فرما کر فرمایا کہ میری امت میں بھی یہی بیماری پھیلے گی اور ان کے ہتھکڑے تو جو جائیں گے جن میں سے ایک جتنی باقی سب دوڑتی ہوں گے۔ پوچھا گیا کہ جتنی کون ہیں؟ فرمایا وہ جو اس پر ہوں جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔ (متحد رک حاکم) اللہ فرماتا ہے ان کے اختلافات کا فیصلہ قیامت کے دن میں آپ ہی کروں گا۔

فَإِنْ كُنْتَ فِي شكٍّ مِمَّا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ فَسْئَلِ الَّذِينَ يُقْرَأُونَ
الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكَ لَقَدْ جَاءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ
مِنَ الْمُمْتَرِينَ ۝ وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الَّذِينَ كَذَبُوا بِالْآيَةِ
اللَّهِ فَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝ إِنَّ الَّذِينَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ
كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ وَلَوْ جَاءَتْهُمْ كُلُّ آيَةٍ حَتَّى يَرَوْا
الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ۝

جو کچھ ہم نے تیری جانب نازل فرمایا ہے اس میں سے کسی بات میں بھی تجھے شک ہو تو ان سے دریافت کر لے جو تجھ سے پہلے کتاب اللہ پڑھتے آئے ہیں یقیناً تیرے رب کی طرف سے حق آچکا ہے۔ تجھے ہرگز شک و شبہ کرنے والوں میں نہ ہونا چاہیے ○ تو ان میں سے بھی نہ ہو جو اللہ تعالیٰ کی آجوں کو جھٹلاتے ہیں ورنہ تو نقصان اٹھانے والوں میں شامل ہو جائے گا ○ جس پر تیرے پروردگار کی بات ٹھیک اتر آئی ہے وہ تو ایمان لانے کے نہیں ○ اگر چنانچہ کے پاس سب نشانیاں آجائیں یہاں تک کہ دردناک عذاب دیکھ لیں ○

ٹھوس دلائل کے باوجود انکار قابل مذمت ہے: ☆ ☆ (آیت: ۹۳-۹۷) جب یہ آیت اتری تو حضور ﷺ نے فرمایا: نہ مجھے کچھ شک نہ مجھے کسی سے پوچھنے کی ضرورت۔ پس اس آیت سے مطلب صرف اتنا ہے کہ آپ کی امت کے ایمان کی مضبوطی کی جائے اور ان سے بیان کیا جائے کہ اگلی الہامی کتابوں میں بھی ان کے نبی کی صفات موجود ہیں خود اہل کتاب بھی بخوبی واقف ہیں۔ جیسے آیت الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي أُلْحِمْ مِنْهُ - ان لوگوں پر تعجب اور نفوس ہے ان کی کتابوں میں اس نبی آخر الزمان کی تعریف و توصیف اور جان پہچان ہونے کے باوجود بھی ان کتابوں کے احکام کو غلط مطلب کرتے اور تحریف و تبدیل کر کے بات بدل دیتے ہیں اور دلیل سامنے ہونے کے باوجود انکار ہی رہتے ہیں۔ شک و شبہ کی ممانعت کے بعد آیات اللہ کی تکذیب کی ممانعت ہوئی۔ پھر بدقسمت لوگوں کے ایمان سے نا امیدی دلائی گئی جب تک کہ وہ عذاب نہ دیکھ لیں ایمان نہیں لائیں گے۔ یہ تو اس وقت ایمان لائیں گے جس وقت ایمان لانا بے سود ہوگا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے لئے اور فرعونین کے لئے یہی بددعا کی تھی۔ ان کی جہالت اس درجے پر پہنچ چکی ہے کہ بالفرض ہم اپنے فرائض تو کوان پر اتاریں مردے ان سے بولیں۔ ہر پوشیدہ چیز سامنے آ جائے جب بھی انہیں ایمان نصیب نہیں ہوگا ہاں مرضی موسیٰ اور چیز ہے۔

فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةً آمَنَتْ فَأَنْفَعَهَا إِيْمَانُهَا إِلَّا قَوْمَ يُونُسَ لَمَّا
آمَنُوا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنَاهُمْ
إِلَى حِينٍ ۝

پس کیوں نہ ہوئی ایسی ہستی جو ایمان لاتی اور اسے اس کا ایمان نفع دیتا سوائے یونس کی قوم کے کہ جب وہ ایمان لائی، ہم نے ان سے دنیا کی زندگی میں رسوا

کرنے والا عذاب دور کر دیا اور انہیں ایک مہینہ وقت تک فائدہ دیا

انفوس انسان نے اکثر حق کی مخالفت کی: ☆☆ (آیت: ۹۸) کسی بستی کے تمام باشندے کسی نبی پر کبھی ایمان نہیں لائے۔ یا تو سب نے ہی کفر کیا یا اکثر نے۔ سورہ یاسین میں فرمایا: بندوں پر انفس ہے، ان کے پاس جو رسول آئے، انہوں نے ان کا مذاق اڑایا۔ ایک آیت میں ہے ان سے پہلے جو رسول آئے، انہیں لوگوں نے جادو کر یا جھوٹا کہا یا جھوٹا خطاب دیا۔ تجھ سے پہلے جتنے رسول آئے، سب کو ان کی قوم کے سرکشوں، سہوکاروں نے یہی کہا کہ ہم نے تو اپنے بڑوں کو جس لیکر پر پایا، اسی کے فقیر بنے رہیں گے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں: مجھ پر انبیاء پیش کئے گئے۔ کسی نبی کے ساتھ تو لوگوں کا ایک گروہ تھا۔ کسی کے ساتھ صرف ایک آدمی کسی کے ساتھ صرف دو کوئی محض تھا۔ پھر آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت کی کثرت کا بیان کیا۔ پھر اپنی امت کا اس سے بھی زیادہ ہونا زمین کے مشرق و مغرب کی سمت کوڑھانپ لینا بیان فرمایا۔ الغرض تمام انبیاء میں سے کسی کی ساری امت نے انہیں نبی نہیں مانا۔ سوائے اہل نبوی کے جو حضرت یونس علیہ السلام کی امت کے لوگ تھے۔ یہ بھی اس وقت جب نبی علیہ السلام کی زبان سے عذاب کی خبر معلوم ہو گئی۔ پھر اس کے ابتدائی آثار بھی دیکھ لئے۔ ان کے نبی علیہ السلام انہیں چھوڑ کر چلے گئے، اس وقت یہ سارے کے سارے اللہ کے سامنے جھک گئے۔ اس سے فریاد شروع کی۔ اس کی جناب میں عاجزی اور گریہ و زاری کرنے لگے۔ اپنی مسکینی ظاہر کرنے لگے۔ اور دامن رحمت سے لپٹ گئے۔ سارے کے سارے میدان میں نکل کھڑے ہوئے۔ اپنی بیویوں، بچوں اور جانوروں کو بھی ساتھ اٹھا کر لے گئے۔ اور آنسوؤں کی جھریاں لگا کر اللہ تعالیٰ سے فریاد کرنے دعا نہیں مانگتے گئے کہ یا رب عذاب ہٹا لے۔ رحمت رب جوش میں آئی۔ پروردگار نے ان سے عذاب ہٹا لیا اور دنیا کی رسوائی کے عذاب سے انہیں بچالیا۔ اور ان کی عمر تک کی انہیں مہلت دے دی اور اس دنیا کا فائدہ انہیں پہنچایا۔ یہاں جو فرمایا کہ دنیا کا عذاب ان سے ہٹا لیا۔ اس سے بعض نے کہا ہے کہ خدوی عذاب دور نہیں۔ لیکن یہ ٹھیک نہیں اس لئے کہ دوسری آیت میں ہے فَاتَّخَذُوا مَقَرَّعَهُمْ إِلَىٰ جَنِّينَ وہ ایمان لائے اور ہم نے انہیں زندگی کا فائدہ دیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ وہ ایمان لائے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ ایمان آخرت کے عذاب سے نجات دینے والا ہے۔ واللہ اعلم۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں آیت کا مطلب یہ ہے کہ کسی بستی اہل کفر کا عذاب دیکھ لینے کے بعد ایمان لانانہ کیلئے نفع بخش ثابت نہیں ہوا سوائے قوم یونس علیہ السلام کی قوم کے کہ جب انہیں دیکھا کہ ان کے نبی ان میں سے نکل گئے اور انہوں نے خیال کر لیا کہ اب اللہ کا عذاب آیا چاہتا ہے اسی وقت توبہ استغفار کرنے لگے۔ ٹاٹ پہن کر شوع و خضوع سے میلے کھیلے میدان میں آ کھڑے ہوئے۔ بچوں کو ماؤں سے دور کر دیا۔ جانوروں کے خیموں سے ان کے بچوں کو الگ کر دیا۔ اب جو روندا دھونا اور فریاد شروع کی تو چالیس دن رات اسی طرح گزار دیئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل کی سچائی دیکھی۔ ان کی توبہ و عدا مت قبول فرمائی اور ان سے عذاب دور کر دیا۔ یہ لوگ موصل کے شہر نبینی کے رہنے والے تھے۔ فَلَوْ لَا كَيْ فَهَلَّا قَرَأْتُمْ هَٰذَا قُرْآنًا مِّنْ قَبْلِ هَٰذَا وَلَوْ نَرَاكَ تُكْفِرُ بِهِ وَأَنْتَ عَلَىٰ يَدِّ الْمُنِذِرِ ۚ وَمَا كَان لِنَفْسٍ أَنْ تَوْمِنَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ وَيَجْعَلُ الرَّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ ۝

وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَأَمَرْنَا مَنَ فِي الْأَرْضِ كُلَّهُمْ جَمِيعًا أَفَأَنْتَ تُكْفِرُ النَّاسَ حَتَّىٰ يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ ۝ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تَوْمِنَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ وَيَجْعَلُ الرَّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ ۝

اگر تیرا رب چاہتا تو زمین والے سب کے سب سارے ہی ایمان دار ہو جاتے تو کیا تو لوگوں پر زبردستی کرے گا کہ وہ مومن ہو جائیں؟ ○ بغیر اللہ کی مرضی کے کوئی شخص ایمان لایا نہیں سکتا اللہ تعالیٰ تمہاری کوئی بات نہیں پڑا ہے جو عقل سمجھ نہیں رکھتے ○

اللہ کی حکمت سے کوئی آگاہ نہیں ☆ ☆ (آیت: ۹۹-۱۰۰) اللہ کی حکمت ہے کہ کوئی ایمان لائے اور کسی کو ایمان نصیب ہی نہ ہو۔ ورنہ اگر اللہ کی مشیت ہوتی تو تمام انسان ایمان دار ہو جاتے۔ اگر وہ چاہتا تو سب کو ایک ہی دین پر کاربند کر دیتا۔ لوگوں میں اختلاف تو باقی ہی رہے۔ سوائے ان کے جن پر رب کا رحم ہوا انہیں اسی لئے پیدا کیا ہے تیرے رب کا یہ فرمان حق ہے کہ جہنم انسانوں اور جنوں سے پر ہوگی۔ کیا ایماندار ناامید نہیں ہو گئے؟ یہ کہ اللہ اگر چاہتا تو تمام لوگوں کو ہدایت کر سکتا تھا۔ یہ تو ناممکن ہے کہ تو ایمان ان کے دلوں کے ساتھ چپکا دے یہ تیرے اختیار سے باہر ہے۔ ہدایت ضلالت اللہ کے ہاتھ ہے۔ تو ان پر افسوس اور رنج غم نہ کر۔ اگر یہ ایمان نہ لائیں تو تو اپنے آپ کو ان کے پیچھے ہلاک کر دے گا؟ تو جسے چاہے راہ راست پر لائیں سکتا۔ یہ تو اللہ کے قبضے میں ہے تجھ پر تو صرف پہنچا دینا ہے۔ حساب ہم خود لے لیں گے تو تو نصیحت کر دینے والا ہے۔ ان پر داروغہ نہیں۔ اسی مضمون کی ان آیتوں کے سوا بھی بہت سی آیتیں قرآن کریم میں ہیں جو بتاتی ہیں کہ یہ شان اللہ ہی کی ہے کہ جو چاہے کر گزرنے جسے چاہے راہ راست دکھائے جسے چاہے گمراہ کر دے۔ اس کا علم اس کی حکمت اس کا عدل اسی کے ساتھ ہے۔ اسکی مشیت بغیر کوئی بھی مومن نہیں ہو سکتا۔ وہ ان کو ایمان سے خالی ان کے دلوں کو بخش اور گندہ کر دیتا ہے جو اللہ کی قدرت اللہ کی رحمان اللہ کے احکام کی آیتوں میں غور و فکر نہیں کرتے۔ عقل و سمجھ سے کام نہیں لینے وہ عادل ہے حکیم ہے اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں۔

قُلْ أَنْظَرُوا مَاذَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا تُعْنِي الْآيَاتُ
وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ فَهَلْ يَنْتَظِرُونَ إِلَّا مِثْلَ
أَيَّامِ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ قُلْ فَانْتَظِرُوا إِنِّي مَعَكُمْ
مِنَ الْمُنْتَظَرِينَ ۝ ثُمَّ نُنَجِّي رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا كَذَلِكَ
حَقًّا عَلَيْنَا نُنَجِّي الْمُؤْمِنِينَ ۝

کہہ دے کہ ذرا نظرو تو لو کہ آسمانوں میں کیا کچھ ہے اور زمین میں کیا کچھ ہے نہ تو نشانیاں فائدہ دیں نہ ڈراوے انہیں جنہیں ایمان نہیں ○ انہیں اور تو کوئی انتظار نہیں بجز ان لوگوں کے برے دنوں جیسے دنوں کے جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں کہہ دے کہ اچھا انتظار کرتے رہو۔ ہم بھی تمہارے ساتھ ہی منتظر ہوں ○ آخر ہم اپنے نبیوں کو اور سچے مسلمانوں کو نجات دیں گے۔ بات اسی طرح ہے ہم نے اپنے اور ضروری کر لیا ہے کہ ہم مومنوں کو نجات دیں ○

دعوت غور و فکر ☆ ☆ (آیت: ۱۰۱-۱۰۳) اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں اس کی قدرتوں میں اس کی پیدا کردہ نشانیوں میں غور و فکر کرو۔ آسمان و زمین اور ان کے اندر کی نشانیاں بے شمار ہیں۔ آسمانوں میں چلتے پھرتے اور ٹھہرے ہوئے کم زیاہد روشنی والے ستارے سورج چاند رات دن اور ان کا اختلاف کبھی دن کی کئی کبھی راتوں کا چھوٹا ہو جانا آسمانوں کی بلندی کی ان کی چوڑائی ان کا حسن و زینت اس سے ہارش برستا اس بارش سے زمین کا ہر ابھرا ہو جانا اس میں طرح طرح کے پھل پھول کا پیدا ہونا اناج اور کھیتی کا اگنا مختلف قسم کے جانوروں کا اس میں پھیلا ہوا ہونا جن کی شکلیں جدا گانہ جن کے نفع الگ الگ جن کے رنگ علیحدہ علیحدہ پھر زمین پر پہاڑوں جنگلوں میدانوں ٹیلوں آبادیوں غیر آباد جگہوں کا ہونا اسی پر سمندروں دریاؤں کا بہنا ان دریاؤں میں عجائبات کا پایا جانا ان میں طرح طرح کی ہزار ہا قسم کی مخلوق کا ہونا ان

میں چھوٹی بڑی کشتیوں کا چلنا، یہ اس رب قدیر کی قدرتوں کے نشان، کیا تمہاری رہبری اس کی توحید، اس کی جلالت، اس کی عظمت، اس کی بیکامیت، اس کی وحدت، اس کی عبادت، اس کی اطاعت، اس کی ملکیت کی طرف نہیں کرتے؟ یقیناً مانو نہ اس کے سوا کوئی پروردگار نہ اس کے سوا کوئی لائق عبادت، درحقیقت بے ایمانوں کے لئے اس سے زیادہ نشانات بھی بے سود ہیں۔

آسمان ان کے سر پر زمین ان کے قدموں میں، رسول ﷺ ان کے سامنے، دلیل و سند ان کے آگے، لیکن یہ ہیں کہ نفس سے مس نہیں ہوتے۔ ان پر کلمہ عذاب صادق آچکا ہے۔ یہ تو عذاب کے آجانے سے پہلے مومن نہیں ہوں گے۔ ظاہر ہے کہ یہ لوگ اسی عذاب کے اور انہی کٹھن دنوں کے منتظر ہیں جو ان سے پہلے کے لوگوں پر ان کی بد اعمالیوں کی وجہ سے گزر چکے ہیں۔ اچھا انہیں انتظار کرنے دے اور تو بھی انہیں اعلان کر کے منتظر رہ۔ انہیں ابھی معلوم ہو جائے گا۔ یہ دیکھ لیں گے کہ ہم اپنے رسولوں اور اپنے سچے غلاموں کو نجات دیں گے۔ یہ ہم نے خود اپنے نفس کریم پر واجب کر لیا ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ تمہارے پروردگار نے اپنے نفس پر رحمت لکھ لی ہے۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک کتاب لکھی ہے جو اس کے پاس عرش کے اوپر ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب آ چکی ہے۔

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِن كُنْتُمْ فِي شَكٍّ مِّن دِينِي فَلَا أَعْبُدُ
الَّذِينَ تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ وَلَكِن أَعْبُدُ اللَّهَ الَّذِي
يَتَوَفَّكُمُ وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ وَأَنْ
أَقِمَّ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا ۖ وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ وَلَا
تَدْعُ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَإِنْ فَعَلْتَ
فَأِنَّكَ إِذَا مِّنَ الظَّالِمِينَ ۝ وَإِنْ يَمَسُّكَ اللَّهُ بِضُرٍّ
فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ ۚ وَإِنْ يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَادَّ لِفَضْلِهِ
ۖ يُصِيبُ بِهِ مَن يَشَاءُ ۚ مِّنْ عِبَادِهِ ۚ وَهُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ۝

اعلان کر دے کہ اے لوگو! اگر تمہیں میرے دین میں شک ہے تو میں تو ان کی عبادت کرنے کا نہیں جن کی عبادت تم اللہ کو چھوڑ کر کر رہے ہو بلکہ میں تو اسی اپنے اللہ کی عبادت کرتا رہوں گا جو تمہیں وفات دیتا ہے۔ مجھے یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں باایمان ہی رہوں اور یہ کہ اپنا تمام دین کی طرف سیدھا رکھ۔ مجلس ہو کر اور ہرگز مشرکوں کے گردہ میں سے نہ ہونا اللہ کے سوا کسی اور سے دعا نہ کرو نہ تجھے نفع دے سکے نہ نقصان پہنچا سکے، اگر تو نے ایسا کیا تو پھر تو یقیناً غلاموں میں سے ہی ہو جائے گا۔ اگر اللہ ہی تجھے کوئی تکلیف پہنچانا چاہے تو اس کے سوا کوئی بھی دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ تیرے ساتھ بھلائی کا ارادہ کر لے تو اس کے فضل کا ٹالنے والا بھی کوئی نہیں وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے اپنا فضل پہنچا دے وہ بڑا ہی بخشنے والا اور بہت ہی مہربان ہے ○

دین حنیف کی وضاحت: ☆☆ (آیت: ۱۰۳-۱۰۷) کیسوی والا سجادین جو میں اپنے اللہ کی طرف سے لے کر آیا ہوں اس میں اے لوگو! اگر تمہیں کوئی شک و شبہ ہے تو ہو یہ تو ناممکن ہے کہ تمہاری طرح میں بھی مشرک ہو جاؤں اور اللہ کے سوا دوسروں کی پرستش کرنے لگوں۔ میں تو صرف اسی اللہ کا بندہ ہوں اور اسی کی بندگی میں لگا رہوں گا جو تمہاری موت پر بھی ویسا ہی قادر ہے جیسا تمہاری پیدائش پر قادر ہے۔ تم سب اسی کی طرف لوٹنے والے اور اسی کے سامنے جمع ہونے والے ہو۔ اچھا اگر تمہارے یہ معبود کچھ طاقت و قدرت رکھتے ہیں تو ان سے کہو

کہ جو ان کے بس میں ہو مجھے سزا دیں۔ حق تو یہ ہے کہ نہ کوئی سزا ان کے قبضے میں نہ جزا۔ یہ محض بے بس ہیں بے نفع و نقصان ہیں۔ بھلائی برائی سب میرے اللہ کے قبضے میں ہے وہ واحد اور لاشریک ہے۔ مجھے اس کا حکم ہے کہ میں مومن رہوں۔ یہ بھی مجھے حکم مل چکا ہے کہ میں صرف اسی کی عبادت کروں۔ شرک سے یکسو اور بالکل علیحدہ رہوں۔ اور شرکوں میں ہرگز شمولیت نہ کروں۔ خیر و شر، نفع و ضرر اللہ ہی کے ہاتھ ہے۔ کسی اور کو کسی امر میں کچھ بھی اختیار نہیں۔ پس کسی اور کی کسی طرح کی عبادت بھی لائق نہیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ اپنی پوری عمر اللہ تعالیٰ سے بھلائی طلب کرتے رہو۔ رب کی رحمتوں کے موقعہ کی تلاش میں رہو۔ ان موقعوں پر اللہ پاک جسے چاہے اپنی بھرپور رحمتیں عطا فرما دیتا ہے۔ اس سے اپنے عیبوں کی پردہ پوشی اور اپنے خوف ڈر کا امن طلب کیا کرو۔ پھر فرماتا ہے کہ جس گناہ سے جو شخص جب بھی توبہ کرے اللہ اسے بخشے والا اور اس پر مہربانی کرنے والا ہے۔

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكُمْ فَمَنِ اهْتَدٰى
فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلٰیهَا وَمَا
اَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ۝۱۰۸ وَاَتَّبِعْ مَا يُّوْحٰى اِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتّٰى يَخْرُجَ اللّٰهُ
وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ۝۱۰۹

کہہ دے کہ اے لوگو تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے حق آچکا ہے جو راہ پالے وہ اپنے نفع کے لئے راہ یانت ہوگا اور جو راہ گم کر دے اس کا وبال بھی اسی پر ہوگا میں تجھ کو ہدایت نہیں ہوں ۱۰۸ اے نبی تو اسی کی پیروی کرتا رہ جو میری طرف وحی کیا جائے اور صبر دہا کر یہاں تک کہ اللہ خود فیصلہ کر دے وہی سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے ۱۰۹

تأفرمان کا اپنا نقصان ہے: ☆ ☆ (آیت: ۱۰۸-۱۰۹) اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے حبیب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے فرماتا ہے کہ لوگوں کو آپ خبردار کر دیں کہ جو میں لایا ہوں وہ اللہ کی طرف سے ہے۔ بلا شک و شبہ وہ تراحق ہے۔ جو اس کی اتباع کرے گا وہ اپنے نفع کو جمع کرے گا اور جو اس سے بھٹک جائے گا وہ اپنا ہی نقصان کرے گا۔ میں تم پر وکیل نہیں ہوں کہ تمہیں ایمان پر مجبور کر دوں۔ میں تو کہنے سننے والا ہوں۔ ہادی صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو خود بھی میرے احکام اور وحی کا تابع اور اس پر مضبوطی سے جمارہ۔ لوگوں کی مخالفت کی کوئی پرواہ نہ کر۔ ان کی ایذاؤں پر صبر و تحمل سے کام لے۔ یہاں تک کہ خود اللہ تجھ میں اور ان میں فیصلہ کر دے۔ وہ بہترین فیصلے کرنے والا ہے جس کا کوئی فیصلہ عدل و حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔

ابو یعلیٰ میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ آپ بوڑھے کیسے ہو گئے؟ فرمایا مجھے سورہ ہود، سورہ واقفہ، سورہ عم اور سورہ کورت نے بوڑھا کر دیا۔ ترمذی کی اس حدیث میں سورہ ہود، سورہ واقفہ، سورہ والمرسلات، سورہ التہام اور سورہ اذ القمیس کورت کا ذکر ہے۔ ایک روایت میں ہے سورہ ہود اور اس جیسی اور سورتوں نے مجھے بوڑھا کر دیا۔ طبرانی میں ہے مجھے سورہ ہود نے اور اس جیسی سورتوں مثلاً واقفہ، الحاقۃ، اذ القمیس کورت نے بوڑھا کر دیا ہے۔ ایک روایت میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس سوال کے جواب میں آپ کا صرف دو سورتوں کا ذکر کرنا ہی مروی ہے۔ سورہ ہود اور سورہ واقفہ۔

تفسیر سورہ ہود

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الرَّ كِتَبٌ اَحْكَمَتْ اِيْتُهُ ثُمَّ فَصَّلَتْ مِنْ لَدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ۝
 اَلَا تَعْبُدُوْا اِلَّا اللّٰهَ اِنِّیْ لَكُمْ مِنْهُ نَذِيْرٌ وَبَشِيْرٌ ۝ وَاَنْ
 اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تَوْبُوْا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَّعًا حَسَنًا اِلَىٰ اَجَلٍ
 مُّسَمًّى وَيُوْتِ كُلَّ ذِي فَضْلٍ فَضْلَهُ ۝ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّیْ
 اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ كَبِيْرٍ ۝ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ وَهُوَ عَلٰی
 كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ۝

اللہ تعالیٰ مہربان رحمت والے کے نام سے۔

یہ کتاب جس کی آیتیں حکم والی ہیں اور پھر واضح کردہ ہیں جو درست کار خیر اور اللہ کی طرف سے ہیں ○ یہ کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو میں تمہیں اس ایک طرف سے ڈرانے اور بشارت سنانے والا ہوں ○ اور تم اپنے پروردگار سے استغفار کرو اور اسی کی طرف رجوع کرو کہ وہ تمہیں معیاد مظلوم تک اچھا فائدہ پہنچائے اور ہر بزرگی والے کو اس کی جزا دے۔ اس پہنچی اگر تم روگردانی کرو تو مجھے تو تم بہت بڑے دن کے عذاب کا خوف ہے ○ تم سب کا لڑنا اللہ ہی کی طرف ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے ○

تعارف قرآن حکیم ☆ ☆ (آیت ۱-۴) اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جو حروف سورتوں کے شروع میں آتے ہیں ان کی پوری تفصیل اس تفسیر کے شروع میں سورہ بقرہ کے ان حروف کے بیان میں گزر چکی ہے جسے دوبارہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہاں فرمان ہے کہ یہ قرآن لفظوں میں محکم اور معنی میں مفصل ہے۔ پس مضمون اور معنی ہر طرح سے کامل ہے۔ یہ اس اللہ کا کلام ہے جو اپنے اقوال و احکام میں حکیم ہے۔ جو کاموں کے انجام سے خبردار ہے۔ یہ قرآن اللہ کی عبادت کرانے اور دوسروں کی عبادت سے روکنے کے لئے اتر آیا ہے۔ سب رسولوں پہلی وحی اسی توحید کی آتی رہی ہے۔ سب سے پہلی فرمایا گیا ہے کہ لوگ اللہ کی عبادت کریں۔ اس کے سوا اور کسی کی پرستش نہ کریں۔ پھر فرمایا کہ اللہ کی مخالفت کی وجہ سے جو عذاب آجاتے ہیں ان سے میں ڈرا رہا ہوں۔ اور اس کی اطاعت کی بنا پر جو ثواب ملتے ہیں ان کی میں بشارت سناتا ہوں۔ حضور ﷺ صفا پہاڑی پر چڑھ کر قریش کے خاندانوں کو آواز دیتے ہیں۔ زیادہ قریب والے پہلے پھر ترتیب وار جب سب جمع ہو جاتے ہیں تو آپ ان سے دریافت فرماتے ہیں کہ اگر میں تم سے کہوں کہ کوئی لشکر جمع کو تم پر دھاوا کرنے والا ہے تو کیا تم مجھے سچا سمجھو گے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے آج تک آپ کی زبان سے کوئی جھوٹ سنا ہی نہیں۔ آپ نے فرمایا سنو میں تم سے کہتا ہوں کہ قیامت کے دن تمہاری ان بد اعمالیوں کی وجہ سے سخت تر عذاب ہوگا۔ پس تم ان سے ہوشیار ہو جاؤ۔ پھر ارشاد ہے کہ اے نبی ﷺ یہ بھی کہہ دو کہ میں تمہیں اپنے گذشتہ گناہوں سے توبہ کرنے اور آئندہ کے لئے اللہ کی طرف رجوع کرنے کی ہدایت کرتا ہوں۔ اگر تم بھی ایسا ہی کرتے رہے تو دنیا میں بھی اچھی زندگی بسر کرو گے اور نیک عمل کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ آخرت میں بھی بڑے بلند درجے عطا فرمائے گا۔ قرآن کریم نے آیت مَنْ عَمِلْ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰی میں فرمایا ہے کہ جو مرد و عورت ایمان دار ہو کر نیک عمل بھی کرتا رہے اسے ہم پاکیزہ زندگی سے زندہ

بکھیں گے۔ صحیح حدیث میں بھی ہے حضور ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اللہ کی رضا مندی کی تلاش میں تو جو کچھ بھی خرچ کرے گا اس کا اجر اللہ تعالیٰ سے پائے گا یہاں تک کہ جو لقمہ تو اپنی بیوی کے منہ میں دے اس کا بھی۔ فضل والوں کو اللہ تعالیٰ فضل دے گا۔ یعنی گناہ تو برابر لکھا جاتا ہے اور نیکی دس گنا لکھی جاتی ہے۔ پھر اگر گناہ کی سزا دنیا میں ہی ہوگئی تو نیکیاں جوں کی توں باقی رہیں۔ اور اگر یہاں اس کی سزا نہ ملی تو زیادہ سے زیادہ ایک نیکی اس کے مقابل جا کر بھی تو نیکیاں بچ رہیں۔ پھر جس کی اکائیاں دھائیوں پر غالب آجائیں وہ تو واقعی خود ہی بدادور برا ہے۔ پھر انہیں دھکا دیا جاتا ہے جو اللہ کے احکام سے روگردانی کر لیں اور رسولوں کی نہ مانیں کہ ایسے لوگوں کو ضرور ضرورت قیامت کے دن سخت عذاب ہوگا۔ تم سب کو لوٹ کر مالک ہی کے پاس جانا ہے اسی کے سامنے جمع ہونا ہے۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے اپنے دوستوں سے احسان اپنے دشمنوں سے انتقام مخلوق کی نئی پیدائش سب اس کے قبضے میں ہے۔ پس پہلے رغبت دلائی اور اب ڈرایا۔

إِلَّا إِلَهُمُ يَتَنَوَّنُ صُدُورَهُمْ لِيَسْتَخَفُوا مِنْهُ الْآحِينَ يَسْتَغْشُونَ
ثِيَابَهُمْ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ
الصُّدُورِ

دیکھو تو یہ لوگ اپنے سینے موڑتے ہیں کہ اس اللہ سے چھپ جائیں یہ اس وقت جب کہ اپنے کپڑے لپٹ لیتے ہیں۔ وہ بخوبی جانتا ہے جسے چھپاتے ہیں اور جسے کھولتے ہیں۔ وہ سینوں کی باتوں کا جاننے والا ہے ○

اللہ اندھیروں کی چادروں میں موجود ہر چیز کو دیکھتا ہے: ☆ ☆ (آیت ۵) آسمان کی طرف اپنی شرمگاہ کا رخ کرنا وہ مکروہ جاننے والے اور جماعت کے وقت۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی قرأت میں تَنَوَّنُ یعنی ہے۔ جماعت کے وقت اور تنہائی میں وہ عریانی سے حجاب کرتے تھے کہ پاخانہ کے وقت آسمان تلے ننگے ہوں یا جماعت اس حالت میں کریں۔ وہ اپنے سروں کو ڈھانپ لیتے۔ اور یہ بھی مراد ہے کہ وہ اللہ کے بارے میں شک کرتے تھے اور کام برداری کے کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ برے کام یا برے عمل کے وقت وہ جھک جھک کر اپنے سینے دوہرے کر ڈالتے گویا کہ وہ اللہ سے شرمناک ہیں۔ اور اس سے چھپ رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ راتوں کو کپڑے اوڑھ لے ہوئے بھی جو تم کرتے ہو اس سے بھی اللہ تو خبردار ہے۔ جو چھپاؤ جو کھولو جو دلوں میں اور سینوں میں رکھو وہ سب کو جانتا ہے۔ دل کے بھید سینے کے راز اور ہر ایک پوشیدگی اس پر ظاہر ہے۔

زہیر بن ابوسلمہ اپنے مشہور معلقہ میں کہتا ہے کہ تمہارے دلوں کی کوئی بات اللہ تعالیٰ پر چھپی ہوئی نہیں تم کو کسی خیال میں ہو لیکن یاد رکھو کہ اللہ سب کچھ جانتا ہے۔ ممکن ہے کہ تمہارے بد خیالات پر وہ تمہیں یہیں سزا کرے اور ہو سکتا ہے کہ وہ ناسخ اعمال میں لکھ لئے جائیں اور قیامت کے دن پیش کئے جائیں۔ یہ جاہلیت کا شاعر ہے۔ اسے اللہ کا اس کے کامل علم کا قیامت کا اور اس دن کی جزا سزا کا اعمال نامے کا اور قیامت کے دن اس کے پیش ہونے کا اقرار ہے۔ اس آیت کا ایک مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ یہ لوگ جب رسول مقبول ﷺ کے پاس سے گزرتے تو سینہ موڑ لیتے اور سر ڈھانپ لیتے۔ آیت میں لِيَسْتَخَفُوا مِنْهُ ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ سے چھپنا چاہتے ہیں۔ یہی اولیٰ ہے کیونکہ اسی کے بعد ہے کہ جب یہ لوگ موتے وقت کپڑے اوڑھ لیتے ہیں اس وقت بھی اللہ تعالیٰ کو ان کے تمام افعال کا جو وہ چھپ کر کریں اور جو ظاہر کریں علم ہوتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرأت میں اَلَا اِنَّهُمْ تَتَنَوَّنٰ صُدُورَهُمْ ہے۔ اس قرأت کے بھی معنی تقریباً یکساں ہیں۔ الحمد للہ تفسیر محمدی کا گیارہواں پارہ ختم ہوا۔